Akbar Ki Sawanih Umari
by

G. B. Malleson.

مشاہیر فرمانروایان ہند کا سلسلہ

اللہ اکبر جل جلالہٗ

پہلا باب

تمہید کتاب

مین اپنے ناظرین سے نظر عنایت کا خواستگار ہوکر حتی الامکان بہت اختصار کے ساتھ وہ خاکہ کھینچتا ہون جسپر مین نے یہ مختصر سوانح عمری اُس شہنشاہ کی لکھی ہے جس نے خاندان مغلیہ کی سلطنت ہندوستان مین مستحکم طور پر قایم کی تھی۔*

* اس کتاب کی ترتیب مین مین نے مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا ہے:- تزک بابری جو بابر نے [لکھی] ہے لوڈن اور ارسکین صاحبان نے ترجمہ کی ہے - بابر اینڈ ہمایون مولفہ ارسکین صاحب - آئین اکبری (ترجمہ [بلاکمین] صاحب) - ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بائی اٹس اون ہسٹورینس جو پروفیسر ڈوسن صاحب نے اُن مسودات [سے مرتب کی] ہے جنکو سر ہنری ایلیٹ صاحب نے ناتمام چھوڑ کر وفات پائی - تاریخ فرشتہ مترجمہ ڈو صاحب - الفنسٹن صاحب [...] ٹاڈ صاحب کی انالز آف راجستان - ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصانیف سے مین نے مدد لی ہے

اس طرح کی سلطنت کے قائم کرنے کا اصلی منصوبہ اکبر کا ذاتی تھا۔ اس کے دادا بابر نے ہندوستان کا بہت بڑا حصہ فتح کیا تھا۔ مگر اس فتح کے بعد اور بابر کی وفات سے پہلے جو پانچ برس کا عرصہ گزرا اُس مین بابر کو بہت کم مواقع ایسے ملے کہ اُسے عنانِ نظام ہاتھ مین لینی نصیب ہوئی۔ اُسکے رقیب جنکو اُس نے نیچا دکھایا تھا اور نیز اس ملک کے اصلی باشندے دونون یکسان طور پر بابر کو فاتح تسلیم کرتے تھے مگر اس سے زیادہ اُسے نہ مانتے تھے۔ وہ بڑی لیاقت کا آدمی تھا اور ساری عمر سپہگری مین بسر کی تھی۔ سچ پوچھیے تو وہ ایک ابن السبیل تھا۔ مگر بڑا اچھا ہوا ابن السبیل جس مین جوہر قابل اپنے معاصرین سے بہت زیادہ تھا۔ مصیبت کے سخت مکتب مین تعلیم پائی تھی۔ اُس نے اپنے کابل کی بلند عقابی آشیانہ سے زرخیز ہندوستان کی ابتر حالت معائنہ کی اور اس زور شور سے اُسکے میدانون پر ٹوٹ پڑا کہ اُسکا حملہ سنبھالے نہ سنبھلا۔ بابر اس قماش کا آدمی تھا۔ اپنے زمانہ والون سے کہین بڑھا ہوا۔ فیاض۔ محبت والا عالی خیال۔ مگر ہندوستان کے ساتھ جو اُس کا تعلق تھا وہ اس سے کچھ زیادہ ہوگا کہ وہ یہان کا فاتح تھا۔ سوائے اس طریقہ نظم و نسق کے جس مین اُسکی ساری عمر گزری تھی اور کسی طریقہ کی طرف خیال کرنیکا اُسکو وقت نہ تھا

ور یہ وہی طریقہ تھا جو اُس کے افغان متقدمین نے ہندوستان مین جاری کیا تھا
نی یہ کہ بڑے بڑے لشکرون کے ذریعہ سے حکومت کرین اور ہر لشکر پر ایک
یسا سردار افسر ہو جو اپنا مطیع ہو - اور ہر لشکر ایک ایک صوبہ مین کسی ایسے مقام
رہے جو وسط مین واقع ہو - یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ گیا بابر کی حکمت عملی کا اصلی
صول یہ نہ تھا کہ بجاے ہندوستان کے وسط ایشیا مین سلطنت قائم کرے -
اس طریقہ مین باشندگان ملک کی بہبود کو کچھ دخل نہ تھا - یہ ممکن ہے کہ اگر
بر زندہ رہتا اور اسکی زندگی کے ساتھ اُسکی بیش بہا لیاقت بھی قائم رہتی تو
طرح اُس کے پوتے نے یہ سمجھ لیا اسی طرح رفتہ رفتہ وہ بھی یہ سمجھ لیتا کہ یہ
یقہ عملی طور پر ناپسندیدہ ہے اور اس مین یہ کر ہے کہ الحاق کے بڑے
صول یعنی فاتح و مفتوح کے تعلقات کو ایک کر دینے کا منشا فوت ہو جاتا ہے -
اس سے تالیف قلوب نہین ہوتی اور رنجش دور نہین ہوتی - سلطنت جسے
مین پکڑنے پاتی اور زمانہ کے حوادث سے معرض خطر مین رہتی ہے - چونکہ بابر
کے حالات ہمکو اُن تذکرون سے معلوم ہوے جن مین اُسنے اپنے دلی راز
ہر کیے ہین اور اپنی خطاؤن کا اعتراف کیا ہے اور اپنے حوصلون کی سب حالتین
ھائی ہین اسلیے ہم یہ خیال کر سکتے ہین کہ اگر بابر کو موقع ملتا تو ضرور وہ ایسا ہی کرتا -

مگر وہ موقع ہی تو اُسے نہین ملنے پایا۔ بابر کی پانی پت والی پہلی لڑائی (جس سے ہندوستان کے شمالی مغربی صوبے اُسے ملے) اور اُس کی موت کے درمیان مین جو وقفہ ہوا وہ اس قدر کم تھا کہ اُس نے اُسے اس سے زیادہ خیال کرنے کی مہلت نہ دی کہ اپنی فتوحات کو مستحکم کرے اور کچھ اور صوبے اپنی فتوحات مین شامل کرے۔ وہ ہندوستان مین فاتح بن کر آیا اور پانچ برس جو آگرہ مین حکومت کی وہ بھی بس فاتح ہی بن کر کی۔

اس کا بیٹا ہمایون قدرتی طور پر اس کام کے انجام دینے کے قابل تھا جو بابر نے مجبوری سے ڈال رکھا تھا۔ اسکے مزاج مین تلون اور بے استقلالی تھی اور اُس کی لیاقت مین استعداد نظمی کی کمی تھی اسلیے وہ اور بھی اُس کام کے قابل نہ تھا۔ اُس نے آٹھ برس ہندوستان مین حکومت کی۔ اور ایسی سلطنت کی بنیاد مین جو ٹھہرنے والی ہو ایک پتھر بھی اپنے ہاتھ سے نہ رکھا۔ اور جب اس مدت کے اختتام پر اُسکی سلطنت اُسکے اور افغان متقدمین کی سلطنتون کی طرح اسی سبب یعنی جڑ مضبوط نہ ہونے کی وجہ سے میدان مین ایک ہی شکست کھا کر گر گئی تو اُسکے ہاتھ سے ایک دم سے وہ سارا ملک نکل گیا جو بابر نے دریائے اٹک کے جنوب مین حاصل کیا تھا۔ ظاہر اسباب تو ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ

ہندوستان ہمیشہ کے لیے مغلون کے قبضہ سے نکل گیا۔

بابر کا بیٹا ایک اپنے سے قابل تر سزاوار سے دب گیا اور اس قابل تر سردار نے اُسے ایک دم سے بالکل جڑ سے اُکھاڑ کر الگ کر دیا۔ مغلون کی خوش نصیبی اور اس سے زیادہ ہندوستان کے لوگون کی خوش نصیبی کہ وہ قابل سردار اگرچہ بڑی لیاقت کا آدمی تھا تاہم سلطنت جمانے کے متعلق جو خیالات اسکے افغان متقدمین کے تھے وہی اُسکے بھی تھے اور ان مین سرمو اختلاف نہ تھا ہندوستان کے کرورون آدمیون کو ایک کر لینے کا اصول اُسکے طریقہ مین بھی نہ تھا۔ اُس نے بھی اسی پر قناعت کر لی تھی کہ جو صوبے فتح کرے اُن مین لشکر تعینات کر کے حکومت کرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ مرا تو اور لوگ سلطنت کے دعویدار بنکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور چند ہی سال کے عرصہ مین اسقدر ابتری بڑھی کہ ۱۵۵۴ء مین قنوج مین شکست کھا کر بھاگنے کے پورے پندرہ برس بعد ہمایون نے پھر انڈس کو عبور کیا اور شمالی ہندوستان پھر لے لیا۔ ہمایون کی عمر اب تک کچھ بہت زیادہ نہ تھی مگر ایک مستحکم سلطنت کی بنیاد قائم کرنے کے لیے وہ اب بھی ویسا ہی نا قابل تھا جیسا اس وقت تھا جب اپنے باپ کا جانشین ہوا۔ اس نے اپنے پیچھے جو تحریرات چھوڑی ہین اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ اگر

اُس کی زندگی وفا کرتی تو آگے چل کر بھی وہ اسی طریقہ پر حکومت کرتا جو اُسکے پہلے کے بہت سے فاتحون کے اور خود اُسکے ہاتھون مین چل نہ سکا۔ اپنے مرنے سے کچھ ہی پہلے اُس نے ایک دستور انتظام ہندوستان کا مرتب کیا تھا۔ یہ وہی پرانا دستور تھا کہ علیحدہ علیحدہ لشکر ایک مقررہ وطنی مقام پر رہین اور کسی کو ایک دوسرے سے کچھ علاقہ نہ ہو مگر سب کے سب بادشاہ کی نگرانی مین رہین۔ اسمین شک نہین کہ ممالک مفتوحہ پر مسلط رہنے کے لیے تو یہ طریقہ بے نظیر تھا مگر اسمین یہ بڑی کسر تھی کہ کوئی تدبیر اسکی نہ تھی کہ مختلف صوبجات اور وہان کے باشندون کو متفق کرکے ایک کر لیا جاے۔

وہ حادثہ جس نے دوسری جنگ پانی پت کے پہلے ہمایون کی وفات سے تیرہ سال اکبر کو جو ابھی صرف چودہ برس کا لڑکا تھا بابر کی سلطنت کا وارث بنا دیا ہر اعتبار سے ہندوستان کی خوش نصیبی کا باعث تھا۔ ہمایون مدتون باہر رہا تھا اور برسون تقدیر سے لڑتا پھرا تھا۔ مگر اس پر بھی نہ اُسنے کچھ سیکھا اور نہ وہ کچھ بھولا۔ جو لڑکا کہ اُسکا جانشین ہوا وہ باوجود اسکے کہ ایسی کم عمری ہی مین ایسے بڑے بڑے اتفاقات اُسکو پیش آچکے تھے اور زمانہ کے اتنے نشیب و فراز دیکھ چکا تھا کہ ایک معمولی آدمی اپنی ساری عمر مین دیکھتا۔ ابھی پھر بھی ناکردہ کار تھا۔ البتہ اُسکے

ساتھ ایک ایسا شخص تھا جو اُس زمانہ مین سب سے بڑا سردار سمجھا جاتا تھا - مگر اُس نے
بھی آئین سیاست کی تعلیم اپنے شاگردی کے باپ کے سخت کتب مین پائی تھی -
پھر بھی اس لڑکے مین علاوہ اور بہت سے جوہرون کے نظمی قابلیت خدا داد
تھی - اُن چند برسون مین بھی کہ اس کی اجازت سے اس کے نامی سردار نے
اُسکے نام سے سلطنت کی اُسنے اُن اسباب پر بہت غور کیا جنکی وجہ سے اُس سے
پہلے کی سلطنتین نیست و نابود ہو گئی تھین اور جو اُن سلطنتون کی جڑ پکڑنے کے
مانع ہوے تھے جب اُسنے اپنے منصوبے پکے کر لیے تو عنان سلطنت اپنے
دست خاص مین لی اور اُس خاندان کی بنیاد ڈالی جو اُسوقت تک کہ اسکے طریقہ کی
پیروی کرتا رہا برابر پھولتا پھلتا رہا اور جب اسکے طریقے کے ایک بہت بڑے
اصول (یعنی بے تعصبی و صلح کل) کی تقلید چھوڑ دی تو اُسپر ادبار آنا شروع ہو گیا
مین سمجھتا ہون کہ جو خلاصہ مین نے اوپر لکھا ہے اُس سے صاف
طور پر ناظرین کی سمجھ مین آگیا ہو گا کہ اگرچہ ایک طرح پر بابر ہندوستان مین سلطنت
مغلیہ قائم کرنے کا بانی تھا تاہم اُس نے اپنے جانشین کو محض ایک فاتح
کی صورت مین اپنا جانشین کیا تھا - بلاشک ہمایون کو یہی صورت میراث مین پہنچی
تھی اور جب وہ اس مین کچھ اور ایزاد نہ کر سکا تو جو کچھ باپ نے جیتا تھا وہ بھی

گنوا بیٹھا - یہ بھی صحیح ہے کہ آخر کار اُس نے اُسکا ایک جزو پھر حاصل کرلیا مگر پھر بھی وہی فاتح ہی رہا - پوتے نے البتہ جڑون کو اس طرح زمین کے اندر پہونچایا کہ وہ مضبوط ہوگئین اور نہال سلطنت بڑھا اور اقوام مفتوح کی بہبود اور خوشنودی کے قیمتی اور کثیر پھلون سے لدگیا -

اس خلاصہ کو مین نے اس کتاب کے آیندہ صفحات مین وسعت دیکر لکھا ہے - میری راے مین یہ کتاب قدرتی طور سے تین حصون پر منقسم ہے - پہلا حصہ مین نے بابر کے حال مین لکھا ہے کہ وہی ہندوستان پر حملہ کرنے اور اُسے فتح کرنے کے منصوبے کا بانی مبانی تھا - وہ ایک بڑا شخص تھا - اور چاہیے جس زمانہ مین وہ ہوا وہ بڑا ہی شخص ہوتا - باوجودیکہ اُسنے اڑتالیس ہی برس کی چھوٹی سی عمر مین وفات پائی وہ اپنے کارنامے ایسے چھوڑ گیا ہے کہ اس انیسوین صدی کے خاتمہ پر بھی اُنکا پڑھنا خالی از دلچسپی و منفعت نہین ہے اس وجہ سے کہ جیسا ناظرین خود ہی دیکھینگے کہ پوتے نے جو کام کیے اُن مین دادا کی اُلوالعزمی اور مستعدی اور خلقی عالی ظرفی کا رنگ بھرا ہوا تھا مین نے یہی مناسب سمجھا کہ اسکے حالات کو اچھی طرح وسعت دے کر لکھون - ہمایون کی سوانح عمری بھی سچ پوچھیے تو پہلے ہی حصے سے متعلق ہے اس کے تتمے

مین نے صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کیا ہے جو اس غرض سے ضروری ہے
کہ اُنکے زوال کے اسباب معلوم ہوجائین اور اس کتاب کے ہیرو کے زمانہ
طفولیت کے حالات کا بھی ذکر ہوجاے کیونکہ وہ ہیرو سندہ مین اسی زمانہ
مین پیدا ہوا تھا جب اس کا باپ ہندوستان سے بھاگ گیا تھا۔
باقی دو ثلث اس کتاب کا اکبر کے حالات مین ہے۔ مگر اب اس حصہ کے
بھی مین نے دو حصے کیے ہین۔ اس دو ثلث کے پہلے حصہ مین مین نے اُس
زمانہ کے مسلمان مورخون کی سند لیکر اُنکی تصانیف سے اکبر کی سلطنت کے
پولیٹکل واقعات کا بیان کیا ہے۔ آخر کے باب مین مین نے اکبر کی تصویر
کھینچی ہے کہ وہ آدمی کیسا تھا۔ آئین اکبری و دیگر تصانیف کی بنیاد پر مین نے
یہ دکھلانے کی کوشش کی ہے کہ وہ منتظم کیسا تھا۔ ترتیب دینی کیسی جانتا
تھا۔ اور اُس دستور کو کیسے اُس نے پھیلایا جو ہم انگریزون نے بہت کچھ
حاصل کیا ہے یعنی یہ کہ کیسے لٹنے وہ اختلاف مٹاے جو پانسو برس سے
چلے آتے تھے اور ان بغضون کو دو کیا جو ہمیشہ سے قائم تھے۔ مین نے
یہ بھی دکھلایا ہے کہ شوہر ہونے کی حیثیت سے وہ کیسا تھا۔ باپ ہونے کی
حیثیت سے کیسا تھا۔ اور آدمی ہونے کی حیثیت سے کیسا تھا کہ اُس نے باوجود

اُن مذہبی تعلیم کے جسمین اپنے سے اختلاف کرنے والونسے عداوت رکھنے کا نقش بہت زور شور سے جما دیا جاتا ہے اپنی عقل کو پوری آزادی کے راستہ پر چلنے دیا اور اپنے طرز عمل کا اپنی عقل ہی کو رہبر بنایا میں کہسکتا ہون کہ یہ باب اس کتاب کا سب سے دلچسپ حصہ ہے - اور مین اسکی دلچسپی کے صلہ مین اپنے ناظرین سے خواستگار ہون کہ اس سے پہلے کے ابواب مین جو حالات پڑھنے کی تکلیف مین نے اُنکو دی ہے اُسکو معاف فرمائین -

دوسرا باب

بابر کا خاندان اور عالم طفولیت

نوین اپریل ۱۳۳۶ء کو مقام شہر سبز مین جو سمرقند سے تیس میل جانب شمال واقع ہے اصلی مغلون کی قوم میرلاس کے سردار کا سب سے بڑا لڑکا پیدا ہوا اُس لڑکے کو جسکا نام تیمور تھا اور جسکا ننھیالی سلسلہ چنگیز خان سے ملتا تھا قدرت نے کچھ اوصاف ایسے عطا کیے تھے جنکی بدولت آدمی کو اپنے ہمجنسون پر قابو ہوجاتا ہے۔ تقدیر کی یاوری سے اُسے اُن اوصاف سے بہترین طریقہ پر کام نکالنے کا موقع ہاتھ لگا۔ چنگیز خان کی نسل ذکور رفتہ رفتہ بالکل کمزور اور سست ہوگئی تھی اور ۱۳[illegible]ء مین تو وہ خاندان اس نسل کے سلسلہ مین بالکل ہی نابود ہوگیا اُس زمانہ مین تیمور کی عمر چوبیس برس کی تھی۔ یہ جو جگہ خالی ہوئی تو اس پر اُس نے قبضہ کرلیا اور بہت سے تقدیری انقلابات کے بعد سولہون آنے کا مالک بن گیا۔ علی الرغم عدو دریاے آمون اور سیحون کے دوآبہ کے پورے ملک کا فرمانروا بنکر سمرقند مین سلطنت قائم کی۔ پھر اُس نے ان فتوحات کا آغاز کیا جن کا خاتمہ اُسکی جان کے ساتھ ہوا۔ پورے مغلستان پر حکومت کرنے لگا یعنی

یہ کہ جنوب کی جانب تبت کے پہاڑون اور انڈس کران کے درمیان کے ملک پر اور شمال کی جانب سائبیریا تک تسلط کر لیا۔ اور قپچاق کا ملک جو دریا ے فرات کے نیچے کی طرف کے پہاڑ کے شمال مین واقع ہے اور نیز بحر ارال و بحر خزر مع اُن زرخیز زمینون کے جو دریاے ڈان و والگا پر ہین اور وہ حصص زمین جو دریاے یوسین کے کنارہ واقع ہین اُس کی عملداری مین آگئے ہندوستان بھی فتح کر لیا اور آبناے ڈارڈنیلز سے لیکر دہلی تک کے باشندے سب اُسکی برتری ماننے لگے۔ اور جب ۱۸ - فروری سنہ ۱۴۰۵ع کو اُسنے انتقال کیا تو اپنے پیچھے ایک ایسی سلطنت چھوڑی جو دنیا کی سب سے بڑی سلطنتون مین شمار ہوتی ہے۔

اُسکی وفات کے بعد یہ سلطنت بہت جلد تتر بتر ہوگئی۔ اُسکے پوتے ابوسعید نے پھر کچھ اُسے ترتیب دیا مگر جب سنہ ۱۴۶۹ع مین مقام اردبیل کے پاس پہاڑون مین اس شہزادہ کی فوج کو غنیم کے یکایک آپڑنے سے شکست ملی اور شہزادہ نے وفات پائی تو اُسکے بیٹون مین پھر پھوٹ ہوگئی تیسرے بیٹے عمر شیخ کو صوبۂ فرغانہ ملا جو اپنے صدر مقام کوہ قند کے نام سے مشہور ہے۔

عمر شیخ بابر کا باپ تھا۔ یہ ایک بلند حوصلہ آدمی تھا اور اپنی سلطنت بڑھانے کی فکر مین رہتا تھا۔ مگر اُس کے خاندان کے، اور لوگون کے دلون مین بھی یہی حوصلے جوش زن تھے اور جب ۱۴۹۴ء مین ایک حادثہ سے اُس کی جان گئی تو اُسوقت مین وہ آخسی کے قلعہ مین محصور تھا جسے اُسنے اپنا دارالحکومت بنا رکھا تھا۔

اُسکا سب سے بڑا بیٹا بابر جو اس وقت پورے بارہ برس کا تھا اُن دنون آخسی سے چھتیس میل کے فاصلہ پر اندجان مین تھا۔ غنیم اندجان کی طرف بڑھا۔ بابر نے اپنے باپ کی موت کے دوسرے دن (۹-جون) بالاحصار پر قبضہ کرلیا اور حملہ کرنے والے سے معاملہ کرلینے کی فکر کی۔ اگر غنیم کے لشکر مین حسد اور پھوٹ نہ ہوتی تو بابر کو اس کوشش سے شاید ہی کچھ فائدہ ہوتا مگر یہ حسد اور پھوٹ اُسکے ایسی کام آئی کہ فرغانہ مین جو کچھ بچ رہا تھا وہ اُسکو پھر مل گیا گو خجند مرغنان اور اُراتوپ تین بڑے بڑے شہر اُسکے پاس سے نکل گئے۔

غنیم کے رخصت ہوجانیکے دو برس بعد تک یہ لڑکا چپ چاپ چھپا اپنی طاقت کو مضبوط کرتا گیا اور موقع کا منتظر رہا۔ جب سمرقند مین ابتری پھیلی تو وہان جھپٹ پڑا کہ یہ شہر اس زمانہ مین وسط ایشیا کا سب سے بڑا شہر تھا۔ نومبر ۱۴۹۷ء

مین اُسنے یہ شہر لے ہی کر چھوڑا - مگر چونکہ فوج کو لوٹ کی اجازت نہین دی اسلیے ہزارون آدمی اُسے چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے - مگر یہ قبضہ کیے ہی رہا - حتی کہ یہ خبر آئی کہ فرغانہ پر حملہ ہوا ہے تو مجبور ہو کر قبضہ چھوڑنا پڑا - اپنی روانگی سے کچھ پہلے سے وہ ایک سخت بیماری کی وجہ سے بہت ضعیف ہو گیا تھا اور جب آخر کار فرغانہ پہونچا تو پہونچتے ہی یہ سنا کہ اسکے دار الحکومت والون نے اپنے تئین غنیم کے حوالہ کر دیا - اب بابر بے بادشاہت کا بادشاہ رہگیا - اُسنے لکھا ہے کہ "اندجان بچانے کو سمرقند چھوڑا تھا - اب یہ کھلا کہ یہ بھی ہاتھ سے گیا اور وہ بھی نہ بچ سکا"

مگر وہ کوشش مین لگا رہا اور فرغانہ پھر لے لیا (اب یہ فرغانہ پہلے سے بہت چھوٹا رہ گیا تھا) اور پھر سمرقند پر چڑھائی کی - مگر اُزبکون نے اُسے محاصرہ اُٹھا لینے پر مجبور کر دیا اور چونکہ اُسکی اپنی سلطنت بھی اس عرصہ مین دوسرون نے چڑھائی کر کے فتح کر لی تھی اسلیے وہ اپنی جاے ولادت مقام کیش کی طرف چلا گیا - بہت سے خطرے اُٹھانے اور تقدیر آزمائیان کرنیکے بعد اُسنے یہ ٹھان لی کہ جو معدودے چند ہمراہی رہ گئے ہین اُنکو لیکر واپس آئے اور یکایک بیخبر سمرقند پر ٹوٹ پڑے - یہ بڑی دلیری کا ارادہ تھا کیونکہ اُسکے

کی جمعیت کی تعداد صرف دو سو چالیس رہ گئی تھی۔ اُسنے زور لگایا۔ ناکام رہا
پھر زور لگایا۔ کامیاب ہوا۔ وہ بالکل ٹھیک وقت سے پہونچا کیونکہ اہل قلعہ کا
آخری حصہ زیر ہوا ہی تھا کہ ؟ ازبکون کا سردار اس طرف اپنی فوج کے ہراول حصہ
کو لیکر سرپٹ گھوڑا مارے ہوئے آتا دکھائی دیا مگر اُسنے شکست کھائی اور بھاگ نکلا
لیکن بابر اپنی فتح کو قائم نہ رکھ سکا۔ موسم بہار مین ازبک فوج لیکر چڑھ آئے
اُن کو پسپا کرنے کے لیے بابر نے اپنی فوج شہر کے باہر نجارا کی سڑک پر بڑے
موقع سے جمائی کہ داہنی طرف کے پہلو پر دریاے کوہک حائل تھا۔ اگر وہ اسی
قناعت کرتا کہ اس موقع سے غنیم کی آمد کا انتظار کرے تو غالب تھا کہ غنیم کو لوٹ
جانے پر مجبور کر دیتا کیونکہ یہ موقع ایسی مضبوطی کا تھا کہ وہان سے ہٹانا بہت
مشکل تھا۔ لیکن اگرچہ اُسکی راے کے خلاف تھا مگر نجومیون نے یہ ترغیب دی
کہ اس موقع سے آگے بڑھ کر ازبکون کی فوج پر حملہ کیا جاے۔ جو لڑائی ہوئی اسمین
قریب قریب جیت ہی چکا تھا کہ آخر کار شکست کھائی اور شہر پناہ کے اندر پناہ لی
یہان آکر پانچ مہینہ تک تو جما رہا مگر آخر رسد نہ ملنے سے عاجز آکر دب نکلا۔ اُسے
یہ اجازت مل گئی کہ اپنے ساتھیون کو لیکر شہر سے نکل جاے۔ اور وہ پہلے تو آرام سے
گیا اور پھر وہ بھاگ گیا کہ یہ کام اُن اراتوپ کے خان وقت نے اُسکو عطا کیا تھا

تین برس تک ابن السبیل بنا پھرتا رہا۔ کبھی جنگلون مین خانہ بدوش مارا پھرتا تھا اور کبھی فوج کشی کرکے تخت چھین لیتا تھا۔ ہمیشہ خوش رہتا تھا اور اسی امید سے اسکا دل بڑھا رہتا تھا کہ آخر کار ضرور کامیابی ہوگی۔ اور ہمیشہ بہت ہمت اور مستعدی سے کام لیتا تھا۔ اُسنے کوشش کی کہ فرغانہ پھر لے مگر مجبور ہوا اور اس کوشش سے باز رہا۔ تب طرح طرح کی وضع کے دو تین سو آدمی لیکر خراسان پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ دیوانہ پن کی حرکت معلوم ہوتی تھی۔ مگر اُسکا دیوانہ پن بھی تدبیر سے خالی نہ تھا۔ اسکا حال کہ کس طرح اُسنے چڑھائی کی اور چڑھائی کا نتیجہ کیا ہوا ہم اب آیندہ مین بیان کرینگے۔

تیسرا باب

بابر کابل فتح کرتا ہے

اس زمانہ مین سلطنت کابل کے صرف دو صوبے تھے - کابل اور غزنین یعنے وہ حصہ ملک جسے شرقی افغانستان کہنا مناسب ہے - ہرات ایک ایسی خود مختار سلطنت کا دار الخلافت تھا جو اس زمانہ مین وسط ایشیا مین سب سلطنتون سے بہتر ہو رہی تھی - قندھار - بجاور - سوات اور پشاور مین وہ سردار حکمران تھے جنکو کابل سے کچھ علاقہ نہ تھا - صرف نشیبی ملک اور مفصلات کی وادیون کی قومین وہان کے بادشاہ کی تابع حکومت تھین - پہاڑی فرقے اس زمانہ مین بھی ایسے ہی خود سر اور سرکش تھے جیسے کہ اُن کی نسل والے قریب قریب زمانہ حال تک رہے ہین کابل مین اس زمانہ مین قریب قریب بدعملی کی سی حالت ہو رہی تھی - حاکم قندھار کے بیٹے محمد مقیم نے بادشاہ وقت عبدالرزاق (جو اُس ابوسعید کا پوتا تھا جسکا ذکر اس سے پہلے باب مین آچکا ہے) پر یکایک بخبر حملہ کرکے شہر سے نکال دیا تھا اور یہ شہزادہ (محمد مقیم) فکر مستقبل سے بے خوف اسطرح سلطنت کر رہا تھا کہ گویا سلسلے دنیا مین امن چین ہے اور کم سے کم اُسکی ذات کو تو کوئی خطرہ نہین ہے -

ہم لکھ چکے ہین کہ بابر نے اپنا خانہ بدوش زندگی سے عاجز آکر خراسان پر چڑھائی کرنے کا ارادہ مستحکم کر لیا تھا۔ چنانچہ اُسنے دجلہ عبور کیا اور یہان حاکم وقت سلطان خسرو کا بیٹا باقی اُس سے مل گیا۔ اجمیر کی طرف کوچ کیا اور کچھ دن وہان رہے۔ پھر یہ سن کر کہ مغل جو خسرو کے ملازم تھے باغی ہو گئے ہین بابر نے تالکان کا رخ کیا تاکہ یہان موقع جنگ اچھا ہاتھ آئے۔ ان دونون مقامات کے درمیان مین مغل مذکور اُس سے آملے اور یہ سنا گیا کہ سلطان خسرو اپنی بقیہ فوج لیکر کابل کیطرف جا رہا ہے۔ یہ دونون فوجین ایسی قریب قریب آگئین کہ دونوں کے سردارون کی ملاقات ہوئی اور ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ خسرو نے پورے طور سے اطاعت قبول کرلی اور اُسکی بیشمار فوج بابر کیطرف آئی۔ یہ قوت پاکر بابر نے کابل پر چڑھائی کی اور محاصرہ کرکے کابل لے ہی لیا۔ (اکتوبر سنہ ۱۵۰۴ع) اس طرح جو تقدیر نے یکایک پلٹا کھایا تو بابر ایک دم سے کابل اور غزنین کا بادشاہ ہوگیا کہ یہ سلطنت فرغانہ کی اس سلطنت سے کہین زیادہ قوی تھی جسے وہ میراث مین پاکر گنوا چکا تھا۔

بابر اپنی نئی سلطنت کے تخت پر بیٹھا ہی تھا کہ دریاے جہلم کے جنوب یعنے ہندوستان کی سرحد کے اندر صوبہ بھیڑا پر حملہ کرنیکے لیے بلایا گیا۔ یہ دعوت

اس درجہ اسکی خواہش کے مطابق تھی کہ انکار نہ کیا۔ اور جلال آباد کی طرف روانہ ہوا۔ جنوری ۱۵۰۵ء کا زمانہ تھا۔ سلطان بابر نے (جو اب اسی لقب سے پکارا جاتا تھا) اپنے روزنامچہ مین وہ خیالات لکھے ہین جو اسکے دل مین ایشیا کے اس بہارک حصہ کے اول مرتبہ دیکھنے سے پیدا ہوئے۔ کچھ شک نہین کہ حملہ آوری مین جو لوگ اُس کے قائم مقام ہوئے انکے دل مین بھی یہی خیالات پیدا ہوئے اور ان ہی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آگے بڑھتے آنے پر مستعد رہے۔ بابر لکھتا ہے "اس سے پہلے مین نے گرم ملک نہین دیکھے تھے ہندوستان کا ملک دیکھا تھا۔ اس سرزمین مین پہونچکر تو مین نے بالکل ایک نئی دنیا دیکھی ترکاریان پھولون کی پودے پھلون کے درخت وحشی جانور سب جداگانہ تھے مجھپر حیرت طاری ہوئی اور واقعی حیرت کی جگہ بھی تھی" پھر وہ درہ خیبر کو طے کرکے پشاور آیا اور دریاے انڈس عبور نہین کیا بلکہ کوہات بنگش تنو دشت مین ہوتا ہوا ملتان پہونچا۔ وہان سے چل کر کچھ دن دریاے انڈس کے کنارہ کنارہ چلتا رہا۔ پھر پچھم کی طرف مڑا اور چوتالی اور غزنین کے راستہ سے کابل واپس آگیا۔ کہا تو یہ جاتا ہے کہ یہ بابر کا پہلا حملہ ہندوستان پر تھا۔ مگر چونکہ وہ اس ملک کے کنارون ہی تک آیا اسلیے اس مہم کو ایک قراولی چال سمجھنا چاہیے

خیر وہ جو کچھ ہو اُسنے بابر کے دل مین شوق غالب کر دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو جتنا دیکھ چکا ہون اس سے زیادہ دیکھنا چاہیے۔

مگر مثل اور فاتحون کے جنھون نے ہندوستان کی جانب توجہ کی وہ اسے نہایت ضروری سمجھتا تھا کہ پہلے قندھار کی حکومت کو مضبوط کر لے۔ کچھ عرصہ تک اندرونی شورشون کی وجہ سے اس مہم مین دیر لگی۔ اور جب یہ شورشین فرد ہوئین تو بابر بیرونجات کے واقعات کی طرف متوجہ رہا۔ اُسکا پرانا دشمن شیبانی پھر سمرقند مین حکومت کر رہا تھا اور کچھ چھوٹی چھوٹی فتوحات حاصل کر کے بلخ کا محاصرہ کرنے آیا تھا۔ سلطان حسین مرزا والی ہرات کو اُسکے بڑھنے سے اندیشہ ہوا اور اُسنے بابر کے پاس ایک ایلچی بھیجا کہ اس غنیم پر حملہ کرنے مین میری مدد کیجیے۔ بابر نے فوراً تعمیل کی۔ اور جون ۱۵۰۶ء مین کابل سے چل کر کھمرد مین پہونچا اور وہان رسد جمع کرنیکو ٹھہر گیا۔ ابھی اس کام مین مصروف ہی تھا کہ ایک آدمی نے آکر خبر دی کہ سلطان حسین مرزا کا انتقال ہو گیا۔ وہ فوراً بڑھا اور آٹھ سو میل طے کر کے سلطان مرحوم کے لڑکون اور اُنکی فوج سے دریاے مرغاب پر جا ملا۔

سلطان کی جگہ اُسکے دو لڑکے مشترکاً فرمانروا ہوے تھے۔ بابر نے

انکو جیسا قابل اور ذکی پایا۔ مگر نازک مزاج اور عیش پسند تھے اور بالکل اس کام کے نہ تھے کہ شیبانی جیسے دلیر کا مقابلہ کرسکین۔ یہ لوگ تو لشکر مین رنگ رلیان منا رہے تھے اور شیبانی بلخ فتح بھی کرچکا تھا۔ کچھ حجت کے بعد ان دونون بادشاہون نے یہ فیصلہ کیا کہ فی الحال فوج برطرف کردی جاسے اور موسم بہار مین پھر از سرنو ابتدا کرین۔ جاڑا آچلا تھا۔ اگرچہ بابر کی راے اسکے خلاف تھی مگر اُسکے دونون میزبانون سے قبل اس پر راضی ہی کرلیا کہ ہرات مین ان لوگون سے ملاقات کرے۔ بابر نے جو اپنی سوانح عمری اپنے قلم سے لکھی ہے اسکے صفحے اس شاہی شہر کی شان وشوکت کے حالات سے بھرے پڑے ہین۔ بیس دن تک وہ ہر روز نئے نئے مقامات ملاحظہ کرتا رہا اور آخر ۲۴ دسمبر کو وطن کو لوٹ آنے کا ارادہ مصمم کیا۔

ہمارے ملک کے لوگ جنھون نے ۱۸۷۹-۸۰ء کی جنگ افغانستان دیکھی ہے وہ اچھی طرح سمجھ سکتے ہین کہ یہ سفر کس درجہ صعب اور دشوار تھا۔ مختصر یہ کہ ناممکن تو نہ تھا اور باقی ہر طرح مشکل تھا۔ یہ فاصلہ گرمی کے موسم مین بیس دن کے سفر سے طے ہوتا۔ پہاڑون کا راستہ اگرچہ گرمی مین زیادہ دشوار گزار نہین ہوتا مگر جاڑے کے موسم مین تو نہایت ہی دشوار گزار تھا۔ اسی موسم مین

بابر نے ایسی حالت مین کوچ کیا کہ چارون طرف برف باری ہو رہی تھی - خود
رہبر بنا اور بے انتہا جانکشی سے اپنی فوج کو خستہ اور تباہ حالت مین درہ زرین
پر پہونچایا - وہان پہونچکر تو بالکل ہی آس ٹوٹ گئی - شدت کا طوفان تھا - برف
بہت گہری جم گئی تھی - اور درہ اس قدر تنگ تھا کہ ایک آدمی سے زیادہ ایک
ساتھ نہ جا سکتا تھا - مگر بابر بڑھا ہی چلا گیا اور رات ہوتے ہوتے ایک ایسے
غار پر پہونچا جسمین چند آدمیون کے لائق گنجایش تھی - بابر کے مزاج مین جو
اعلی درجہ کا جوہر دریا دلی کا تھا اُسکے اقتضا کے بموجب اُسنے اپنے ہمراہیون
کو اس غار مین جگہ دی اور خود اُسکے دہانہ کے قریب ایک بیلچہ لیکر اپنے واسطے
برف مین ایک گڑھا کھود لیا - اسی عرصہ مین جو لوگ غار کے اندر گئے تھے
وہ جتنا آگے بڑھتے گئے اسی قدر غار کی وسعت زیادہ نظر آئی اور یہ معلوم ہوا
کہ اس مین پچاس ساٹھ آدمی پناہ لے سکتے ہین - تب بابر بھی داخل ہوا اور اپنے
ہمراہیون کے ساتھ جو تھوڑی سی رسد رہ گئی تھی اُسکے کھانے مین شریک ہوا دوسرے
دن صبح کو برف باری موقوف ہوئی اور ہولے تند ٹھہر گئی تو فوج آگے بڑھی
آخر کو ماہ فروری کے آخر مین کابل کے قریب پہونچے - مگر یہان آتے ہی
یہ سنا کہ شہر مین غدر ہو گیا ہے اور اگرچہ اہل قلعہ ابتک ثابت قدم مین مگر جات

بہت نازک ہو رہی ہے۔ بابر اس نازک وقت کے لیے طیار تھا۔ اپنے طرفداروں سے پیام سلام شروع کیے اور بہت خوبصورتی کے ساتھ یکایک بیخبری کی حالت مین پھر کابل لے لیا۔ باغیون کے ساتھ جو سلوک اُسنے کیا وہ انتہا درجہ کی رحم دلی کا تھا۔

اسی سال یعنے ۹۱۳ھ کے موسم بہار مین ازبکون نے سردار شیبانی خان (جو پہلے بابر کو سمرقند سے نکال چکا تھا اور بلخ پر حملہ کرکے فتح کرچکا تھا) نے خراسان پر حملہ کیا اور ہرات پر قبضہ کرلیا۔ قندھار جو ایکحد تک فرمانروایان ہرات کے مضافات سلطنت مین سمجھا جاتا تھا اُسپر میر ذوالنون بیگ (جو سلطان حسین مرزا کے تحت مین حاکم قندھار رہا) کے لڑکے قابض ہوگئے تھے۔ اُن لوگون نے شیبانی کے خلاف بابر سے مدد مانگی چنانچہ بابر قندھار روانہ ہوا۔ راستہ مین سلطان حسین کے نکالے ہوے گھرانے کے بہت سے متوسلین اسکے ساتھ ہوگئے۔ مگر اسکے قندھار پہونچنے سے پہلے ہی شیبانی خان نے ذوالنون کے بیٹون کو ایسا دبایا تھا کہ انھون نے اسکی بادشاہت قبول کرلی تھی چنانچہ انھون نے بابر کو اس حال کی اطلاع اس طریقہ سے کی کہ شبہ کرنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ بابر بھی معتقد ہوگیا کہ اب اسلحہ ہی کے زور سے اپنا حق لونگا۔

اُسکے پاس کچھ فوج بیشمار نہ تھی مگر اُسے اپنے آپ پر اور اپنی فوج پر بھروسہ پورا تھا - پہلے پہل قلات غلزئی مین اس صورت حال کے تغیر کی بو اُسکی ناک مین پہونچی تھی - وہین سے اُسنے تارناک کے عبور کی طرف کوچ بول دیا جب وہان اُسکے خیالات کی تصدیق ہوئی تو وہ جنگ کے خیال سے دریا کے کنارہ کنارہ بابا والی کی طرف بڑھا - (یہ مقام قندھار سے پانچ چھ میل کے فاصلہ پر ہے) - اور کالی شاد کی پہاڑی پر قبضہ کرلیا - یہان آرام کرنیکی نیت سے ٹھہر گیا اور اپنے رسد رسانون کو رسد فراہم کرنیکی غرض سے روانہ کیا - یہ لوگ لشکر سے چلے ہی تھے کہ غنیم کی فوج جسکی تعداد پانچہزار تھی شہر کی طرف سے ادھر بڑھتی ہوئی نظر آئی - بابر کے پاس کل جمع ایک ہزار مسلح آدمی تھے باقی رسد جمع کرنیکی فکر مین گئے ہوے تھے - مگر اُسنے سوچا کہ اب پس و پیش کا وقت نہین ہے - اپنے آدمیون کو حملہ روکنے کی ترتیب سے جما دیا اور حملہ کا منتظر رہا - اس حملہ مین خود ذوالنون کے بیٹے فوج لیکر بڑی جانبازی سے مقابلہ مین آئے مگر بابر نے نہ صرف انکو پسپا کرکے بھگا دیا بلکہ تعاقب کرکے انکو شہر سے الگ کردیا اور شہر مع تمام خزانجات کے بابر کو مل گیا - اس لڑائی مین بہت بیش بہا غنیمت ہاتھ لگی - مگر بابر قندھار مین ٹھہرا نہین - اپنے بھائی

ناصر مرزا کو وہاں کی حفاظت کے لیے چھوڑا اور خود کابل کو مراجعت کی اور جولائی سنہ ۱۵۰۷ء میں، وہ خود رقمطراز ہے بہت غنیمت اور بڑی ناموری کے ساتھ کابل پہونچ گیا۔

یہاں پہونچکر دم بھی نہ لینے پایا تھا کہ پھر یہ سنا کہ شیبانی خان قندھار کے سامنے آگیا ہے اور بھائی کو محصور کر لیا ہے۔ حیران ہوا کہ کیا کرے کیونکہ اتنی قوت نہ تھی کہ میدان میں شیبانی کا مقابلہ کر سکے۔ مگر چونکہ قدرتی طور سے مدبر واقع ہوا تھا اسنے فوراً یہ سمجھ لیا کہ اس وقت جو طریقہ میرے لیے سب سے زیادہ کارآمد ہوگا وہی ہے کہ یہ ظاہر کر دوں کہ جنگ کے لیے طیار ہوں تب بھی متذبذب رہا کہ یہ اظہار بدخشان کی طرف منسوب کیا جائے کہ وہاں سے سمرقند کی حالت مخدوش ہو جائیگی یا یہ کہ ہندوستان پر چڑھائی کیجائے۔ آخرکار یہی فیصلہ کیا کہ ہندوستان ہی پر چڑھائی ہو جس قدر جلد فیصلہ کیا تھا اسی سرعت کے ساتھ اس پر عمل بھی کیا اور دریاے کابل کے نیچے نیچے دریاے اندس کی طرف روانہ ہوا۔ مگر جلال آباد پہونچے چند ہی روز ہوئے تھے کہ یہ سننے میں آیا کہ قندھار والوں نے شیبانی کی اطاعت کر لی۔ یہ سنکر گویا اس مہم کا خاتمہ ہی [illegible] ہو گیا اور بابر کابل واپس آیا۔

آیندہ سات برس کے زمانہ مین اگرچہ واقعات بہت سے گزرے مگر انکا ذکر سرسری ہی طور پر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اس سات برس (۱۵۰۷ء لغایت ۱۵۱۴ء) مین بابر نے شمال کی جانب چڑھائی کی۔ ورغانہ پھر لیلیا اوزبکون کو شکست دی۔ بخارا و سمرقند فتح کرلیا۔ مگر اوزبک پھر لوٹ کر آئے اور بابر کو شکست دیکر ان دونون شہرون کے چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ انکو پھر لینے کی کوشش مین بابر نے غجدیوان مین شکست کھائی اور پھر حصار بھاگا۔ کچھ عرصہ بعد جب امید مین جان باقی نہ رہی تو وہ اوائل ۱۵۱۴ء مین پھر کابل واپس آگیا۔

اسکے بعد آٹھ برس اور ایسے گزرے کہ اس زمانہ کے واقعات بھی سرسری طور سے لکھنے کے ہین۔ اس زمانہ مین بابر نے پہاڑی افغانون کی سرزنش کی۔ سوات فتح کیا اور آخرکار ۱۵۲۲ء مین ایک صلحنامہ کی رو سے قندھار بھی اُسے مل گیا۔ قندھار پر قبضہ کرکے مع مضافات قندھار (جنمین اُس قسمی زمین کے بھی کچھ حصے شامل تھے جو دریاے ہلمند کے نیچے والے بہاو کے تواری

❊ مشرقی تاریخ مین دو مقام حصار کے نام سے مشہور ہین۔ ایک تو ہندوستان مین دہلی سے تقریباً سو میل جانب شمال واقع ہے اور دوسرا ایران کے صوبہ آذربیجان مین تخت سلیمان سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ جس حصار کا ذکر بیان کیا گیا ہے وہ دریاے دجلہ کے کنارے ملتان سے ایک سو تیس میل جانب شمالی و مشرقی واقع ہے۔

چلی گئی ہے) اپنی سلطنت مین ملا لیا۔

اس عرصہ مین ذوالنون کا فرزند اکبر جو پہلے قندھار مین حکمران تھا سندھ پر
چڑھ کر گیا اور فتح کر لیا اور بھکر کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ جون ۲۴ھ مین وہ
مر گیا۔ جب اسکی خبر شاہ حسن حاکم نرسا پور کو پہونچی تو اس شریف سردار نے کہ تیمور
کے گھرانے کا سچا جان نثار تھا فوراً بابر کی بادشاہت کا ڈنکا بجوایا اور سارے
سندھ کے ملک مین اسی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ مخالفت نوبت ہوئی۔ مگر
شاہ حسن نے سارا صوبہ زیر کر لیا اور بابر کو اپنا والی مان کر حکومت کرتا رہا۔ آخرکار
ھ مین وہ ملتان بلا یا گیا۔ اسکے قلعہ ملتان پر چڑھائی کی اور عرصہ تک محاصرہ
ڈالے رہنے کے بعد اگست یا ستمبر ۲۶ھ مین یورش کر کے قلعہ لے ہی لیا۔
اسی عرصہ مین ہندوستان مین بہت بڑے واقعات ہو چکے تھے۔ ۲۹۔ اپریل
سنہ مذکور کو جنگ پانی پت کی بدولت ہندوستان بابر کے ہاتھ آگیا تھا۔ بابر کے
اس ملک پر حملہ کرنیکے حالات بیان کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ بہت
مختصر طور پر یہ تذکرہ بھی کر دیا جائے کہ اس زمانہ مین جو لوگ یہان حکمران تھے
انکی کیا حالت تھی۔

چوتھا باب

بابر کے حملے ہندوستان پر

ہندوستان کی تاریخ کے مبتدائے زمانہ مین ایام سلف سے گیارھوین صدی کے آغاز کے محمود غزنوی والے حملہ تک جو حالت تھی اسکا بیان کرنا مقصود نہین ہے - واقعی بات یہ ہے کہ اس زمانہ کے حالات کی تفصیلی معلومات دنیا مین بہت کم ہین - یہ تو معلوم ہی ہے کہ اس ملک مین اٹک سے لیکر راس کماری تک بہت سی مختلف قومین آباد تھین اور وہ مختلف زبانین بولتی تھین - برہمن بودھ اور جین مذہب رائج تھے اور جو لڑائیان اوقات مختلف پر مختلف صوبون اور قسمتون کے بادشاہون مین ہوا کرتی تھین اُنمین سے اکثر مذہبی ہوتی تھین -

سب سے پہلے ۱۰۰۱ء مین محمود غزنوی کے حملہ سے اس نظام مین خلل واقع ہوا - لیکن اگرچہ محمود اور اُسکے غزنوی خاندان والے اور قائم مقام دہلی اور راجپوتانہ اور گجرات کی آخری حد تک پہونچ گئے تھے ان لوگون کی مستقل حکومت عملی طور پر پنجاب سے آگے نہین بڑھی - دریاے ستلج کے جنوب و مشرق کا

ملک برابر ہندو فرمانروایون کا تابع رہا۔ مگر ۱۱۸۶ء مین غوری خاندان نے
غزنوی خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ اس خاندان کا بانی مغربی افغانستان کے ضلع
غور کا رہنے والا تھا۔ یہ مقام شہر ہرات سے ایک سو بیس میل جانب جنوب و
مشرق کابل کے راستہ پر واقع ہے۔ ۱۲۰۶ء مین خاندان بھی نابود ہو گیا اور
خلجی یا غلجی خاندان قائم ہوا۔ اس گھرانے کے بادشاہ تینتیس ۳۳ برس تک دہلی
اور ان ممالک مغربی و شمالی کے نام سے مشہور تھے حکومت کرتے رہے
اور اپنے فتوحات کو بڑھا اور دکن کے آگے تک بڑھا کر ۱۳۲۰ء مین ترکی غلامون
کے تغلق خاندان کے لیے جگہ خالی کر دی۔ شاہان تغلق اسکا نام دینے کے
فن سے نابلد تھے۔ اکیانوے برس جو انھون نے سلطنت کی تو اس عرصہ مین
بہت سے صوبے دہلی کی مرکزی حکومت سے الگ ہو گئے۔ سلطنت حالت انحطاط
مین تو تھی ہی تیمور کا حملہ (۱۳۹۸ء) اور بھی اسکے حق مین سم قاتل ہو گیا۔ البتہ بارہ
برس تک بادشاہ وقت سلطان محمود کے پاس سلطنت باقی رہی۔ پھر کچھ عرصہ کے لیے
اس خاندان مین چلی گئی جسے کوئی شاہی حقوق حاصل نہ تھے۔ یہ خاندان جسے
اہل تاریخ سیدون کا خاندان کہتے ہین بڑے نام تقریباً تینتیس ۳۳ برس تک
شمالی ہندوستان پر حکومت کرتا رہا۔ مگر اس سلطنت مین کچھ اتفاق نہ تھا

اور لودی خاندان کے ایک طاقتور افغان نے موقع پاکر اپنے پاس قوت
جمع کرلینے کی کوشش کی۔

اس زمانہ مین ہندوستان مین مسلمانون کی حکومت کی یہ صورت ہوگئی تھی
کہ متفرق صوبون پر متفرق سردار مسلط تھے اور سچ پوچھیے تو یہ سب کے سب
کسی ایک فرمانروا کے تابع نہ تھے۔ سنہ ۱۴۵۰ء مین دہلی اور اُسکے آس پاس کے
تھوڑے سے ملک پر سیدون کے خاندان والے قابض تھے۔ دارالحکومت
کے چودہ میل کے اندر احمد خان میوات مین خود مختارانہ حکومت کرتا تھا۔
صوبہ سنبھل جواب روہیلکھنڈ کے نام سے مشہور ہے اور جو برابر شہر دہلی تک
چلا گیا ہے دریا خان لودی کے تصرف مین تھا۔ جلیسر جواب ضلع اٹہ ہوگیا ہے
عیسیٰ خان ترک کے پاس تھا۔ وہ ضلع جواب فرخ آباد کے نام سے مشہور
ہے راجہ پرتاب سنگھ کے پاس تھا۔ بیانہ داؤد خان لودی کے پاس تھا۔
لاہور اور دیپالپور اور سرہند پانی پت سے جنوب تک بہلول لودی کا قبضہ
تھا۔ ملتان جونپور بنگال مالوہ اور گجرات مین ہر جگہ الگ الگ اپنا اپنا بادشاہ تھا

ان مین سے بہت سے صوبون اور نیز اس مشرقی ملک پر جو مغربی
پہاڑ کے ٹھیک شمال مین واقع ہے سیدون کے خاندان کے زوال کے بعد

(۱۴۵۱ء لغایت ۱۴۸۹ء) بہلول لودی جو سلطان بہلول کے نام سے
مشہور ہوا فرمانروائی کرتا رہا - اسکے بعد اُسکا بیٹا سلطان سکندر لودی بادشاہ
ہوا اور بہار کو زیر کرکے بنگال پر حملہ کیا - مگر بالآخر صوبہ بنگال وہان کے بادشاہ
علاءالدین ہی کے پاس چھوڑ دیا اور اقرار کر لیا کہ اب کبھی بنگال پر چڑھائی
نکرونگا - اور وسطی ہندوستان کا بہت بڑا حصہ تاخت و تاراج کر ڈالا - جب
۱۵۱۷ء مین اُسنے وفات پائی تو اُسنے اس صوبہ کو جو اب پنجاب کہلاتا ہے
اور ممالک مغربی و شمالی (جسمین جونپور بھی شامل تھا) اور وسطی ہندوستان
اور مغربی بہار کو اپنی عملداری مین مجتمع کر لیا تھا - مگر سچ پوچھیے تو یہ اجتماع محض
برائے نام تھا - افغان سردار جنکو لودی سلطان نے ضرورت سے مجبور
ہوکر مختلف صوبے سپرد کر رکھے تھے ایک طرح پر ضرور اپنے بادشاہ کے ساتھ
ماتحت جاگیر کا تعلق رکھتے تھے مگر ہر سردار اپنے اپنے علاقہ مین پورا پورا
خودمختار تھا اور اپنے ہی احکام کی تعمیل چاہتا تھا -

اس انتظام کا نتیجہ یہ تھا کہ جب سلطان سکندر مرا تو بہت سے بڑے
بڑے سردار اس برائے نام ماتحتی کی بھی تاب نہ لاسکے اور سب سے
بالاتفاق یہ ٹھہرائی کہ اُسکے بیٹے ابراہیم کو صرف دہلی کی بادشاہت والا

کرین اور جونپور کو چھوڑ کر سلطان مرحوم کی باقی سلطنت آپس مین تقسیم کرلین۔
جونپور کا صوبہ ابراہیم کے چھوٹے بھائی کو دیدیا جائے کہ شاہ دہلی کے تابع
رہکر الگ بادشاہت کرے۔ مگر اپنے ایک عزیز خان جہان لودی کے سمجھانے سے
ابراہیم نے جو اجازت دیدی تھی اُس سے انحراف کیا اور اپنے بھائی کو جو جونپور
روانہ ہوچکا تھا واپس بلایا۔ بھائی نے واپسی سے انکار کیا۔ خانہ جنگی ہوئی
اور ابراہیم فتحیاب رہا۔ اپنے بھائی کے مرنے پر ۱۵۱۸ء مین ابراہیم نے
اپنے بلند حوصلہ سردارون پر اپنا رعب حکومت جمانا چاہا۔ انھون نے بغاوت
کی۔ اس نے بغاوت کو فرو کیا۔ مگر اس فتحیابی سے جو خلاف منشا کام اُسنے لیے
اُن سے بجائے اسکے کہ ناراضی کی آگ پر پانی پڑے بغاوت کے شعلے اور
بھڑک اُٹھے۔ صوبجات بہار اودھ و جونپور مسلح ہوکر اُٹھ کھڑے ہوے۔ پنجاب
نے بھی ان ہی کی تقلید کی۔ یہ خانہ جنگی بڑے جوش و خروش سے ہوئی اور
دونون طرف تقدیر پلٹے کھاتی رہی۔ جب یہ ابتری کی حالت انتہا کو پہونچ گئی
تو سلطان ابراہیم کا چچا علاء الدین بھاگا بھاگ بابر کے پاس پہونچا کہ وہ
اس زمانہ مین اضلاع قندھار پر مسلط بیٹھانے مین مصروف تھا۔ اور اُس سے
التجا کی کہ مجھے دہلی کے تخت پر بٹھا دیجیے۔ قریب قریب اسکے ساتھ ہی ساتھ

دولت خان حاکم لاہور جو ابراہیم کے فوجی سردار سے تنگ آگیا تو شاہ کابل کے
پاس یہ اور بھی زیادہ دلکش پیام پہونچا کہ میری مدد کیجیے تو اسکے صلہ مین آپ کو
اپنا بادشاہ مان لونگا - بابر راضی ہو گیا اور فوراً لاہور کی طرف روانہ ہوا -
ہندوستان کی اندرونی حالت کا جو نقشہ مین نے اوپر کھینچا ہے
اس سے امید ہے کہ ناظرین بخوبی سمجھ لینگے کہ محمود غزنوی کے حملہ کے بعد
جو پانچ صدیان گزرین انمین کیون کسی خاندان کی سلطنت اچھی طرح جڑ نہ پکڑ سکی
کیا غزنوی کیا غوری کیا تغلق کیا سید کیا لودی غرضکہ ہر خاندان کا جو جانشین ہوتا
وہ اپنے ہی فائدہ اور اپنے ہی ذات کے واسطے لڑتا جو بادشاہ برسر حکومت
ہوتا اسکے سردار بھی اس خصوص مین اپنے مالک ہی کی تقلید کرتے - غرض ہندوستان
اس طرح تاخت و تاراج ہو چکا تھا اور اُسکا کچھ حصہ جاگیردار سرداروں کے پاس
بھی تھا - ان جاگیرداروں پر اطاعت واجب تو تھی مگر اُسکا ادا ہونا نہ ہونا بادشاہ
کی طاقت اور لیاقت پر منحصر تھا - فاتح و مفتوح کی اغراض اس طرح ایک نہین کیجاتی
تھین جیسے انگلستان فتح ہونے پر وہان کے فاتح کی تھین - مسلمان لوگ گویا غیر
قومون کے غاصب بادشاہ تھے اور وہ غیر قومین اسوجہ سے اطاعت کر رہی
تھین کہ مقابلہ کا یارا نہ تھا - اُنکا خیال بھی نہ آتا تھا کہ جو خاندان برسر سلطنت ہو

اسلئے ساتھ ہمدردی کا مادہ انہین پیدا کیا جائے - فاتح لوگ اجنبی وارلئے - اور
اجنبی وارہے بھی - انکا قبضہ محض بیرونی تھا - رعایا کے دلون مین انکی محبت نے
جڑ نہین پکڑی تھی اور محض تلوار کے زور سے قبضہ قائم تھا - اس خصوص مین اس خاندان اور
اُس خاندان مغلیہ مین جسکا بادشاہ اکبر تھا اور جو ان خاندانون کے بعد بھی قائم ہو نیوالا
تھا زمین آسمان کا فرق تھا -

اُس سروار وی کی آمد کو چھوڑ دیجیے جسکا ذکر تیسرے باب کے شروع مین
ہوا ہے تو بابر کا پہلا حملہ ہندوستان پر ۱۵۱۹ء مین ہوا - بعض مورخ راوی
ہین کہ اسی سال دوسرا حملہ بھی ہوا - مگر غالباً فرشتہ کی یہ روایت صحیح ہے کہ یہ برائے
نام حملہ محض یوسف زئیون پر چڑھائی تھی کہ اسی کے سلسلہ مین بابر پشاور تک
بڑھ آیا تھا مگر دریاے انڈس کو عبور نہین کیا - بہرحال اسمین کچھ شک نہین کہ ۱۵۲۰ء
مین اُسنے پھر چڑھائی کی اور یہ چڑھائی تیسرے حملے کے نام سے مشہور ہے -
اس دفعہ بابر نے انڈس عبور کیا - جو حصہ ملک اب قسمت راولپنڈی کہلاتا ہے
اسکو طے کرکے دریاے جہلم عبور کیا - اور سیالکوٹ پہونچا مگر اُسے چھوڑ کر
سیدپور گیا اور اُسے تاراج کیا - دارالسلطنت کابل پر حملہ ہونے کے اندیشہ سے
اُسے یہان سے مراجعت کرنی پڑی -

تیسرے یلغار مین جو ناکامی ہوئی اُس سے بابر کو اب پورا یقین ہوگیا
ہندوستان کے کسی حملہ مین کامیابی اُس وقت تک یقینی نہین ہوسکتی کہ قندھار
مین اچھی طرح سے پاؤن نجم جائین - اس وجہ سے آیندہ دو تین برس تک
بابر اسی مین لگا رہا کہ اس حصن حصین پر تسلط بٹھالے اور غزنین اور خراسان کے
درمیانی ملک کو بھی اپنا کرلے - وہ ان صوبون پر عمدہ طور سے مسلط ہونے
مین کامیاب ہوا ہی تھا کہ علاء الدین لودی اور دولت خان حاکم لاہور کے
پیام پہونچے - دولت خان کا پیام سنکر اُسنے یہ فیصلہ کرلیا کہ ہندوستان پر چڑھا
حملہ کر ڈالے - ایک دفعہ پھر اٹک، جہلم اور چناب عبور کیے اور لاہور سے دس
میل کے اندر ہی اندر بڑھ آیا - یہان لودی خاندان کے طرفدارون کی فوج
سے مقابلہ ہوا اور اُسے شکست دی - بابر کی فوج کو لاہور غنیمت معلوم ہوا -
مگر یہان صرف چار دن ٹھہر کر آگے بڑھی اور دیپالپور پہونچکر یورش کی -
دولت خان اور اُسکے بیٹے بھی آن ملے - مگر ان لوگون کو جو انعامات عطا ہوئے
اُس سے اُنکی سیری نہ ہوئی اور اپنے نئے آقا کے خلاف سازش کرنی شروع کی
بابر دہلی جا رہا تھا - سرہند کے قریب پہونچکر اُسے ان لوگون کی کارسازیان معلوم
ہوگئین - اور اُسنے یہ قصد کر لیا کہ سردست آگے بڑھنا ملتوی کرکے کابل کو لوٹ جائے

چنانچہ ایسا ہی کیا۔ گرجانے سے پہلے پنجاب کو چھوٹے چھوٹے حصون مین تقسیم کرکے جن سردارون کی وفاداری پر اعتماد تھا اُن کے حوالہ کردیا۔

بابر ابھی انڈس پار اترا ہی ہوگا کہ پنجاب مین از سرنو ہل چل پڑگئی علاءالدین لودی جسے* دیپال پور کا ضلع ملا تھا یہان سے مایوس ہوکر اس امید پر کابل کو بھاگا کہ بابر خود آکر ہندوستان پر حملہ آور ہوگا۔ مگر بابر اس وقت اسکی یہ امید پوری نکرسکا کیونکہ اُزبک بلخ کا محاصرہ کیے لیتے تھے۔ تاہم علاءالدین کو کچھ فوج دیدی اور اپنے پنجاب کے سردارون کے نام حکم بھیجدیا کہ اُسکی مدد کرین۔ پھر بھی اس شاہزادہ کو اس چڑھائی مین ناکامی نصیب ہوئی اور پریشانی کی حالت مین لاہور سے پنجاب بھاگ آیا جس وقت یہ پنجاب مین پناہ گزین ہوا ہے بابر ہندوستان پر پانچوان حملہ کرنیکی طیاری کر رہا تھا۔

مین اس حملہ کے بہت ہی مختصر حالات لکھنے پر قناعت کرونگا۔ اپنے بیٹے ہمایون کو لیکر درہ خیبر سے اُترکر بابر پشاور مین آیا۔ دو دن وہان ٹھہرا۔ ۱۶ دسمبر کو انڈس عبور کیا اور بڑی تیزی کے ساتھ سیالکوٹ کیطرف بڑھا۔ ۲۹ دسمبر کو

---

* دیپال پور ضلع منٹگمری مین ایک قصبہ ہے جو لاہور سے چالیس میل جانب جنوب و مغرب واقع ہے۔ بابر کے وقت مین یہ بہت بڑا مقام تھا۔

وہان پہونچکر علاءالدین کے شکست پانے اور بھاگ جانے کا حال معلوم ہوا۔ مگر ہمت نہ ہاری اور دوسرے ہی دن صبح کے وقت پسرور کی طرف کوچ کیا۔ یہ مقام دریاے راوی کے کنارہ سیالکوٹ اور کالانور کے بیچون بیچ مین واقع ہے۔ وہان سے بیاس کی طرف بڑھا اور اُسے عبور کرکے ملوات کے مضبوط قلعہ پر چڑھائی کی کہ جس مین اُسکا سب سے پہلا حامی دولت خان پناہ گزین تھا۔ ملوات بہت جلد زیر ہوگیا۔ پھر بابر جالندھر دوآب مین ہوکر ستلج کی طرف بڑھا۔ اور جیسا کہ وہ خود لکھتا ہے "ہمت کی رکاب مین پانون رکھکر اور تائید ایزدی کی لگام ہاتھ مین لیکر" روپڑ کے پاس پار اُترا۔ وہان سے انبالہ ہوتا ہوا سرساوا[+] کے سامنے جمنا کنارہ آگیا۔ وہان سے دو منزل دریا کے نیچے کی طرف کو چلا۔ دو منزل اور بڑھکر پانی پت پہونچا کہ یہ مقام دہلی سے ترپن میل جانب شمال و مغرب واقع ہے۔ یہان پہونچکر مقام کیا اور فوج کی قلعہ بندی کی۔ اُس دن اپریل ۱۵۲۶ء کی بارھوین تاریخ تھی۔

* اس سفر کا مفصل اور دلچسپ حال بابر نے خود اپنی تزک بابری کے کئی صفحون مین لکھا ہے۔

** سرساوا دریاے جمنا کے جنوبی کنارہ پر سہارنپور سے دس میل کے فاصلہ پر مغرب و شمال کے درمیان کے گوشہ مین واقع ہے۔

نو دن بعد ابراہیم لودی فوج لیکر آیا (جسکی تعداد بابر کے اندازہ میں ایک لاکھ تھی) اور اس حملہ آور پر اُسی کے مورچوں پر آکر حملہ کیا - بابر لکھتا ہے کہ جب "جنگ شروع ہوئی تو آفتاب ایک نیزہ پر آگیا تھا - اور دو پہر تک جنگ برپا رہی کہ اس وقت غنیم بالکل ہی خستہ اور تباہ حال ہو گئے - یہ فتح ہر طرح پر شانی تھی - ابراہیم لودی نے بہادری سے ساتھ لڑتے ہوئے جان دی اور ہندوستان اس فاتح کے قدموں سے آلگا - اُسی دن بابر نے دہلی اور آگرہ پر قبضہ کرنیکے لیے فوج روانہ کی - دہلی میں ۲۴ - اپریل کو اور آگرہ میں ۳ - مئی کو حسب خواہ نتیجہ ظہور میں آیا - + +

× × تزک بابری میں یہ حالات لکھنے کے بعد کہ وہ کس طرح چھوٹی سی حالت سے ابتدا کر کے ہندوستان سے مبارک ملک کا فاتح بنگیا بابر لکھتا ہے کہ " میں اس کامیابی کو اپنی ذاتی طاقت کی طرف منسوب نہیں کرتا اور نہ یہ خوش تقدیری میری حسن تدبیر کا نتیجہ ہے بلکہ یہ سب خدا کی مہربانی اور رحم کے چشمہ سے مجکو ملا ہے - "

پانچوان باب

شمال و مغرب کے دو بڑے بڑے طاقت کے مرکزون کا مالک
بنکر بابر نے جو بڑا مدبر اور مآل اندیش تھا ہندوستان کی واقعی حالت کا جائزہ
لیا - فوراً اسکی سمجھ مین آگیا کہ مین شمالی ہندوستان کا مالک ہون اور بس یہی
کل کائنات ہے - اودھ جونپور اور غربی بہار کے بڑے بڑے صوبے ابراہیم
کے خلاف باغی ہوگئے تھے اور اگرچہ شہزادہ مذکور نے باغیون سے
مقابلہ کرنیکو فوج بھیجی تھی یہ بات یقینی تھی کہ اس نئے حملہ آور کے خلاف دونون
فریق ایک ہوجائینگے - پھر بنگال وہان کے بادشاہ نصرت شاہ کا تھا - گجرات
سکندر شاہ کے پاس تھا - مالوہ مین سلطان محمود کی حکومت تھی - تینون سلطنتین بڑی
طاقت ور اور خود مختار تھین - البتہ مالوہ کا ایک حصہ نامور ہندو راجہ رانا سانگا نے
پھر فتح کرلیا تھا اور اس حصہ مین قلعہ جات ذیل شامل تھے جو اس زمانہ مین
بہت مشہور تھے - رنتھمبور جو دریائے چنبل اور بنارس کے سنگم کے گوشہ پر
واقع ہے - سارنگ پور جو کالی سندھ کے کنارہ پر ہے - بھیلسہ جو بیتوا کنارہ
ہے - چندیری - چیتور - جنوبی ہندوستان مین بہمنی خاندان والون نے

بلوشاہت قایم کی تھی اور وجیانگر کا راجہ خودمختار تھا - بابر کو یہ بھی معلوم ہوا کہ
بہت سے راجہ اور ہلے ایسے بھی ہین کہ کبھی مسلمان بادشاہون سے زیر
ہی نہین ہوسکے۔

مگر یہ بھی بابر بہت جلد سمجھ گیا کہ ان معدودے چند راجاؤن کی خودمختاری
سے کوئی بڑی مشکل نہ پیش آئیگی - اصل مشکل یہ تھی کہ جو خاندان بابر سے پہلے
برسرِسلطنت رہے انھون نے ہندو رعایا کی تالیف قلوب نہین کی اسلیے وہ
لوگ اس حملہ آور کی دشمنی پر آمادہ تھے - ارسکین صاحب لکھتے ہین کہ ہندوستان
کے شمال مین اب تک بہت کچھ ہندوون کا نظام قائم تھا - گانون اور ضلع
کے انتظام اور حکومت کا وہی دستور چلا جاتا تھا - اسی طرح چھوٹے چھوٹے
سردارون کی جاگیرون یا چھوٹی چھوٹی مقامی حکومتون کی تقسیم قایم تھی - اور
ملکی انقلابات مین رعایا بہ نسبت اسکے جو دارالحکومت مین فرمانروا ہوتا تھا
اسی کا زیادہ خیال کرتی تھی جو خاص اُنکے اوپر برسرِحکومت ہوئے مختصر یہ کہ جو
کبھی ایسے خوش ترکیب نظام کا خیال اُنکو نہین آیا تھا کہ جو سب سے بڑی طاقت والے
ایک ہی مرکز سے چلتا ہو اسلیے جو سب سے آخر کا فاتح ہوتا تھا اُسے وہ ناخواندہ
مہمان سمجھتے تھے اور اسکی مخالفت ہی مین اپنا فائدہ سمجھتے تھے

پہلے شاہی خاندانون کے مسلمان وفادارون کی سازشون نے
اُس ہراس کو اور بھی بڑھا دیا جو ایسے نئے حملہ آور کے آنے سے پیدا ہوا تھا
جسکے مزاج اور عادات سے یہان کے لوگ بالکل بیخبر تھے - ان لوگون کی
حجت یہ تھی کہ اس حملہ آور مغل کی کامیابی کے معنی ہین ہم سب کی بربادی غرض
اُنھون نے کوئی دقیقہ ہندو رعایا کے دلون پر یہ جما دینے کا اُٹھا نہین رکھا
کہ ان وسط ایشیا کے وحشیون کی حرص وہوس سے نہ تمھارے مندر محفوظ
رہینگے اور نہ تمھاری بہو بیٹیان - ان فہمایشون سے جو ہراس دل مین سما گیا
تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ رحم دل اور فیاض حملہ آور آگرہ کی طرف بڑھا تو
ہندو لوگ بھاگ گئے کہ عزت جانے کا یقین ہو تو اُس سے جنگل کی مصیبتین ہی
اُٹھانی بہتر ہین -

بابر کو یہ مشکل اور آن پڑی کہ اسی زمانہ مین اُسکی فوج مین ناراضی پھیلی -
اس فوج مین زیادہ تر شرقی افغانستان کے بلند سلسلہ کوہ کے پہاڑی لوگ تھے
جب تک لڑائی کی امید رہی یہ لوگ خوشی خوشی اپنے بادشاہ کے ساتھ چلے
گئے - مگر پانی پت کی فتح سے سارا شمالی ہندوستان زیر ہو گیا تھا - دہلی سے
آگرہ کا سفر ویران ملک مین ہو کر کرنا پڑا - موسم ایسا تھا کہ ہمیشہ ہی سے زیادہ تپتا

سخت گرمی پڑتی ہے اور ستمبر تھا اس غضب کی گرمی پڑی تھی کہ معمولی طور سے جو ہر سال گرمی ہوتی تھی اس سے کہین بڑھی ہوئی تھی جیسے ہمارے شہزادہ چارلس کے پہاڑی فوج والے ۱۸۵۷ء مین شاکی ہو گئے تھے ویسے ہی یہ پہاڑی فوج والے بھی شاکی ہوے - یہ لوگ بھی اپنے پہاڑی وطن کو واپس جانے کے آرزومند تھے - یہ ناراضی کچھ سپاہیون ہی تک محدود نہتی سردار بھی شاکی تھے - اور یہ شکایتین اس درجہ بلند ہوئین کہ آخرکار بابر کے کانون تک پہونچ گئین -

بابر اپنی فتحیابی سے بہت خوش تھا - نہ گرمی اور نہ رعایا کی ناراضی اُس سے اس بات کو مخفی رکھ سکتی تھین کہ اُسنے ایشیا کا سب سے عمدہ سب سے زیادہ تر زرخیز اور سب سے زیادہ قابل قدر حصہ فتح کیا ہے - اُسنے اپنے عجیب وغریب تذکرہ (توزک بابری) کے بڑے بڑے چھپے ہوے میں سے زیادہ صفحون مین ایسی حالات لکھے ہین - اُسنے شروع یون کیا ہے "یہ بہت نادر ملک ہے اور ملکون کے مقابلہ مین یہ بالکل نئی دنیا ہے - اُسنے ایک ہی نظر مین یہ دیکھ لیا تھا کو فتح کے جو معنی وہ سمجھے ہوا تھا اُسکے پورے طور سے حاصل کرلینے کے لیے سندھ کا ضم ہونا باقی ہے اور آیندہ سے شاہ کابل کا خطاب شہنشاہ

ہندوستان کے بڑے خطاب سے دب کر رہے گا مختصر یہ کہ اپنے ارادہ
سے پلٹنا تو وہ جانتا ہی نہ تھا۔

اُسنے سب دقتون کا خیال کر لیا تھا اور یہ بھی سوچ لیا تھا کہ کیسے انکو رفع
کرنا ہوگا۔ چونکہ پورا کاروباری آدمی تھا اُسنے سب سے پہلے اس وقت کی
جانب توجہ کی جو واقعی سب سے بڑی تھی یعنی فوج کی ناراضی۔ اُسنے سردارون
کو جمع کرکے ایک جلسہ مین اصلی حالت کا مرقع دکھلا دیا اور یہ جتا دیا کہ دیکھو کیسی
کیسی شدید منزلین کرنے اور سخت لڑائیان لڑنے کے بعد یہ بیشمار زرخیز اور وسیع
صوبے ہاتھ لگے ہین۔ انکو چھوڑ کر کابل چلا جانا بڑی بے شرمی کی بات ہے۔
اپنی تقریر کے خاتمہ مین بابر نے کہا "جو شخص اپنے تئین میرا دوست کہتا
ہے وہ آیندہ سے ہرگز ایسی رائے نہ دیگا۔ لیکن اگر تم مین کوئی شخص ایسا
بھی ہے کہ کسی طرح ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہو اور واپسی کے خیال سے باز نہ آئے
تو وہ ابھی سے رخصت ہو جاوے" اس تقریر کا اثر حسب دلخواہ ہوا۔ اور جب
الفاظ کی جگہ افعال ہونے لگے اور نئے نئے وقوعے ہوئے اور نئی نئی کامیابیان
نصیب ہوئین تو ناراضی جاتی رہی۔ جوش پیدا ہو گیا۔

۱ بعض اپنے دوستون مین سے ایک شخص کو جسے گرمی بہت سخت معلوم ہوتی تھی اور جسے اسکی

بابر کی اس مستقل مزاجی کا صلہ ایک اور طریقہ سے بہت جلد مل گیا جب
یہان کے باشندون اور نوآباد مسلمانون اور ہندو زمینداروں اور تاجرون کو
یہ حال معلوم ہوا کہ بابر اپنا قبضہ مستقل طور سے رکھنا چاہتا ہے تو انکا ہراس
یکایک گم ہوگیا - اسی عرصہ مین اسکی فیاض اور شریف طبیعت کے بہت سے
ثبوت بھی مل گئے اور عوام کے دلون پر انکا بڑا اثر پڑا - روز بروز اسکے جھنڈے
کے نیچے لوگ جمع ہوتے گئے - دیہات والے اور دوکاندار اپنے گھرون کو
واپس آئے اور پھر لشکر مین چہل پہل ہوگئی - ابراہیم لودی نے جو فوج جونپور
اور اودھ کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجی تھی اسنے بھی تھوڑے ہی عرصہ
میں بابر کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا - اسی درمیان مین اپنی فوج سے عقلمندی سے
کام لیکر بابر نے رہیلکھنڈ کا بھی بڑا حصہ فتح کرلیا - جمنا کنارہ راپڑی کے
تاکہ پر اپنا تسلط بٹھایا اور اٹاوہ اور دھولپور کا محاصرہ کرلیا - مگر وسطی ہندوستان
مین کچھ دقتین اسکو پیش آنیوالی تھین اور اسطرف سے غافل رہکر بھی بن نہ پڑتی تھی

اسنے حاکم غزنین مقرر کردیا تھا اس زمانہ مین کہ یہان پانون خوب جم گئے تھے ایک قطعہ لکھکر بھیجا
تھا جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے :- بار خداوند کریم کا ہزار ہزار شکر کہ اسنے اپنی فیاضی سے سندھ
اور ہند اور بہت سی سلطنتین تجھکو بخشی ہین - اگر تجھسے گرمی برداشت نہ ہوسکے اور سردی کا
ارمان ہو تو بس یہ یاد کرلے کہ غزنین مین کیسا جاڑا اور پالا پڑتا ہے -

پڑ دیتین ۔ راناسانگا ۔ راناسے چتوڑ نے بڑی بڑی تحین ۔ مین یہ بیان کرچکا ہون
کہ کس طرح اس بڑے راجہ نے (جو ہر اعتبار سے بڑا کہلانے کا مستحق تھا) پہلے
کے مسلمان حملہ آورون سے ابتی مو ۔ رثی سلطنت کا بیش قرار حصہ واپس
لے لیا تھا ۔ سچ پوچھیے تو وہ اس سے بھی کچھ زیادہ کر گزرا تھا ۔ ابراہیم
لودی کو بکراول اور جتا دلی کی لڑائیون مین دو دفعہ برسر میدان شکست
دے چکا تھا اور اور سردارون کے مقابلہ مین تو سولہ لڑائیان جیت چکا
تھا ۔ بابر کے ہندوستان پہونچنے سے پہلے ہی رنتھنبور کا مشہور قلعہ اُسنے
لے لیا تھا ۔ اور یہ ملک گیری کا سلسلہ ہنوز جاری تھا اور رانا آگے بڑھا ہی
جاتا تھا ۔ اس وقت جس خبر سے بابر کو پریشانی ہوئی وہ یہ تھی کہ اس بڑے
راجپوت راجہ نے کندار کا قلعہ (جو رنتھنبور سے چند میل جانب مشرق
واقع ہے) لے لیا ۔

برسات کا موسم قریب اختتام آیا تو بابر نے جلسہ مشورت کیا کہ اس وقت
کے اور نیز آیندہ مشکلون کے رفع کرنیکی کیا تدبیر کیجاے ۔ اس جلسہ مین یہ طے
پایا کہ بابر کا فرزند اکبر ہمایون* جسکی عمر اسوقت اٹھارہ برس کی تھی پورب کی طرف

---

* ۔ مشہور تذکرہ جسے تزک بابری مین سند ہجری ذیل یادداشت ہمایون کی لکھی ہوئی ہے

روانہ ہوا اور دو آب اودھ اور جونپور مین تسلط بٹھلائے اور بابر خود آگرہ مین رہکر سب امور ملکی کی بذات خاص نگرانی کرے۔ رانا سانگا کے معاملہ مین یہ ٹھہری کہ پہلے نزدیک کے دشمنون کو زیر کرلیا جائے پھر اُس پر چڑھائی کی جاوے۔

ہمایون کو اس مہم مین پوری کامیابی ہوئی اُسنے بہار کی سرحد تک کا ملک فتح کرلیا۔ جب ۱۰-جنوری ۱۵۲۸ء کو وہ واپس آیا تو بابر نے بیانہ اور دھولپور زیر کرلیا۔ گوالیار کا قلعہ بڑی چال سے لے لیا۔ ملتان کے تسخیر ہوجانے کی بھی خبر آگئی۔ اب جو اڑس سے لیکر مغربی بہار کی سرحد تک اور کالپی اور گوالیار سے لیکر کوہ ہمالیہ تک بابر کی عملداری ہوگئی تو پھر وہ نامی رانا سے چتور رانا سانگا کی طرف متوجہ ہوا۔ ۱۱-فروری کو بابر نے آگرہ سے رانا کی فوج کے مقابلہ مین کوچ کیا۔ لودی خاندان کے مسلمان مددگار رانا سے مل گئے تھے۔ اُن کو لیکر

... ی مقام پہنچ امرا سے مقام شاہ آباد سے کہ دریائے سرستی کے داہنے کنارہ پر واقع ہے) ... بی بیتھ کے رستہ مین ملا ہے اور "آج ہی کے دن" (یعنی ۲۰-مارچ ۱۵۲۸ء) "ہمایون کی ... ری مین سفر مین استرا پہلی دفعہ لگا تھا چونکہ میرے والد مرحوم نے اس کتاب مین اپنے پہلی مرتبہ استرا لگنے کا ذکر لکھا ہے لہذا مین نے بھی اپنے شاہ تو اس واقعہ کے پیش آنے کی یادداشت بیان درج کردی۔ اس زمانہ مین میری عمر اٹھارہ برس کی تھی۔ اب کہ میری عمر چھیالیس برس کی ہے مین محمد ہمایون حضرت شاہنشاہی کی دست خاص کی لکھی ہوئی کتاب ... تو ذیل نقل کرتا ہون"

وہ بھی بڑھا - اور بیاور مین لشکر ڈالا - یہ مقام بیانہ سے تقریباً بارہ میل اور آگرہ
سے بیانہ ہوکر تقریباً باسٹھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے - بابر سیکری (جواب
فتحپور سیکری کے نام سے مشہور ہے) تک بڑھا چلا گیا اور وہان پہونچکر مقام
کیا - پہلے جو چھوٹی چھوٹی لڑائیان ہوئین ان مین راجپوت ہی نفع مین رہے
اور بابر کے سپاہیون مین بیدلی پھیل گئی اس وقت بابر نے اسی پر قناعت
کی کہ اپنے لشکر کو جہان تک ممکن ہوا ایسا مضبوط کرلیا کہ بخوبی حملہ روک سکے اور
ایک دستہ فوج کا میوات کے تاراج کرنے کے لیے بھیجدیا -

اپنے لشکر کے قفس مین گرفتار معاملات کی ردی حالت مستقل سے دلشکستہ
اور اس مجبوری کی بیکاری سے تنگ آکر بابر نے اپنی زندگی کے گزشتہ واقعات
پر نظر ڈالی اور بہت انکسار اور تاسف کے ساتھ یہ دریافت کیا کہ وہ قرآن مجید
کی ایک بڑے تاکیدی حکم کی جو شراب پینے کی ممانعت مین آیا ہے ہمیشہ خلاف ورزی
کرتا رہا ہے - اُسنے فوراً دل مین ٹھان لی کر اسکی اصلاح کرکے رہونگا اپنے
طلائی ساغر اور نقرئی صراحیان منگا کر اپنے سامنے تڑوا ڈالین اور چاندی سونا
بیچکر اُسکے دام غریبون کو خیرات کردیے - لشکر مین جسقدر شراب تھی وہ پینے کے
نکام کی تھی بازمین پر پھینکدی - اُسکے تین سو سردارون نے بھی اُسی کی تقلید کی

آخر کار یہ دیکھا کہ اب یہان زیادہ عرصہ تک ٹھہرنا ممکن نہین ہے تو بابر جا
کو دیل غنیم کی طرف بڑھ گیا اور وہان مقام کرکے دوسرے دن ایک ایسی
جگہ پر پہونچا جو اُسنے پہلے سے لڑائی کے لیے انتخاب کر رکھی تھی - یہان
اپنی فوج کے پرے جنگ کے لیے مستعد کرکے جما دیے - سولھوین تاریخ
کو راجپوت اور اُنکے رفیق بڑھے اور رن پڑا - بابر نے اس لڑائی کا دلکش اور
بالکل سچا حال اپنے تذکرہ مین لکھا ہے یہان صرف اسقدر لکھنا ہے کہ اُسے
ایسی صریحی فتح نصیب ہوئی ×کہ دوسرے ہی دن راجپوتانہ اُسکے قدمون کے
نیچے تھا - وہ بیانہ تک بڑھ گیا وہان سے میوات پہونچا اور سارے ملک کو
زیر کر لیا - اس فتح کا نتیجہ صرف یہی نہین ہوا کہ اُسنے اپنی ذاتی کوشش سے
ملک بڑھا لیا بلکہ دوآبہ کے وہ شہر جو باغی ہو گئے تھے آپ ہی مطیع ہو گئے اور
بابر کو مل گئے - جب دوآبہ مین بالکل امن ہو گیا تو بابر سب سے پہلے وسطی
ہندوستان کے ہندو راجاؤن کی طرف متوجہ ہوا - اس زمانہ مین چندیری
کا راجہ ان راجاؤن کا سردار تھا چندیری کے قلعہ (شہر اور قلعہ دونون

× رانا سانگا سخت زخمی ہوا اور اُسکی فوج کے چیدہ چیدہ سردار کام آئے - رانا نے مذکور نے
اُسی برس میواڑ کے سرحد پر مقام بسوہ مین انتقال کیا -

ایسے ہی نام سے مشہور ہین یہ پہونچکر بابر کو خبر ملی کہ پورب مین اسکے فوجی سردار بدنصیب رہے اور لکھنو سے تعاقب کی حالت مین بھاگ کر قنوج آنا پڑا - ہرچند کہ وہ جانتا تھا کہ یہ بیڈھب ہوئی ہے وہ اس خبر پر بھی مطمئن رہا اور چندیری کا محاصرہ بدستور قایم رکھا اور چند دن بعد قلعہ پر یورش کی - اس ملک کو زیر کر کے بابر نے فوراً پورب کیطرف کوچ کیا - اسکے شکست پاے ہوے فوجی سردار قنوج کے پاس مل گئے - وہین دریاے گنگا پر پل باندھا اور غنیم یعنی لودی خاندان کے پس ماندہ لوگون کو اپنے سامنے سے بھگاتا ہوا پھر لکھنو پر آکر مسلط ہوگیا اور گومتی اور گھاگرہ عبور کر کے بیدل غنیم کو بالکل منتشر کر دیا - وہان سے آگرہ واپس آیا اور رشتہ انتظام جسے سلجھاتا ہوا چھوڑ کر گیا تھا پھر ہاتھ مین لیا -

مگر بابر کو فرصت سے بیٹھنے کی مہلت نہ ملی جونپور کی قدیم مسلمانی جماعت اب تک اچھی طرح مطیع نہ ہوئی تھی - اور بہار کا زرخیز ملک جو جونپور سے ملا ہوا ہے اس پر اب تک حملہ ہی نہوا تھا - اب دونون صوبون کے مسلمان سردار ایک ہو گئے کہ لودی خاندان کے ایک شہزادہ کو جسنے بابر سے مقابلہ مین راناسانگا کو مدد دی تھی دونون صوبون کی حکومت متفقہ پر سرفراز

کرین - یہ سازش اسقدر چپکے چپکے ہوئی تھی کہ ۲۹ فروری ۱۵۲۸ء سے پہلے بابر کو اسکی خبر بھی نہ ہوئی - اس وقت وہ دھولپور مین تھا کہ یہ مقام اُسے بہت عزیز تھا - یہان اُسنے سردارون کے ساتھ باغات بنوا رہا تھا اور شہر کی تزئین و ترتیب مین مصروف تھا - اسی دن آگرہ واپس آیا اور جو کچھ فوج موجود تھی اُسے لیکر دوسرے ہی دن اپنے بیٹے عسکری کی فوج سے جا ملنے کی غرض سے روانہ ہوا - عسکری کی فوج کڑا* کے قریب گنگا کے داہنے کنارے پر موضع دوکی مین پڑی ہوئی تھی - ستائیس تاریخ کو بابر یہان پہونچا - عسکری کی فوج دریا کے دوسرے کنارہ پر پائی فوراً شاہزادہ کو ہدایت کی کہ ہم داہنے کنارہ چلتے ہین تم ہمارے ساتھ ساتھ بائین کنارہ پر بڑھے چلو -

بابر کو یہان جو خبر پہونچی تھی وہ کچھ تسکین بخش نہ تھی - غنیم کی فوج کی تعداد ایک لاکھ تھی کہ محمود لودی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئی تھی - اور اسکا ایک سپہ سالار شیرخان جسکا اُسنے اپنی خاص عنایات سے اعزاز بڑھایا تھا

* کڑا اب ویران ہو گیا ہے - قسمت الہ آباد کی ایک تحصیل مین واقع ہے - بابر اور اکبر کے وقت مین یہ مقام بڑی اچھی حالت مین تھا

باغیون سے مل گیا تھا اور اپنے حصہ فوج کے ساتھ بنارس پر قابض ہوگیا
تھا۔ محمود لودی اس متبرک شہر سے چھبیس میل کے فاصلہ پر چنار کا محاصرہ کیے
پڑا تھا۔

بابر فوراً آگے بڑھا۔ محمود لودی کو چنار کا محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کیا۔
شیر خان کو بھی بنارس خالی کر کے گنگا پار چلا جانا پڑا۔ بابر نے کرمنا سا ندی عبور
کر کے گنگا اور گھبر کے سنگم پر چونسہ مین پڑاؤ ڈالا۔ پھر وہان سے کوچ کر کے
غنیم کو آرہ تک بھگا لیگیا۔ یہان پہونچکر بہار کی بادشاہت لی۔ یہین خبر
معلوم ہوئی کہ اپنے تھوڑے سے ہمراہیون کے ساتھ محمود لودی نے
بادشاہ بنگال کے پاس پناہ لی ہے۔

نصرت شاہ بادشاہ بنگال کو محمود لودی کی بھتیجی بیاہی تھی۔ اُسنے بابر کے
ساتھ ایک طرح کا معاہدہ سا کر لیا تھا کہ کوئی بادشاہ دوسرے کی سلطنت پر حملہ
نہ کرے۔ مگر باوجود اس معاہدہ کے اُسنے سارن یا چمپا کے صوبہ پر تصرف
کر لیا اور اپنی فوج لیکر گنگا اور گھاگرا کے اتصال پر ایسے اچھے موقع سے
جم گیا کہ حملہ روکنے کے لیے بڑی مضبوطی ہوگئی۔ بابر نے بھی ٹھان لی کہ بنگال
کی فوج کو اس جگہ سے ہٹا کر چھوڑیگا۔ اُسے بہت جلد معلوم ہوگیا کہ اس حملے کے

حصول کی یہی ایک تدبیر ہے کہ جبر سے کام لیا جائے۔ اُسنے اپنی فوج کو چند حصون مین ترتیب دیا۔ چار حصے اپنے بیٹے عسکری کو جو گنگا کے بائین کنارہ پر تھا دیئے کہ گھاگرا اُتر کر غنیم پر چڑھائی کرو اور اُنکو وہان سے نکال کر گھاگرا کے اوپر کیطرف اُنکا تعاقب کرو۔ دو حصے خود اپنے ساتھ لیے کہ پہلے گنگا اُترین پھر گھاگرا اُتر کر غنیم کی فوج پر حملہ کرین اور اُسے اپنی جگہ سے اُکھاڑ دین۔ یہ دو طرفہ چڑھائی ۶۔ مئی کو ہوئی اور اسمین پوری کامیابی ہوئی۔ بنگال کی فوج کو خاطر خواہ شکست دی اور یہ فتح ہر لحاظ سے پورا فیصلہ کر دینے والی ہوئی۔ بالآخر بنگال سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ صوبہ جو اب مغربی بہار کے نام سے مشہور ہے بابر کو دیدیا جائے اور دونون مین سے کوئی بادشاہ ایک دوسرے کے دشمن کو مدد نہ دے اور ایک دوسرے کی عملداری مین دست اندازی نہ کرے۔

یہان تک میری رہنمای زیادہ تر اسی نامور کے لکھے ہوے تذکرہ سے ہوئی ہے جسکے مختصر کارنامے مین نے یہان درج کیے ہین۔ اب تھوڑا سا بیان اور باقی ہے۔ بہار کی لڑائی اور فتحیابی سے واپس آنیکے کچھ ہی عرصہ بعد بابر کی تندرستی خراب ہونی شروع ہوئی۔ یہ حالت چھپ تو

سکتی ہی نہتی۔ اُسکے فرزند اکبر ہمایون کو جو اس زمانہ مین بدخشان کا حاکم تھا اُس حال کی خبر پہونچی۔ شہزادہ نے وہان کی حکومت اپنے بھائی ہندال کے سپرد کی اور بعجلت تمام آگرہ روانہ ہوا۔ شروع سنہ ۹۳۶ھ مین پہونچا بہت آو بھگت ہوئی۔ اور اُسنے اپنی ظرافت طبع اور شریفانہ برتاؤ سے بہت سے دوست بنا لیے۔ چھہ ہی مہینہ یہان رہا تھا کہ سخت علیل ہوگیا جب علالت بڑھی اور شہزادہ کی جان کے لالے پڑے تو ایک امر ایسا وقوع مین آیا کہ اُس سے بخوبی تمام بابر کی بے ریا شفقت کا اظہار ہوتا ہے۔ تزک بابری کے تتمہ کے باب× مین اس واقعہ کو یون بیان کیا ہے۔

جب دوا سے شفا ہونے کی سب امیدون کا خاتمہ ہوگیا کچھہ کامل فن طبیب شہنشاہ سے شہزادہ کی ردی حالت کا ذکر کر رہے تھے۔ ابوالبقا نامی ایک شخص نے کہ اپنے علم و فضل کی وجہ سے بہت وقعت کی نگاہون سے دیکھا جاتا تھا بابر سے کہا کہ ایسی حالت مین بعض اوقات خدا سے ذوالجلال یہ منظور فرما لیتا ہے کہ جو قیمتی چیز کسی دوست کو سب سے زیادہ

× یہ باب مترجمون کا ایزاد کیا ہوا ہے۔ یہی واقعہ ارسکین صاحب نے بھی اپنی کتاب بابر اور ہمایون مین لکھا ہے

عزیز ہو اُسے دوسرے دوست کی جان کی عوض فدیہ دے - بابر نے کہا
میری جان ہمایون کو سب چیزون سے زیادہ عزیز ہے اور ہمایون کی جان
مجھکو عزیز ہے - لہذا مین بہت خوشی سے اپنی جان اپنے بیٹے کی جان پر سے
قربان کرتا ہون - اور خدا سے دعا مانگی کہ لے سب سے برتر میری اس قربانی
کو قبول فرما - اہل دربار بہت کچھ سمجھاتے رہے مگر نہ مانا - کہا جاتا ہے کہ بابر
اس ارادہ پر ثابت قدم رہا اور تین دفعہ مرنے والے شہزادہ کے گرد طواف
کیا اور جس سنجیدگی سے مسلمان قربانی ادا کرتے ہین اسی طرح یہ رسم پوری
کر کے الٹے ہٹا اور صدق دل سے دعا مانگی - تھوڑی دیر بعد سنا کہ بابر کہتا
ہے "مین نے لے لی - مین نے لے لی" مسلمان مورخ لکھتے ہین
کہ قریب قریب اسی لمحہ سے ہمایون اچھا ہونے لگا اور بابر کی طاقت اُسی
تدریج سے گھٹتی گئی - سنہ ۱۵۳۰ء کے آخر تک زندہ رہا - ۲۶ - دسمبر کو اپنی عمر
کے انچاسوین برس مین آگرہ کے قریب چار باغ مین جان آفرین کو جان
سپرد کی - اُسکی مرتے وقت کی وصیت کے مطابق اُسکی نعش کابل پہونچائی
گئی اور وہان شہر کے قریب ایک پرفضا مقام پر دفن ہوئی

دنیا کے مشہور فاتحون مین بابر کا نام بہت اونچی جگہ پر چمکتا نظر آئیگا -

اسکا طرز زندگی اسکا کامیابی کا باعث تھا۔ وسط ایشیا کی ایک چھوٹی سی برائے
نام سلطنت میراث مین پائی تھی۔ مگر جسوقت مرا ہے تو کرم ناسا اور دجلہ
اور نربدا اور ہمالیہ کے درمیان کا ملک سب اسی کا تھا۔ اسکی طبیعت نہبت
شگفتہ واقع ہوئی تھی۔ وہ فیاض تھا۔ اعتبار کرتا تھا۔ ہمیشہ دل بڑھا ہوا رکھتا
تھا۔ اسی لیے جن سے اُسے واسطہ پڑتا اُن کو اس سے محبت ہوجاتی۔
قدرت کی دلفریبی جس چیز مین ہوتی اس سے بہت متاثر ہوتا تھا۔ اپنی غیر
معمولی قابلیت مین ایسی افزایش کی تھی جو اُس زمانہ کے دستور سے کہین
بڑھی ہوئی تھی۔ اُسکی شفقت بڑے غلو کی ہوتی تھی اور اعلی درجہ کا روشن
خیال تھا۔ جنگ اور عزت سے عشق تھا مگر صلح کے فنون سے بھی بے پروا
نہ تھا۔ جن قومون کو زیر کرنا اُنکی حالت کا دریافت کر لینا اوپر فرض سمجھتا اور اُنکی بہبود
کی تدبیرین ایجاد کرتا رہتا۔ باغ اور عمارت اور موسیقی سے بہت شوق تھا اور شاعر
بھی کچھ معمولی درجہ کا نہ تھا۔ مگر سب سے بڑا جوہر اُسکی ذات مین وہ تھا جو اُس
شخص (حیدر مرزا) نے بتایا ہے جو بابر کو اچھی طرح جانتا تھا اور جسنے تاریخ
رشیدی مین اپنی راے کا اظہار کیا ہے۔ حیدر مرزا نے لکھا ہے کہ وہ اسکے
سب اوصاف اُسی کی فیاضی اور انسانیت کے سرچشمہ سے نکلے تھے۔

بابر فتح کرنے کے لیے تو بہت کافی زمانہ تک زندہ رہا مگر سلطنت کے استحکام کے لیے اسکا زمانہ زندگی کافی نتھا - پھر بھی فتح کرنے کا کام مشکل سے اس سے زیادہ بے لوث ہاتھون سے انجام پا سکتا تھا -

بابر نے چار بیٹے چھوڑے - محمد ہمایون مرزا (جو ۶ - اپریل ۱۵۰۸ع کو پیدا ہوا تھا اسکا جانشین ہوا) - کامران مرزا - ہندال مرزا - عسکری مرزا - اپنی وفات سے پہلے بابر نے خاص طور پر اپنے امرا کا ایک جلسہ منعقد کیا اور اسمین ہمایون کو اپنا جانشین بنا کر سب سے اسکی تقریب کی اور اُسے آخری وصیتین سنائین جن باتون پر بابر نے بہت زور دیا وہ یہ تھین - خدا اور بندہ دونون کے ساتھ اپنا فرض ایمانداری سے ادا کرنا - دیانت داری اور محنت سے عدل گستری کرنا - قصورارون کو سزا دینے مین اور جو نا واقف اپنی خطا پر نادم ہون اُنکے ساتھ نرمی کرنا اور رحم سے کام لینا - اور جو غریب اور بیکس ہون اُنکی حمایت کرنا - ہمایون کو بابر نے یہ بھی سمجھایا تھا کہ اپنے بھائیون کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آنا -

غرضکہ یہ نامور سردار جسنے خاندان مغلیہ کی بنیاد ہندوستان مین قائم کی تھی اور جسنے شمالی مغربی صوبے اور نیز کچھ وسطی صوبے اس جزیرہ نما کے

فتح کرکے خاندان مذکور کے لیے ہمیشہ کو اس ملک کا دعویدار رہنے کا حق عطا
کر دیا تھا مین اس زمانہ مین کہ اسکی مردانگی کا پھول کھلا ہوا تھا اس دارفانی
سے اُٹھ گیا۔ وہ بڑی خوبیون کا شخص تھا۔ مگر ہندوستان مین نہ اسکو اسقدر
مہلت ملی اور نہ ایسا موقع نصیب ہوا کہ جو ملک اُسنے فتح کیا تھا اسمین انتظام
مملکت کے وہ آئین جاری کرے جن سے وہ سب اجزا جو اب تک متفرق رہے
تھے سب آپس مین ملکر ایک ہو جائین - اسمین تو کچھ شبہہ ہے کہ باوجود بڑے
ہونے کے اسمین یہ قابلیت بھی اعلی درجہ کی رہی ہو کہ ایسے قوانین جاری کرے
جن سے اتفاق بڑھے - اُسنے کسی موقع پر ایسی قابلیت کا کوئی اظہار نہین
کیا - کیا کابل کیا ہندوستان دونون جگہہ وہ اسی طرز حکومت کا پابند رہا جو اُسکے
متقدمین فاتحون نے ایجاد کیا تھا - یعنی یہ کہ صوبجات و اضلاع مفتوحہ اپنے
متوسلین کو دیدیتا کہ وہ اُن پر اپنے اپنے طور پر حکومت کرین اور بذات خاص بادشاہ
کو جوابدہ رہین - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بابر مرا اسوقت ہندوستان کے وہ صوبے
جو اُسکو اپنا مالک جانتے تھے محض اسی تعلق سے ایک دوسرے کے ساتھ
وابستہ تھے - نہ اگرہ کو لکھنؤ سے کچھ علاقہ تھا نہ دہلی کو جونپور سے - بھاری بھاری
صوبون سے ملک کے وہ حصے الگ کر دیے گئے تھے جنہین مختلف قومین

بستی تھین اور جنکو آپسمین صرف اسی قدر تعلق تھا کہ سب کا بادشاہ بابر تھا۔ غرض بابر نے اپنے بیٹے ہمایون کو میراث مین ایسے ملک عطا کیے کہ اُنمین آپس مین کوئی رشتہ اتفاق اور اشتراک اغراض کا بجز اسکے نہ تھا جو بابر کی زندگی کے ساتھ وابستہ تھا۔ مختصر یہ کہ جب بابر مرا ہے تو مثل اور مسلمان خاندانون کے جو اُس سے پہلے گذرے تھے خاندان مغلیہ نے سرزمین ہندوستان مین بالکل جڑ نہ پکڑی تھی۔

چھٹا باب

ہمایون۔ اور اکبر کے ایام طفولیت

دلیر خوش مزاج ظریف طبع دل بہلانے والا صاحب اعلی درجہ کا تعلیم یافتہ فیاض اور رحم دل ہمایون اس کام کے لیے کہ سلطنت کی بنیاد ایسے اصولون پر جمائے کہ اسکو قیام ہو اپنے باپ سے بھی بڑھکر ناقابل تھا۔ اسکی بیشمار خوبیون کے ساتھ بہت سے خوبیون کے مٹا دینے والے عیوب بھی تھے۔ وہ تلون طبع نبک سر اور غیر مستقل تھا۔ ادائے فرض کا خیال اسکے دل مین راسخ نہ تھا اسکی فیاضی اسراف کے درجہ کو پہونچ جاتی تھی اور شفقت کمزوری کی حد تک بڑھ جاتی تھی۔ وہ اس قابل نہ تھا کہ کسی سنجیدگی کے کام مین اپنی توجہ تھوڑے سے عرصہ کے لیے بھی مصروف رکھ سکے۔ اور محتوی قوانین کے وضع کرنے کی نہ اس مین قابلیت تھی نہ رغبت۔ غرض باپ نے جو سلطنت میراث مین چھوڑی تھی اسکے استحکام دینے کے لیے بیٹ بھر کر ناقابل تھا۔

اسکی تخت نشینی کے بعد جو آٹھ برس گذرے اُن کے سوانح تفصیل کے ساتھ لکھنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اُسکا انتظام ایسا ابتر تھا او

ر قومین اُسکے زیر حکومت تھین اُنکے دلون مین اُسنے وقعت و اعتبار اس قدر
کم پیدا کیا تھا کہ جب اپریل ۱۵۴۰ء مین شیر خان سور نامی سردار (جسنے بابر
کی اطاعت کرلی تھی اور اب اُسکے اس بیٹے کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا تھا جسکی
جگہ وہ شیر شاہ۔ کے لقب سے بادشاہ ہوا) نے قنوج مین اُسے شکست
دی تو ساری بنی بنائی عمارت اُسکے ہاتھون مسمار ہوگئی۔ کچھ واقعات اور
بھی پیش آئے اور جنوری ۱۵۴۱ء مین تو ہمایون کو معدودے چند ہمراہیان
کے ساتھ ملک سندھ مین انڈس کے کنارہ جزیرہ بھکر کے سامنے
مقام روڑی مین پناہ لینی پڑی۔ جو میراث باپ سے ترکہ مین پائی تھی وہ
سب گنوا بیٹھا۔

ہمایون نے سب ملاکر ڈھائی برس سندھ مین بسر کیے اور ناحق اس
کوشش مین لگا رہا کہ اسی ملک مین اپنے پانْون جمالے۔ اُسکے یہان رہنے
کے زمانہ کا سب سے زیادہ قابل یادگار واقعہ یہ تھا کہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۵۴۲ء
کو اُسکے ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام اُسنے جلال الدین محمد اکبر رکھا۔ مین اُن واقعات
کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہون جو تاریخ ہندوستان مین ایسا انقلاب
عظیم پیدا کرنے کا باعث ہوئے

۱۵۴۱ء مین ہمایون کی فوج بھکر کا محاصرہ کیے ہوئے پڑی تھی ہمایون
کو اپنے بھائی ہندال کی نیت مین فتور معلوم ہوا - (ہندال کو اُسنے یہ مہم سپرد کی
تھی کر سہوان کے زرخیز صوبہ پر یلغار کرکے قبضہ کرے) - اور قصبہ پاتر مین جو
دریاے انڈس سے بیس میل جانب مغرب واقع ہے اُس سے ملاقات
ٹھہرائی - ہندال وہان مع اپنے سردارون کے موجود ملا اور پورے لوازم
شاہانہ کے ساتھ مراسم استقبال بجالایا - اس تقریب مین جو خوشیان ہوئین
تو ہندال کی مان نے جو ہمایون کی سوتیلی مان تھی ایک بہت بڑا جلسہ دیا
اور اُس مین امرا کی سب بیگمات کی دعوت کی - انہین ہمایون کی ایک لڑکی حمیدہ
کو جو اس سردار کی بیٹی تھی جو ہندال کا استاد رہا تھا خاص التفات کی نظر سے
دیکھا - وہ اسقدر متاثر ہوا کہ وہین پوچھا کہ اس لڑکی کی نسبت تو کہین نہین ہوئی
جواب ملا کہ بات چیت تو ہو گئی ہے مگر منگنی کی کوئی رسم ادا نہین ہوئی ہمایون
بولا کہ یہ صورت ہے تو مین اس سے شادی کرونگا ہندال کو یہ تجویز پسند نہ آئی
جانا پسند نہ آیا اور دھمکی دی کہ اگر ایسا کیجیے گا تو مین آپ کی خدمت سے
الگ ہو جاؤنگا - دونون بھائیون مین ایسا جھگڑا پڑا کہ افتراق ہی ہو گیا ہوتا
مگر ہندال کی مان کو یہ تعلق پسند تھا اُسنے زور لگایا اور ہندال کو ٹھنڈا کیا اور

دوسرے دن حمیدہ جس نے ابھی اپنی عمر کا چودھواں سال پورا کیا تھا ہمایون کی بیوی بن گئی۔ کچھ دنون بعد یہ دلشاد میان بیوی اسی لشکر مین آگئے جو بھکر کے سامنے پڑا ہوا تھا۔

مگر زمانہ ہمایون کی تدبیرون کے موافق نہ تھا۔ سب منصوبے بگڑتے گئے۔ آخر ۱۵۴۲ء کے موسم بہار مین اپنی کمسن بیوی کو لیکر مارواڑ کے ریگستانی بیابان مین پناہ لینے کو بھاگنا پڑا۔ اگست کے مہینہ مین جیسلمیر پہونچے۔ وہان کے راجہ نے ٹھہرنے نہ دیا تو بڑا ریگستان طے کرنا پڑا۔ سفر مین پانی کی قلت نے دم پر بنا دی۔ بہت دلیری سے مصیبتین جھیلتے ہوئے ۲۲۔ اگست کو ریگستان کے کنارہ امرکوٹ کے قلعہ پر پہونچے راجہ قلعہ مذکور شرط مہمانداری بجا لایا اور وہین ۱۵ اکتوبر کو حمیدہ بیگم کے بطن سے اکبر تولد ہوا۔ ہمایون چار دن پہلے ہی سے امرکوٹ سے ٹھٹھہ جون پر یلغار کرنے گیا ہوا تھا جب یہ خبر لے کے پہونچی اس وقت کی باتین لکھنے کے قابل ہین۔ اسکا ایک ساتھی لکھتا ہے کہ "جیسے ہی بادشاہ خدا کا شکر کر کے فارغ ہوے امرا پیش ہوے اور مبارکبادین گزرین۔ بادشاہ نے جوہر (مصنف تذکرۃ الواقعات) کو یاد فرمایا اور پوچھا کہ جسے تمھارے پاس کیا امانت

رکھا ہے۔ جوہر نے جواب دیا کہ دوسو شاہرخیان (خراسانی اشرفیان) اور ایک
چاندی کی پہونچی اور ایک نافہ مشک جہان پناہ نے میرے سپرد فرمایا تھا سو
انمین سے بھی شاہرخیان ۹ ور پہونچی تو جنکی تھین انکو واپس کردی گئین۔ تب
ہمایون نے حکم دیا کہ مشک نافہ لاؤ۔ اور ایک چینی کی تشتری پر اُسے توڑا اور اپنے
سردارون کو بلا کر تھوڑا تھوڑا سب کو تقسیم کر دیا کہ یہ تولد فرزند کی خوشی کا شاہی
تحفہ ہے۔ جوہر لکھتا ہے کہ اس واقعہ کی شمیم بھی تمام عالم مین پھیل گئی۔
لڑکا پیدا ہونے سے باپ کو کوئی فوری خوش قسمتی نصیب نہین ہوئی جولائی
سنہ ۱۵۴۳ء مین اُسے سندھ بھی چھوڑنا پڑا اور اپنی بیوی بچہ اور تھوڑی سی جمعیت
لیکر قندھار پہونچنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ شال پہونچکر معلوم ہوا کہ اُسکا
بھائی عسکری لشکر کثیر کے ساتھ قریب ہی پڑا ہوا ہے اور فوراً بھاگنے کی ضرورت
ہے۔ وہ اور اسکی بیوی تو طیار تھے مگر بچہ کا کیا کرین۔ ایک برس کی جان۔ اس
قابل نہین کہ گھوڑے پر ایسی تیزی کے سفر کا ایسی سختی کے موسم مین متحمل
ہوسکے۔ یہ سوچکر (اور یہ کچھ خلاف عقل بھی نہ تھا) کہ چچا بچہ کے ساتھ نوسنے چچے
نہ آئیگا یہی فیصلہ کیا کہ اسکو چھوڑ دیا جائے اور سب حشم خدم اور ساز و سامان
اور بچہ کی دائیون کو بھی یہین رہنے دیا جائے۔ یہ لوگ روانہ ہوے اور

کرنی سواری لیتے مع الخیر ایران کی سرحد مین داخل ہو گئے سلکے جاتے ہی
عسکری مرزا پہونچا - بھائی کے نکل جانے سے جو مایوسی ہوئی اُسے شیرین
کلامی سے چھپایا اور معصوم شہزادہ کی دلداری کی اور قندھار پہونچا دیا کو ہان کا
حاکم تھا - اور اپنی بیوی کے سپرد کیا اور جو اُسکی دایان تھین اُن کو بدستور
رہنے دیا -

۱۵۴۴ء مین پورے سال بھر یہ خرد سال شہزادہ اسی حفاظت
کی حراست مین رہا - مگر دوسرا سال شروع ہوتے ہی اُسکی حالت مین انقلاب
آیا اُسکے باپ کو شاہ طہماسپ نے کچھ فوج دے دی تھی اُسکی مدد سے
اُسنے مغربی افغانستان پر چڑھائی کی اور ریگستان کے بیچ مین ہوکر سیدھا قندھار
آیا - اس حرکت سے کامران گھبرایا اور اس خیال سے کہ کہین ایسا نہ ہو ہمایون
اپنے بیٹے کو نکال لیجاے اُسنے تاکیدی حکم بھیجا کہ لڑکے کو کابل پہونچادو جب
وہ رازدار افسر جنکی معرفت کامران نے یہ پیغام بھیجا تھا قندھار پہونچے تو
عسکری مرزا کے مشیرون نے جلسہ مشورت منعقد کیا تاکہ اس امر پر غور کرین
کہ اسکی تعمیل کی جاے یا نہین - بعض نے یہ سمجھکر کہ ہمایون کا ستارہ اب اوج
اقبال پر آگیا ہے یہ صلاح دی کہ لڑکے کو اعزاز کے ساتھ باپ کے پاس پہونچا دیا جاے

اور بعض نے یہ کہا کہ شہزادہ عسکری نے اپنے برادر اکبر کے ساتھ جو بدسلوکی
کی ہے اسکے بعد اب کسی بات سے صفائی نہین ہوسکتی اسلیے یہی بہتر ہے
کہ کامران ہی سے اچھے بنے رہین - ان ہی لوگون کی راے مانی گئی اور اگرچہ
جاڑا اکبر کے کابڑ رہا تھا یہ معصوم شہزادہ مع اپنی بہن بخشی بانو بیگم اور نوکر
چاکرون کے کابل پہونچا دیا گیا - راہ مین کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ
قافلہ والون کو اندیشہ ہوا کہ ہماری امانت ہم سے چھن نہ جاے مگر آخر کار
مع الخیر کابل پہونچ گئے اور کامران نے اپنے بھتیجے کو اپنی پھوپھی بابر کی
چاہیتی بہن خانزادہ بیگم کے سپرد کیا - اس نامور بیگم نے اُن دائیون اور
خادمون کو بدستور رہنے دیا جو معصوم شاہزادہ کے بچپن سے اُسکے
ساتھ تھے - اور جس قدر تھوڑے سے عرصہ کے لیے وہ نگران رہی
اُسنے غایت درجہ کی شفقت کا برتاو کیا - افسوس کہ اُسکی نگرانی کی مدت
چند ہی ماہ کی تھی - ہمایون نے جو آیندہ سال ماہ ستمبر ۱۵۴۵ء مین قندھار
تسخیر کر لیا تو کامران کو سخت پریشانی ہوئی - وہ تنگ مزاج اور حاسد آدمی تھا
یہ سمجھکر کہ اکبر اسکے قبضہ مین رہے گا تو ہمایون کے مقابلہ مین حرز کا کام
دے گا اُسنے اس لڑکے کو اپنی پھوپھی کے پاس سے نکلوا کر ایک اپنے

معتمد ملازم کوچ قلان نامے کے سپرد کردیا۔

مگر اس زمانہ مین واقعات پر واقعات ہوتے چلے جاتے تھے۔ ہمایون نے قندھار مین جب ضبط کر لی تو فوج لیکر کابل روانہ ہوا اور ماہ نومبر کے پہلے ہی ہفتہ مین شہر مذکور کے سامنے آگیا اور پندرھوین تاریخ کو وہان کے لوگون کے ہتھیار رکھوا لیے۔ کامران تو غزنین بھاگ گیا مگر باپ کو اتنی مدت کے بچھڑے ہوئے بیٹے کو گلے سے لگانے کی خوشی ضرور نصیب ہوئی۔ لڑکے کی مان حمیدہ بیگم تو سال آئندہ کے موسم بہار تک نہ پہنچ سکی۔ مگر کوچ قلان نکال دیا گیا اور شہزادہ کا پرانا اتالیق اتکہ خان* اپنی جگہ پر بحال ہوگیا۔

کچھ عرصہ تک تو یہ لڑکا بہت شان و شوکت سے رہا۔ مگر جاڑا آیا تو چونکہ ہمایون نے اس عرصہ مین صوبہ بدخشان لے لیا تھا یہ رائے قرار پائی کہ موسم زمستان کی سختی کے مہینے اس صوبہ کے قلعہ ظفر مین بسر کیے جائین۔ وہان کے راستہ مین ہمایون ایسا بیمار پڑا کہ جینے کے لالے پڑ گئے۔ دو مہینہ صاحب فراش رہنے کے بعد اچھا ہوا۔ مگر اسی عرصہ مین بہت سے سردار

* اسکا اصل نام شمس الدین محمد غزنوی تھا۔ ۱۵۴۰ء مین شیر شاہ سے جو لڑائی قنوج مین ہوئی تھی اس مین اسنے ہمایون کی جان بچائی تھی۔

یہ سمجھکر کہ اب اسکا وقت آگیا ہے اسکے بھائیون کے پاس چلے گئے تھے اور کامران نے اپنے خسر کی فوج سے مدد لیکر کابل پر اور کابل کے ساتھ اکبر پر بھی قبضہ کر لیا تھا - پہلا کام جو اس فاتح کابل نے کیا وہ یہ تھا کہ آتکہ خان کو نکالکر اپنا ایک خاص ملازم شہزادہ کے واسطے مقرر کر دیا -

مگر طاقت کا آنا تھا کہ ہمایون نے فوراً اپنا دار السلطنت لینے کے لیے پھر چڑھائی کی - کامران کی بہترین فوج کے ایک دستہ کو سواد شہر مین شکست دیتا ہوا آگے بڑھا اور کوہ اکبین پر جہان سے شہر بالکل سامنے پڑتا ہے ڈیرے ڈال دیے اور شہر پر گولے برسانے لگا - کچھ دن بعد گولہ باری ایسی سخت ہو گئی اور ایسا نقصان پہونچا کہ اسکے بند کرنے کی غرض سے کامران نے بھائی کو کہلا بھیجا کہ اگر گولہ باری بند نہ ہوگی تو مین خرد سال اکبر کو دیوار کے اوپر عین زد کے مقام پر بٹھا دونگا× - ہمایون نے گولہ باری بند کر دینے کا

× ابو الفضل نے اکبر نامہ مین لکھا ہے کہ شہزادہ واقعی بٹھا دیا گیا تھا اور حیدر مرزا ملا بدایونی فرشتہ سب اسی کا تتبع کرتے ہین - مگر بایزید نے جو موقع پر موجود تھا باوجود اسکے کہ اور سب واقعات کا ذکر اپنی سرگذشت مین بہت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اس واقعہ کا بالکل ذکر نہین کیا اور جوہر نے جو اپنے طور پر ایک تذکرہ ہمایون کی حالات کا لکھا ہے (جسکا ترجمہ میجر چارلس اسٹوارٹ صاحب نے ۱۸۳۲ء مین شایع کیا) اسمین یہ قصہ اسی طرح مذکور ہے جیسا کہ مین نے اس کتاب مین لکھا ہے -

حکم دیدیا مگر محاصرہ بدستور جاری رکھا اور ۲۸ - اپریل ۱۵۴۷ء کو فاتح بنکر شہر مین داخل ہوا - کامران رات ہی کو بھاگ گیا تھا -

کامران بدخشان کو بھاگا تھا وہان بھی ہمایون نے اُسکا پیچھا کیا - مگر جاڑے کا موسم آیا تو اسکے بعض بڑے بڑے سردار باغی ہوگئے اور اُسے چھوڑکر کامران سے جا ملے - ہمایون کبھی آگے بڑھ گیا کبھی پھر مراجعت کی - آخر ۱۵۴۸ء کے موسم گرما مین یہ طے کرلیا کہ ایک دفعہ پوری کوشش کرکے اپنی شمالی سلطنت پر تسلط کرلینا چاہیے - جون کے مہینہ مین اکبر اور اکبر کی مان کو ساتھ لیکر کابل سے روانہ ہوا - گلبھن پہونچکر اکبر اور اُسکی مان کو کابل واپس بھیجدیا اور خود تالکان پر چڑھائی کی اور کامران کو ہتھیار رکھدینے پر مجبور کردیا - اپنی شمالی سلطنت پر تسلط جمانے کے بعد ہمایون بادشاہ (کہ اب وہ اسی لقب سے مشہور تھا) کابل کو واپس آیا -

۱۵۴۹ء کے موسم بہار کے آخر مین پھر کابل چھوڑا اور مغربی کندز کے ملک مین بلخ لینے کی طیاری کی - مگر ازبکون نے پسپا کردیا تو ۱۵۵۰ء کے جاڑے بھر کے لیے پھر کابل آرہا - پھر ایک عجیب واقعہ پیش آیا - کامران جبکا ہمایون کے ساتھ بلخ کی مہم مین شریک نہ ہونا اصل مین اس ہزیمت کا

باعث ہوا تھا اور جو بعد مین کھلم کھلا باغی ہوگیا تھا ہمایون کی شکست کے بعد
دجلہ کے کنارہ بڑے زور شور سے لڑا اور ہمایون کے پاس اطاعت کا پیام
بھیجا - ہمایون نے اکبر کو کہ اس وقت آٹھ برس کا بچہ تھا کابل کی سلطنت سپرد
کی اور محمد قاسم خان بیرلاس کو اُسکا اتالیق مقرر کیا اور خود اپنے بھائی کی گرفتاری
کو دارالسلطنت سے روانہ ہوا۔ مگر ایسا غافل چلا کہ کامران اُسکی چالون کو
سمجھ گیا اور تنگنائے کپ چک کے سرے پر یکایک بیخبر آن پڑا اور اُسے
مجبورًا بھاگ کر پناہ لینی پڑی - اس طرح بھاگنے مین ہمایون بری طرح زخمی
ہوا تھا مگر خیر درہ سرطان کے سرے تک مع الخیر پہونچ گیا - یہان بہ نسبت
وہان کے محفوظ تھا - اس عرصہ مین کامران نے کابل پر چڑھائی کی اور تسخیر
کرلیا اور اکبر تیسری دفعہ پھر اپنے چچا کا قیدی بنا - ہمایون اس نقصان پر کان
دبا کر چپکا نہین ہو رہا اپنے جان نثارون کے دل بڑھا کر پھر پہاڑ طے کیے
اور شہر پر چڑھائی کی - شتر گردان پہونچکر دیکھا کہ کامران کی فوج مقابلہ کے لیے
طیار کھڑی ہے - کچھ دن بیکار صلح کے پیام ہونے کے بعد ہمایون نے
حملہ کا حکم دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہمایون کو پوری فتح ہوئی - کامران بھاگ گیا۔ کچھ دیر
تو ہمایون کو یہ اندیشہ رہا کہ مبادا کامران بھاگتے وقت اُسکے بیٹے کو بھی لیتا

گیا ہو۔ مگر شہر میں داخل ہونے سے پہلے ہی اُسے یہ دیکھکر بہت مسرت ہوئی کہ اکبر حسن اتکہ کے ساتھ کہ اب وہ اسی کی سپردگی مین تھا لشکر مین آن پہونچا اور دوسرے دن ہمایون شہر مین داخل ہوا۔

اس دفعہ جو یہ فتح ہوئی وہ ناطق اور دیرپا تھی۔ ہمایون نے جو انعام اور صلے تقسیم کیے تو اپنے بیٹے کو بھی فراموش نکیا۔ اکبر کو چرخ کا ضلع جاگیر مین مرحمت کیا اور محمد خان سیستانی کو اُسکا وزیر مقرر کیا اور اُسکی تعلیم بھی اسی کے سپرد کی۔ اگلے سال ہمایون کی دقتون کے اسباب ایک ایک کرکے دور ہوتے گئے۔ البتہ اگست ۱۵۵۳ء مین کامران ایک مرتبہ کچھ فوج لیکر آیا تھا مگر ایسے زور شور سے کھدیڑا گیا کہ ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہوگیا۔ مکہ کو جلا وطن کیا گیا اور چار برس بعد وہین وفات پائی۔ دوسرا بھائی ہندال مرزا اٹھارہ مہینہ پہلے ہی کامران کے تعاقب مین مارا جاچکا تھا تیسرا بھائی عسکری مرزا جو فطرتی طور پر دغاباز واقع ہوا تھا ۱۵۵۱ء مین مکہ کو جلا وطن کیا گیا اور اگرچہ اب تک بقید حیات تھا مگر کچھ نقصان نہ پہونچا سکتا تھا۔ جب بھائیون کا بکھیڑا پاک ہوگیا تو ہمایون تسخیر کشمیر کی طرف متوجہ ہوا۔

اور وہین ۱۵۵۸ء مین وفات پائی۔

اگر اسکے سردار اور لشکر والے اس مہم کے ایسے مخالف تھے کہ مجبوراً اپنی مرضی کے
خلاف اس سے باز رہنا پڑا - اٹک عبور کرنے پر قناعت کی - اٹک اور جہلم
کے درمیان ملک مین لشکر ڈالے پڑا ہوا تھا کہ حکم دیا کہ پشاور کے قلعہ کی مرمت
کی جائے - یہ مرمت کا ہے کو تھی از سر نو پہلے سے بھی بڑا قلعہ تعمیر کرنا تھا - اُس
زمانہ مین بھی ہمایون کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا خیال تھا اور وہ اس بات کا
آرزومند تھا کہ درون کے آگے ایک مامن ایسا بنائے کہ وہان سب فوج جمع
ہو کر آسکے - اُس نے کام ایسے زور شور سے جاری کرایا کہ اسی سال ۱۵۵۳ء
کے آخر مین قلعہ بنکر طیار ہو گیا - تب ہمایون کابل واپس آیا - اور جاڑے
اور گندہ بہار کے موسم مین ہندوستان مین اس نازک وقت کا سامان جمع
ہو گیا جس سے ہمایون کو اپنے منصوبے پورے کرنے کا موقع ملا -

ابراہیم خان کو آگرہ سے بیس میل دور مقام فرح پر شکست دی اور دہلی پر چڑھائی کی
اور قبضہ کر لیا - وہ جونپور اور بہار لینے کے لیے یلغار لیجانیکی طیاری کر ہی رہا تھا
کہ اُس خطرہ کی خبر پائی جو کابل کیطرف سے آنیوالا تھا -

جو واقعات اسکے بعد ظہور مین آئے اُن کے نتائج البتہ بڑے بڑے
ہوے - نومبر ۱۵۵۴ع مین ہمایون ایک مختصر سی فوج لیکر کابل سے انڈس
کی طرف روانہ ہوا مگر جیسے جیسے وہ آگے بڑھتا گیا فوج کی تعداد بھی زیادہ
ہوتی گئی - اکبر بھی ساتھ تھا - ۲ جنوری ۱۵۵۵ع کو دریاے انڈس عبور
کر کے ہمایون راولپنڈی آیا اور وہان سے دریاے راوی کے آگے کی طرف
لاہور پہونچا - یہان پہونچکر فوج کی تقسیم کی - اپنے سب سے بہتر سپہ سالار
بیرم خان کو جالندھر مین بھیجا اور خود لاہور پر چڑھائی کی اور وہان سے اپنے
خاص دوست ابو المعالی کو دیپال پور لینے کے لیے روانہ کیا کہ یہ مقام اس
زمانہ مین بڑے موقع کی جگہ سمجھا جاتا تھا کیونکہ ملتان اور دار السلطنت کے درمیان
کا جو ملک تھا وہ سب اسی کے ذیل مین پڑتا تھا -

داروداتون کا تار بندھ گیا - بیرم خان نے سکندر شاہ کے سپہ سالارون
کو ستلج کنارے مچھی واڑہ مین شکست دی اور سرہند پر چڑھا چلا گیا - سکندر اس

انیدھن کی یہان اسکا کام تمام کر دونگا۔ بہت بڑی فوج لیکر بعجلت تمام اس
طرف آیا۔ بیرم مورچہ بند ہو بیٹھا اور ہمایون کو کمک کے واسطے لکھا۔
ہمایون نے خردسال اکبر کو بھیجدیا اور کچھ دن بعد خود بھی روانہ ہوا۔ سکندر انکے
پہونچنے سے پہلے ہی پہونچ گیا تھا مگر حملہ کرنے مین پس و پیش کر رہا تھا۔ اس
پس و پیش نے اسکو ڈبویا۔ ہمایون نے پہونچنے کے ساتھ ہی چوطرفہ لڑائی ڈالدی
اور پوری فتح پائی۔ سکندر شاہ سلسلہ کوہ سیوالک مین بھاگ گیا اور ہمایون اپنی
تنجاب فوج کے ساتھ دہلی روانہ ہوا۔ ۲۳۔ جولائی کو وہان قبضہ کر کے
ایک دستہ فوج کا رہیلکھنڈ کے تاراج کرنے کو بھیجا اور دوسرا دستہ آگرہ
پر تسلط کرنے کو روانہ کیا۔ ابوالمعالی کو تسخیر پنجاب کے لیے پہلے ہی سے
بھیج رکھا تھا۔

مگر ابھی ہمایون کی مصیبتون کا خاتمہ نہین ہوا تھا۔ محمد شاہ عادل کے
وزیر اعظم اور سپہ سالار ہیمو نی تخت بنگال کے چھوٹے دعویدار کو جو ممالک
مغربی و شمالی پر حملہ آور ہوا تھا جمنا کنارہ کالپی کے قریب شکست دی تھی اور اب
یہ قابل سردار دہلی پر چڑھائی کرنے کی طیاری کر رہا تھا۔ سکندر شاہ نے سرہند
مین شکست کھائی تھی مگر اب پنجاب مین وہ بھی پر پرزے نکالنے لگا تھا۔ ان

معتقبون کا مقابلہ کرنے کو ہمایون نے اپنا قیام تو دہلی ہی مین رکھا اور پنجاب کے معاملات کو رو براہ کرنے کے لیے اکبر کو مع لسکے اتالیق بیرم کے روانہ کیا ہم پہلے اکبر کا حال لکھینگے۔ یہ شہزادہ شروع جنوری ۱۵۵۶ء مین سرہند پہونچا۔ یہان اُس سے وہ بہت سے سردارآن ملے جو اسکے باپ کے عزیز دوست ابو المعالی کے تکبر کی وجہ سے بیزار ہو گئے تھے اور انکو لیکر اُسنے مقام پھلور پر دریاے ستلج عبور کیا اور ضلع کانگڑہ مین مقام سلطان پور کی طرف بڑھا۔ اور وہان سے ہریانہ تک سکندر شاہ کے تعاقب مین گیا۔ وہان پہونچکر دوسرے ہی دن صبح کے وقت خبر آئی کہ ہمایون پر ایک حادثہ جانکاہ گزرا ہے آگے کا کوچ ملتوی کیا اور کالانور کی طرف روانہ ہوا کہ جب تک کچھ اور خبر نہ آئے وہین قیام رہے۔ اس مقام کے قریب ہی پہونچا تھا کہ ہمایون کا لکھا یا ہوا ایک خریطہ ملا کہ جلد صحت ہو جانے کی امید ہے مگر تھوڑی ہی دیر مین ایک ہرکارہ اور آیا اور یہ خبر لایا کہ بادشاہ سلامت نے انتقال فرمایا۔ اکبر فوراً بادشاہ بنا دیا گیا۔

یہ وقت ایک ایسے لڑکے کے لیے بہت نازک تھا جسے دنیا مین آئے صرف تیرہ برس چار مہینے ہوے تھے۔ البتہ وہ پنجاب پر مسلط تھا سرہند

دہلی - اور شاید آگرہ بھی اُسکے متوسلین کے تحت مین تھے مگر وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ہیمو
کا دل وہ فتحیابیون سے (دوسری فتح ایک اور چھوٹے دعویدار سلطنت کے مقابلہ
مین ہوئی تھی) بڑھا ہوا ہے اور وہ پچاس ہزار فوج اور پانسو ہاتھی لیکر آگرہ
کی طرف آرہا ہے اور کھلم کھلا اس ارادہ سے آتا ہے کہ محمد شاہ عادل کی سلطنت
بدستور قائم کردے - یہ مصیبتین کیا کم تھین کہ کچھ دن بعد یہ بھی خبر آئی کہ باپ
نے کابل مین جو نائب السلطنت مقرر کیا تھا وہ باغی ہوگیا ہے -

ہمایون اس زینہ سے گرکر مرا تھا جو دہلی کے محل مین کتب خانہ کی چھت
پر جانے کے لیے بنایا ہے - چار دن زندہ رہا مگر اس مدت مین بھی زیادہ وقت
بیہوشی مین گزرا اور ۲۴ - جنوری کو شام کے وقت اپنی عمر کے اڑتالیسوین برس
اس دار فانی سے کوچ کیا - تردی بیگ خان نے جو اس وقت سرداران
موجودہ دار السلطنت مین سب سے بلند مرتبہ تھا اور گویا حاکم شہر بھی تھا وہان
کے کاروبار سلطنت کو سنبھالا - اُسنے پہلی ہوشیاری یہ کی جب تک اکبر کی جانشینی
مستحکم طور سے نہ ہولی اس حادثہ کو عوام الناس سے چھپائے رکھا اور اکبر
کو فوراً مفصل حالات لکھکر روانہ کیے - بڑی عقلمندی کی تدبیر سے اُسنے سترہ
دن تک بادشاہ کی وفات کی خبر فاش نہ ہونے دی - پھر ۱۴ - فروری کو اکبر کے

ساتھ جامع مسجد مین جاکر اکبر کے نام کا خطبہ پڑھوایا - دوسرا کام یہ کیا کہ شاہی مہر و تاج سلطنت وغیرہ بیگیون کو خدام شاہی کے ساتھ نئے بادشاہ کے حضور مین پنجاب بھیجدیا کہ لشکر شاہی مین پہونچا دین اور ہمایون کے بھائی کامران کے بیٹے کو بھی ساتھ کر دیا کہ شاید کوئی دعویدار سلطنت ہوتا تو یہی ہوتا - ان باتون سے فراغت پاکر تردی بیگ دارالسلطنت کے استحکام مین مصروف ہوا تا کہ ہیمو کے حملہ کی جو خبر گرم تھی اُس سے محفوظ رہے -

آٹھوان باب

اکبر کا اپنے باپ کے تخت کے واسطے لڑنا

ہم پہلے لکہ چکے ہین کہ اکبر جس وقت اپنی فوج لیکر قصبہ کالانور مین داخل ہو رہا تھا اُسی وقت باپ کے وفات کی خبر ملی تھی اُس وقت کابل کی بغاوت کی کچھ خبر نہ تھی۔ نہ اکبر کے اتالیق بیرم خان نے دل مین یہ خیال کیا تھا کہ ہیمو دہلی پر چڑھائی کرنے والا ہے۔ غرضکہ پہلے چند روز تک تو یہی معلوم ہوا کہ بس ایک ہی حریف سے مقابلہ کرنا ہے۔ اور وہ حریف کون۔ وہی سکندر شاہ جسکی سرکوبی کو باپ نے اُسے پنجاب بھیجا تھا۔ یہ سکندر شاہ ہنوز مستعد جنگ تھا اور بہت آہستگی کے ساتھ کشمیر کی طرف کو ہٹتا جاتا تھا۔ اسلیے اس خرد سال بادشاہ اور اُسکے اتالیق نے یہ سمجھا کہ پہلا کام یہی کرنا چاہیے کہ پنجاب پر تسلط جما لیا جاے اور یہ کام اسی طرح بن پڑیگا کہ سکندر شاہ کا تعاقب کیے جاین چنانچہ کالانور سے فوج چلی اور سکندر کو بھگاتی ہوئی آگے بڑھی اور یہانتک تعاقب کیا کہ وہ کوہ سیوالک کے سلسلہ مین مان کوٹ کے قلعہ مین جاکر پناہ گزین

ہوا چونکہ مان کوٹ کا قلعہ بہت مضبوط تھا اور ہندوستان اور کابل دونوں جگہ سے ناموافق خبرین پہونچ چکی تھین سردارون نے اسی پر قناعت کی کہ کچھ فوج قلعہ کا محاصرہ رکھنے کے لیے چھوڑ دی اور جالندھر کو مراجعت کی۔

یہ وقت واقعی بہت نازک تھا۔صرف کابل ہی مین بغاوت نہین ہوئی تھی بلکہ ہیمو نے بھی جسکی فوج ہر قدم پر بڑھتی ہی جاتی تھی بغیر لڑے بھڑے آگرہ لے لیا اور وہان سے قلعہ کی بھاگی ہوئی فوج کا پیچھا کرتا ہوا دہلی کی طرف بڑھا۔دوسرے دن خبر آئی کہ ہیمو نے دہلی کے پاس مغلون کی فوج کو شکست دی اور دہلی پر قبضہ کر لیا۔تردی بیگ بھی کچھی فوج کو لیکر سرہند کی طرف بھاگ گیا۔

یہ ضروری بات نہین ہے کہ جہان بہت سے صلاح کار جمع ہون وہان ہمیشہ عقلمندی ہی سے کام ہوتے ہون۔جب اکبر نے ہیمو کی کامیابی کا حال سنا تو اپنے جنگ آزما سردارون کو جمع کر کے صلاح پوچھی۔سوائے ایک شخص کے سب ہی نے تو یہ رائے دی کہ کابل لوٹ چلنا چاہیے۔یہ تو یقینی بات ہے کہ آپ کو اپنا پیارا دارالسلطنت پھر ملجائیگا۔بس جب تک ایسی صورت نہ نکلے کہ ہندوستان پر نئے سرے سے حملہ کرنے کا موقع ہاتھ آئے

مین جمے بیٹھے رہین - بیرم خان نے بڑے شد و مد سے اس رائے کی مخالفت
کی - اُس نے اسپر اصرار کیا کہ فوراً ستلج عبور کرکے سر ہند مین تردی بیگ سے
جلکر مل جاؤ - اور پھر وہان سے فی الفور ہیمو کے مقابلہ مین بڑھو - اُسنے کہا
کہ دہلی دو دفعہ لی ہے اور دو ہی دفعہ کھوئی ہے اب تو چاہے جو کچھ جوکھون
اٹھانی پڑے اُسے پھر جیت کر رہنا ہے - دہلی سے قسمت کا فیصلہ ہوگا کابل
سے نہوگا - دہلی کا مالک ہوے پیچھے کابل کا لے لینا کچھ بڑی بات نہین
ہے - اکبر کی بھی رائے اپنے اتالیق کی صلاح کے موافق ہوئی اور فی الفور ستلج
عبور کرنے کا حکم ہوگیا -

واقعی اکبر اور بیرم نے یہ دیکھا کہ ہندوستان کی سلطنت اور کابل کی مختصر
بادشاہت ان دونون مین سے ایک ہی انتخاب کرنی ہے کیونکہ ہندوستانین
جو اس خاندان کے طرفدار تھے اُن سے معلوم ہوچکا تھا کہ ہیمو طیاری کررہا
ہے کہ دہلی پر جو قبضہ کرلیا ہے تو اب پنجاب بھی فتح کرے - اس وجہ سے
کامیاب رہنے کے لیے یہ بیحد ضروری تھا کہ اس سے پہلے ہی یہان پہنچ جائین
اور بجائے اسکے کہ اُسے چڑھ آنے دین خود اُسپر چڑھ کر جائین کہ ایشیائی لوگون
کی نظرون مین یہ بہت بڑی جرأت شمار کی جاتی ہے - اکبر ماہ اکتوبر مین جالندھر

سے روانہ ہوا اور ستلج عبور کرکے سرہند پہونچا - وہان تردی بیگ اور وہ سردار مل گئے جنھون نے دہلی کی شہر پناہ کے نیچے ہیمو سے شکست کھائی تھی - یہان پہونچکر جو واقعات پیش آئے اُن سے اکبر کے دل مین پہلا بیج اُس ناپسندیدگی کا بویا گیا جو اُسکو اپنے اتالیق کے اختیارات کے بیجا کام مین لانے سے پیدا ہوئی تھی - تردی بیگ ایک ترکی سردار تھا - جب ہمایون مرا تو یہ تردی بیگ ہی سا شخص تھا کہ ایسی عقلمندی اور وفاداری سے کام لیا کہ بغیر خونریزی کے اکبر تخت نشین ہوگیا حالانکہ کامران کا ایک بیٹا اس وقت دہلی ہی مین موجود تھا - یہ سچ ہے کہ بعض اور سردارون کی یہ رائے تھی کہ ہیمو سے شکست کھانے کے بعد تردی بیگ نے دہلی بہت جلد خالی کردی - مگر فن جنگ کی غلطی کوئی جرم تو نہین ہے اور پھر کم از کم اُس نے یہ تو کیا کہ اکبر کو سرہند مین ایک بہت طاقت ور فوج مدد کے لیے دی - مگر تردی بیگ اور بیرم خان ہمیشہ سے ایک دوسرے کے مخالف تھے - مذہبی اختلاف کی وجہ سے بیرم کے دل مین اس ضد کو اور بھی ترقی ہوئی کیونکہ بیرم مذہب اسلام کے شیعہ فرقہ کا پیرو تھا اور تردی بیگ سنی تھا جب تردی بیگ سرہند پہونچا تو بیرم نے اُسکو

اپنے خیمہ مین طلب کیا اور قتل کرڈالا*۔ اکبر اس ظالمانہ برتاوے سے سخت ناراض ہوا اور بیرم اپنی صفائی کرنے مین کامیاب نہوا۔ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بیرم نے یہی عذر کیا ہوگا کہ انتظام اسی کا مقتضی تھا کہ سردارون کو پورے طور سے مطیع کر لینے کے واسطے یہ کام انجام پاجانے۔

اس عرصہ مین ہیمو دلی ہی رہا اور راجہ کا نیا خطاب اختیار کرکے اپنا دل خوش کرتا رہا اور فوج بھی جمع کیے گیا۔ جب اُسنے سنا کہ اکبر سرہند آن پہونچا تو اپنا توپخانہ دلی سے ترپن میل جانب شمال پانی پت کو اس ارادہ سے روانہ کیا کہ اسکے پیچھے پیدل اور سوار لیکر مین خود جاؤنگا۔ ادھر اکبر سرہند سے اسی مقام کی جانب بڑھا تھا۔ اسکے علاوہ یہ اور ہوشیاری کی تھی کہ علی قلی خان شیبانی کو دس ہزار سوار دے کر آگے بھیجدیا تھا۔ یہ وہی سپہ سالار تھا جو

* ڈوسن صاحب کی کتاب سر ہنری ایلیٹس ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بای اٹس اون ہسٹورینس جلد پنجم صفحہ ۲۵۱ ملاحظہ طلب۔ صرف ایک مورخ جو یہ لکھتا ہے کہ اکبر نے ایک طرح کی اجازت اس فعل قبیح کی دیدی تھی وہ بدایونی ہے۔ ابوالفضل اور فرشتہ نے واقعی اسکی تردید کی ہے۔ بلاکمین صاحب نے جو آئین اکبری کا قابل قدر انڈیشن شایع کیا ہے اُسکے صفحہ ۳۱۵ مین یہ واقعہ اسیطرح پر جیسا کہ بدایونی نے لکھا ہے۔ مگر مترجم نے یہ عبارت اضافہ کی ہے کہ "اکبر ناراض ہوا۔ بیرم کا یہ فعل بھی ایک بڑا سبب اس بے اعتباری کا تھا جو چغتائی سردارون کو اسکی جانب سے ہو گئی تھی"۔

تردی بیگ کے ساتھ ہیموسے دلی مین لڑا تھا اور جس نے تردی بیگ کے بہت جلدی بھاگ آنے پر نفرین کی تھی - علی قلی گھوڑے پر سوار پانی پت تک آیا اور ہیمو کی فوج کی توپون کو جو غیر محفوظ حالت مین پایا تو فوراً جھپٹ پڑا اور سب کی سب چھین لین - اس جانبازی کی بدولت خان زمان کا خطاب پایا کہ آگے چل کر تاریخ مین اُسکا ذکر اسی نام سے کیا گیا ہے - اس نقصان سے ہیمو کا بالکل دل ٹوٹ گیا کیونکہ یہ لکھا ہے کہ یہ توپین روم سے لی تھین اور بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھین - مگر پھر بھی اُسنے زیادہ دیر نہ لگائی اور فوراً پانی پت کی طرف بڑھا -

۵ - نومبر ۱۵۵۶ء کو صبح کے وقت اکبر اور بیرم میدان پانی پت کی طرف چڑھے چلے جا رہے تھے کہ ہیمو کی فوج اپنی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئی - مین تو سمجھتا ہون کہ اس خرد سال بادشاہ کے دل مین یہ خیال اُسوقت ضرور گزرا ہوگا کہ پورے تیس برس پہلے اُسکے دادا بابر نے اسی میدان مین لودی خاندان کو شکست دیکر ہندوستان کی سلطنت حاصل کی تھی - اب وس غاصب کی فوج سے اُسے مقابلہ کرنا تھا جو شادی کے تعلق سے اُس خاندان سور سے وابستہ ہو گیا تھا جسنے اُسکے باپ کو ہندوستان سے نکالا تھا -

وہ جانتا تھا کہ اس صدی بھر مین جو لڑائیان ہوئی ہین اُن مین یہی فیصلہ کرنیوالی لڑائی ہوگی - مگر باوجود پیش بین ہونے کے وہ یہ نہ سمجھتا ہوگا کہ اسی لڑائی سے ہندوستان مین اس خاندان کی بنیاد پڑیگی جو دو سو برس سے اوپر ہی اوپر قائم رہیگا اور پھر اُسکے خاک مین ملانے کے لیے بھی شمال ہی سے حملہ ہوگا اور پانی پت ہی مین ایک اور جنگ برپا ہوگی - اور پھر ایک غیر ملک کی اجنبی قوم اطلانٹک کے ایک جزیرہ سے نکل کر سب کو مٹا دے گی -

ہیمو نے اپنی فوج کے تین حصے کیے تھے - آگے پانسو ہاتھی تھے جنمین سے ہر ایک پر ایک ایک اعلی درجہ کا افسر سوار تھا اور سب کے آگے خود ہیمو اپنے عزیز ہاتھی پر سوار تھا - پہلے تو وہ مغلون کے بائین بازو پر ٹوٹا کہ وہ آگے کو بڑھتا آتا تھا اور اُسکو بالکل منتشر کر دیا - مگر چونکہ اسکی پیدل فوج کے سردار اس حملہ مین مدد نہ دے سکے اسلیے پیچھے ہٹ کر قلب کی طرف بڑھا کہ وہان بیرم بذات خاص تعینات تھا - اس بیدار مغز سپہ سالار نے پہلے ہی سے اس حملہ کا انداز سمجھکر اپنے تیر اندازون کو حکم دیا تھا کہ سوارون کے منھ پر تیر برسانے شروع کرو - ایک تیر ہیمو کی آنکھ مین لگا - وہ اپنے ہودج مین گرا اور ذرا سی دیر کو بیہوش ہوگیا - سردار کا گرنا تھا کہ فوج مین ابتری

پھیل گئی۔ حملے سست ہونے لگے حتے کہ موقوف ہی ہو گئے۔ بیرم کے
سپاہیون نے فوراً ہی تو اسی موقع کو شکست بنا دیا جس ہاتھی پر ہیمو
سوار تھا اُسنے فیلبان کے مارے جانے پر[×] جنگل کا رخ کیا۔ ایک سردار
شاہ قلی محرم بہارلو نے جو بیرم کا ساتھی اور دور کا رشتہ دار تھا اس ہاتھی
کا تعاقب کیا مگر وہ یہ نہ جانتا تھا کہ کون اسپر سوار ہے جب پاس پہونچکر
گردن کا رسہ پکڑا تو معلوم ہوا کہ یہ تو مین نے زخمی ہیمو کو قیدی بنایا ہے
پکڑ کر بیرم کے پاس پہونچایا۔ بیرم اسے نوجوان بادشاہ کے حضور مین لیگیا
اکبر نے میدان مین شروع سے آخر تک پوری داد شجاعت اور جانبازی
کی دی تھی مگر جنگ کے متعلق احکام صادر کرنا اپنے اتالیق ہی پر چھوڑ رکھا
تھا۔ اس وقت کے واقعہ کو اس زمانہ کے لکھنے والون نے یون لکھا ہے
بیرم نے زخمی سپہ سالار کو پیش کر کے اپنے آقا سے کہا " یہ حضور کی پہلی لڑائی
ہے اس کافر پر اپنی تلوار کا وار کیجیے کہ یہ بڑی ناموری کا کام ہے" اکبر
نے جواب دیا " وہ تو آپ ہی مر رہا ہے مین کیا مارون۔ اگر ہوش مین ہوتا

× عام طور سے یہی روایت مشہور ہے مگر ابوالفضل لکھتا ہے کہ فیلبان نے اپنی جان بچانیکو
اپنے مالک سے بیوفائی کی۔ دیکھو ایلیٹ صاحب کی تاریخ جلد نہم صفحہ ۵۳ کا حاشیہ۔

اور قوت رکھتا ہوتا تو البتہ مین تیغ آزمائی کرتا اور اس سے لڑتا۔ جب اکبر نے انکار کیا تو بیرم نے خود ہی اس قیدی کو قتل کر ڈالا۔

بیرم نے غنیم کے تعاقب مین اپنے سوارون کی فوج دہلی روانہ کی کہ انکو دم نہ لینے دو۔ یہ مغلیہ فوج راستہ مین کہین نہین ٹھہری اور مارا مار ۳۵ میل کا دھاوا کر دوسرے ہی دن صبح کے وقت دہلی مین داخل ہو گئی۔ اسکے بعد اکبر کا کوئی خوفناک رقیب ہندوستان مین باقی نہ رہ گیا۔ اُسکی وہی حالت ہو گئی جو تیس برس پہلے اُسکے دادا کو نصیب تھی۔ اب یہ دیکھنا باقی رہگیا کہ آیا یہ لڑکا بھی اس موقع سے کام لیتا ہے یا نہین جسے اسکے باپ اور دادا دونون نے ہاتھ سے کھو دیا تھا۔ اس غرض سے کہ جو کام اکبر کو کرنا تھا اسکی پوری کیفیت ناظرین پر منکشف ہو جاے مین باب آئندہ مین مختصر طور پر یہ دکھلاؤنگا کہ اسکی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی اور اُسکے آگے کا باب اس تحقیق مین صرف کرونگا کہ کس طرح چار دو سالہ لڑکے کو بیرم خان کی اتالیقی سے استفادہ پہونچنے کا قرینہ تھا۔

نوان باب

ہندوستان کی عام حالت سولھوین صدی کے وسط مین

ستلج کے جنوب مین جو ملک مغلون کے افغان متقدمین نے فتح کیا تھا وہ ایسا نہ تھا کہ اُسے سلطنت ہندوستان کہنا زیب دیتا - بلکہ وہ ڈہلی کی سلطنت تھی - یعنی اُن ممالک کی سلطنت تھی جو ۱۸۷۵ء تک ممالک مغربی و شمالی سمجھے جاتے تھے اور جنمین وہ حصہ احاطہ بنگال کا جو اب مغربی بہار کے نام سے موسوم ہے اور کچھ اضلاع ممالک متوسطہ اور راجپوتانہ کے شامل تھے پنجاب بھی اسی مین شامل تھا - کچھ عرصہ کے لیے البتہ خاندان تغلق کو بنگال اور قریب قریب سارے جنوبی ہندوستان کی حکومت حاصل تھی مگر شمال کی جانب سے جو پہلا حملہ ہوا اسی سے ہندو راجاؤن نے موقع پاکر اطاعت کا منحوس جوا اپنے کندھون سے اُتار کر رکھدیا اور پھر اسکے رکھنے کی نوبت نہ آئی - اڑیسہ کی بڑی سلطنت جو گنگا کے دہانہ سے لیکر گوداوری کے دہانہ تک پھیلی ہوئی تھی ہمیشہ سے خودمختار رہی - مغربی ہندوستان بھی اب کچھ عرصہ سے

ملک غیر کے حملہ آور کی اطاعت سے باہر ہوگیا تھا اور متفرق صوبون مین علحدہ علیحدہ سلطنتین قایم ہوگئی تھین -

اکبر کی تخت نشینی کے وقت ہندوستان کا مغربی کنارہ والا حصہ (یعنے سلطنت گجرات) بھی خود مختار تھا اور وہان افغانی نسل کا ایک مسلمان بادشاہ سلطنت کرتا تھا - البتہ ہمایون نے اُسے تاراج کیا تھا مگر جب وہ ہندوستان سے بھاگ گیا تو یہ ملک پھر خود مختار ہوگیا - اور تب سے کسی نے کچھ مزاحمت نہین کی - اسمین اور اسکے بالکل ہی ملے ہوے ملک مالوہ مین البتہ ایک لڑائی ہوئی تھی جسمین یہ کامیاب نہین رہا تھا - مالوہ کی سلطنت (جسمین بہت بڑا حصہ اُس ملک کا شامل تھا جو اب وسطی ہندوستان کے نام سے مشہور ہے) بھی اکبر کی تخت نشینی کے وقت خود مختار تھی خاندیس کا بھی یہی حال تھا - اور راجپوتانہ کی ریاستون کی بھی یہی حالت تھی - ان ریاستون کی حالت کسی قدر تفصیل کے ساتھ لکھنے کے قابل ہے -

مشہور رانا سانکا کے کارنامون کا ذکر باب اول کے سلسلہ بیان مین آچکا ہے - اس راجہ کے بابر سے شکست کھانے کا بہت بڑا اثر میواڑ کی طاقت پر پڑا - اور جب شیر شاہ نے ہمایون کو ہندوستان سے

نکال باہر کیا تو میواڑ کے سب راجہ اس فاتح کی عظمت کے تسلیم کرنے پر
مجبور ہو گئے۔ مگر شیر شاہ کی وفات کے بعد جو ہنگامے برپا ہوئے اُنکی وجہ
سے یہ لوگ پھر خود مختار ہو گئے اور اکبر کی تخت نشینی کے وقت بھی یہ لوگ
راجپوتانہ کی ریاستون مین سربرآوردہ تھے۔ باقی ریاستون کی بابت مختصر طور
سے اسی قدر لکھدینا کافی ہے کہ جے پور کے راجاؤن نے بابر کے
وقت مین مغلون کی اطاعت کرلی تھی۔ اُس وقت جو راجہ بھرم نامے تھا
اُس نے فوج سے بھی بابر کی مدد کی تھی۔ اور ہمایون نے شیر شاہ سے شکست
پانے کے پہلے والی آمیر کا معزز شاہی خطاب اُسے عطا کیا تھا جب اکبر نے
پانی پت لیا ہے تو بھرم کا بیٹا بھگوانداس گدی پر تھا۔ جودھپور اُس زمانہ
مین جے پور سے کہین بڑھا ہوا تھا۔ وہان کے راجہ مالدیو سنگھ نے میدان
جنگ مین شیر شاہ کو اور سب دشمنون سے زیادہ مشکل مین ڈال دیا تھا۔ مگر
جب ہمایون بھاگکر گیا تو اس راجہ نے اُسے پناہ دینے سے انکار کیا۔
جب اکبر تخت پر بیٹھا تو وہ زندہ تھا اور خود مختار تھا اور راجپوتانہ کے سب
راجاؤن سے زیادہ طاقت ور تھا جیسلمیر بیکانیر اور ریگستان کے کنارہ
کی اور سب ریاستین بھی خود سر تھین۔ راجپوتانہ کی چھوٹی ریاستون کا بھی یہی

خال تھا۔ سندھ مین اور نیز ملتان مین یہی حالت تھی۔ میوات اور بگھیل کھنڈ کی ریاستین بھی کسی غیر ملک کے فرمانروا کے تابع نہ تھین۔ مگر گوالیار۔ اُرچھا۔ چندیری نرور۔ اور پنا۔ کی ریاستین اگرہ کے قرب کی وجہ سے تھوڑی بہت باجگزار ضرور تھین اور یہ کمی زیادتی اس فرصت پر منحصر تھی جو فاتح کو اس کام کے لیے ملجاتی کہ اپنی حکومت نافذ کرے۔

لیکن اُن ممالک مین بھی جو مسلمان فاتح کی سلطنت کے تابع تھے آپس مین کوئی اتفاق نہ تھا۔ بادشاہ سلطان یا شہنشاہ جو ان مختلف خطابون سے پکارا جاتا تھا محض ان امیرون کا بڑا سردار تھا جنکو مختلف ممالک سپرد تھے۔ اپنے دربار مین اُسکی حکومت پوری پوری تھی۔ میدان جنگ مین فوج سب اُسکے تحت مین ہوتی تھی۔ مگر صوبجات کے اندرونی انتظام مین وہ کچھ دخل نہ دیتا تھا۔ اگرچہ برائے نام ایسا نہ تھا مگر حقیقت نفس الامری یہی تھی کہ ہر صوبہ اپنے اپنے نائب السلطنت کے تحت مین بالکل خود مختار تھا۔

جس قدر شہادت متفق ملتی ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندو رعایا (جنکی آبادی مسلمانون کے زیر حکومت ممالک کی کل آبادی کے آٹھ حصون مین سے سات حصہ تھی) اپنی حالت مین خوش تھی۔ اُنکو اپنے مذہبی رسوم کے

ادا کرنے کی پوری آزادی تھی - مگر جزیہ یعنی وہ محصول ادا کرنا پڑتا تھا جو مسلمانون نے بحساب سر شماری غیر مذہب کی رعایا پر لگا رکھا تھا - مگر گورنمنٹ کے ہر صیغہ مین ہندؤن کا بڑا زور تھا - بہت سے ممالک مین اس فرقہ کے لوگ حاکم وقت کی ماتحتی مین موروثی اختیارات رکھتے تھے اور جنگ کے وقت میدان کارزار مین لڑنے کے لیے اپنے مقررہ حصہ کے مطابق فوجین دیا کرتے تھے -

اس طرح پر ملک مین وہان کی مقامی فوج رہتی تھی اور جب ضرورت ہوتی تو وہ اس کام کے لیے طیار ہوتی تھی کہ حاکم وقت اس سے کام لے مگر علاوہ وبلا واسطہ اس فوج کے ہر صوبہ کے حاکم کے پاس قریب قریب ہمیشہ کچھ شاہی فوج بھی ایک مقررہ تعداد مین رہتی تھی اور اس فوج کی تنخواہ سلطان دیتا تھا اور اسکی کمان اس افسر کے متعلق ہوتی تھی جسے خود سلطان نامزد کرتا تھا - یہ افسر زیادہ تر حاکم وقت سے بے تعلق ہوتا تھا اور براہ راست بادشاہ کو جوابدہ رہتا تھا -

نظری طور پر عدل گستری کا انتظام بالکل مکمل تھا کیونکہ مسلمانون کے اس اصول کے مطابق عمل ہوتا تھا کہ سلطنت ملک کا دارمدار قانون پر ہے -

اس قانون کا نفاذ: قاضی لوگ اس مجموعہ کے مطابق کرتے تھے جو بہت
سے ایسے فیصلہ جات پر مشتمل تھا جو قرآن کی رو سے صادر ہوتے تھے
اور رواج ملک کے مطابق ترمیم کر لیے جاتے تھے۔ دیوانی کے سب
مقدمات بلکہ وہ تمام مسائل جنکو سلطنت کی حفاظت سے تعلق نہوتا تھا
قاضی کے یہان فیصل ہوتے تھے۔ مگر فوجداری مقدمات کا اختیار سماعت
ایسے چند آدمیون کے گروہ مین محدود ہوتا تھا جنکے عملدرآمد کا ضابطہ
عملی طور پر غیر مشخص تھا اور جنکی نامزدگی اور امداد بادشاہ وقت کی طرف سے
ہوتی تھی اور جو بعض اوقات قاضی کے اختیارات پر بھی حاوی ہو جاتے
تھے۔ بہرکیف رعایا کی عام خوشحالی کے لحاظ سے یہ نتیجہ نکال لینے کی
گنجایش ہے کہ بحیثیت مجموعی عدل گستری ٹھیک طور سے ہوتی تھی۔
زمانہ نے ابتدای وقت کے آ بسنے والے مسلمانون اور یہان کے قدیم
رہنے والے ہندؤن کے خاندانون مین باہمی تعلقات پیدا کر دیے تھے
اور دونون کے دونون قانون سے یہ امید رکھتے تھے کہ ہماری جسقدر
حفاظت ممکن ہے وہ اسی سے ہوگی۔ باوجودیکہ بیشمار لڑائیان
ہوئی تھین اگر اس ملک کے لکھنے والون کی تحریرون پر اعتبار کیا جاے

تو ملک کی حالت بہت سرسبزی کی تھی۔

جس نظام سلطنت کا ہم ذکر کر رہے ہین اسکے متعلق یہ لکھنا بھی ضروری ہے کہ بابر اور ہمایون دونون مین سے ایک سنے بھی اس طریقہ کو نہین ملا تھا جو ان کے افغان متقدمین نے ہندوستان مین قایم کیا تھا۔ بلکہ بابر اور بھی زیادہ شخصی سلطنت کے طریقہ کا عادی تھا۔ کیا فرغانہ کیا سمرقند کیا کابل جہان کہین وہ رہا وہ نہ صرف دارالخلافت کا مالک اعلی رہا بلکہ اپنے مقرر کیے ہوے حاکمان صوبجات کا بھی سردار رہا۔ یہ حاکم یعنی مختلف اضلاع یا جاگیرون کے سردار اپنے اپنے تحت کے ملک مین سولہون آنے کے مالک ہوتے تھے۔ مگر بادشاہ کی مرضی کے مطابق انکی موقوفی ہر وقت عمل مین آسکتی تھی۔ اور انکا یہ کام ہوگیا تھا کہ ایسے طریقہ سے انتظام کرین کہ جسکا واقعی انصاف مقتضی ہو یا دربار مین ایسے سفیر رکھین جو بادشاہ وقت کے حضور مین انکے حقوق کے نگران رہین۔

اسی طرح فوج مین بھی بادشاہ کے ذاتی رفیق ہوتے تھے اور انکی تعداد اُسکے سرداراور وابستگان کے اُن رفیقون سے بڑھ جاتی تھی جو اُن ہی ممالک کے لوگون مین سے ہون جہان وہ برسرحکومت ہوتے تھے

بابر اور اسکے بیٹے دونون کے وقت مین سلطنت کا طریقہ محض تسلط بٹھا بیٹنے کا رہا۔ آزادی کے کام اس زمانہ مین معدوم تھے۔ ایک بادشاہ کے جاری کیے ہوے قانون کو اسکا جانشین منسوخ کرسکتا تھا۔ غرض یہ کہ ہر جگہ ذاتی خیالات پر دارمدار تھا۔ صرف کامیاب بغاوت کا ایک طریقہ ایسا تھا کہ جس سے بادشاہ کی مرضی کی مخالفت ہوسکتی تھی لیکن اگر بادشاہ قابل ہوتا تھا تو کامیابی کے ساتھ بغاوت کرنا قریب قریب محالات سے تھا۔ اگر وہ قابل اور منصف مزاج دونون ہوتا تھا تو وہ یہ سمجھ لیتا تھا کہ بغاوت سے محفوظ رہنے کی سب سے بہتر تدبیر یہی ہے کہ عدل گستری سے کام لے

چنانچہ بابر نے جو ممالک ہندوستان فتح کیے تو ان مین بھی آئین سلطنت اُسنے ایسا ہی پایا۔ جو اس آئین سے بالکل مختلف نہ تھا جسکا وہ شمالی ملکون مین عادی رہا تھا۔ اگر اُسنے اسے بدلنا بھی چاہا ہو تو اتنی فرصت اسکو میسر نہ تھی۔ اور اسکے جانشین کو تو نہ اتنی فرصت میسر تھی اور نہ اسکی رغبت تھی۔ جس طریقہ سلطنت پر وہ اپنے مرنے سے کچھ ہی پہلے غور کر رہا تھا اُسکے اصولون کی ماہیت مین کوئی ترقی اس طریقہ کے مقابلہ مین نہین تھا جو ہوتی جو ہندوستان مین رائج تھا۔ وہ سلطنت کو کچھ بڑی بڑی قسمتون مین تقسیم

کرنے والا تھا کہ انکے صدر مقام یا دار الخلافت دہلی آگرہ قنوج جونپور مانڈو
ولاہور قرار دیے تھے - انمین سے ہر ایک مقام پر بڑی فوجی چھاؤنی
قائم کرتا اور ہر جگہ اسقدر فوج فراہم رہتی کہ بیرونی امداد کی محتاجی نہ رہجاتی
اور شہنشاہ ان سب اجزا کو ایک کل مین اسطرح متفق کردیتا کہ بارہ ہزار سوار
ساتھ لیکر باری باری سے ہر قسمت مین دورہ کرتا اور مقامی افواج کا معائنہ
کرتا اور ملک کی عام حالت ملاحظہ فرماتا - اس طریقہ مین بہت سی خرابیان
تھین - اگر بادشاہ ہمیشہ اپنے سپہ سالارون سے زیادہ قابل ہوتا تو بھی
انتظام کا یہ طریقہ بہت خراب ہوتا - اگر بادشاہ اُن سے کم قابل ہوتا تو پورے
سال بھر بھی یہ طریقہ چل نہ سکتا -

ہمایون کے دفعتًہ مرجانے سے اس منصوبے مین کھنڈت پڑ گئی
اور اسکا نفاذ نہ ہونے پایا - پھر وہ جنگی واقعات ہوتے رہے جنکا آخری
نتیجہ فتح پانی پت کی صورت مین ظہور مین آیا - اس لڑائی سے خردسال اکبر کو
پھر وہی حالت نصیب ہوگی جو تیس برس پہلے اُسکے دادا بابر کو حاصل
تھی - اُس وقت بابر کو مغربی شمالی ہندوستان و بہار اور وسطی ہندوستان
کے ایک حصہ کے فتح کرلینے کا موقع ملگیا تھا اور اُسنے اُس موقع سے

تھا وہی اٹھا یا تھا - پانی پت کی دوسری لڑائی سے اکبر کو ایسا ہی موقع ہاتھ لگا
اس میدان مین اکبر نے ایسے دشمن پر فتح پائی تھی کہ بس اکیلا وہی ایسا تھا
جسکے ساتھ برابری کا مقابلہ ہونے کا اندیشہ ہوسکتا تھا - فتح کر لینے تک تو کوئی
دشواری کام مین نہ تھی مگر اس فتح کو قائم رکھنا اور مختلف ملکون اور مختلف قومون
مین یکجہتی پیدا کرنا - اور ایسا سب پر حاوی ہونے والا طریقہ ایجاد کرنا اور جاری
کرنا کہ ادھر تو اسکے ذریعہ سے بادشاہ کا رعب ہر ہر صوبہ اور ہر ہر ملک مین یکسان
غالب رہے اور ادھر یہ نہونے پائے کہ کسی جگہ کے حالات رسم و رواج اور عادات
و خیالات مین خلل پڑے - یہ ایسا کام تھا کہ جسکی اُسکے وادانے کبھی کوشش ہی نہ
کی تھی - اگر اسکو یہ سوجھتا یا سوجھا یا بھی جاتا تو وہ اُسے محالات سے سمجھتا - اسی
طریقہ کے ان لوگون کی تدبیرون مین داخل نہ ہونے کا باعث تھا کہ ۱۵۲۶ء
کو فتح پانی پت کے دوسرے ہی دن سلطنت کی یہ حالت تھی کہ زمین مین جڑ نہ
پکڑی تھی اور اُسکا دارومدار اسی پر منحصر تھا کہ برابر جنگی فتوحات حاصل ہوتی جائین
یا دمخالف کے پہلے ہی تند جھونکے مین خاتمہ تھا - اور ذرہ برابر بھی تو اُن
غزنوی غوری خلجی تغلق سید اور لودیون کی سلطنت سے زیادہ پائدار نہ تھی جو
اس سے پہلے بیان رہ چکی ہین - اسکا ثبوت کہ وہ زیادہ پائدار نہ تھی اس سے

زیادہ صریح اور گیا ہوگا کہ بابر نے جو سلطنت قائم کی تھی وہ آگے چل کر بہت آسانی کے ساتھ شیر شاہ کے حملوں سے زیر ہو گئی۔ یہ ضرور تسلیم کرلینے کی بات ہے کہ اگر بابر ہمیشہ کو زندہ رہنے والا ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ شیر شاہ کو بھی مار ہٹاتا۔ مگر اسی بات کے تسلیم کرلینے سے تو میری دلیل ثابت ہوتی ہے۔ بابر بہت بیدار مغز سپہ سالار تھا۔ شیر خان بھی ایسا ہی تھا۔ ہمایون گریز پا، تلون اور ناآموزدہ کار تھا اور سپہ سالار ہونے کی حیثیت سے تو بہت ہی کم درجہ کا تھا۔ یہ ممکن ہے کہ جس شیر خان نے ہمایون پر فتح پائی وہ بابر سے شکست کھاتا مگر یہی تو اسی بات کا ثبوت ہے کہ جو طریقہ بابر نے جاری کیا تھا وہ وہی طریقہ تھا جسکا وہ ساری عمر خوگر رہا تھا۔ اور اسی طریقہ کی بدولت کبھی فرغانہ اور سمرقند اُسکے پاس سے نکل جاتا تھا اور کبھی پھر ہاتھ آجاتا تھا۔ اور اُسی کی بدولت پہلے کابل ملا تھا اور پھر کچھ برس بعد ہندوستان ہاتھ آیا تھا۔ اور یہ طریقہ وہی تھا کہ جسکی لاٹھی اُسکی بھینس۔ نہ فرغانہ مین نہ سمرقند مین نہ کابل مین نہ پنجاب مین نہ ہندوستان مین۔ کہین بھی تو سلطنت نے جڑ نہ پکڑی سادہ سچ یوچھیے تو جڑ پکڑنا سرے سے ممکن ہی نہ تھا کیونکہ پھیلنے کی قوت ہی ندارد تھی۔

۱۵۲۶ء کے خاتمہ پر ایک دفعہ کی جیتی گزاری ہوئی سلطنت پھر

جیتی گئی تھی اور اُس لڑکے کے ہاتھ مین تھی جسنے مصیبت اور سختی کے مدرسہ مین تعلیم پائی تھی اور جسکی عمر مہینہ اوپر چودہ برس کی تھی[1]۔ پانی پت سے اسے ہندوستان مل گیا تھا۔ عمر کم تھی تو اُسنے دنیا بہت دیکھ لی تھی۔ باپ برابر اُس سے صلاح لیا کرتا تھا۔ فنون جنگ کی تعلیم اُسنے اس زمانہ کے سب سے اول نمبر کے سردار بیرم سے پائی تھی نچہ مہینہ کے اوپر ہی اوپر پنجاب مین حکومت بھی کرچکا تھا۔ مگر اب اسکی دوہری آزمایش کا وقت آیا کہ فاتح ہونے کے ساتھ ساتھ منتظم کس پایہ کا تھا۔ اس لحاظ سے نہ باپ کا نمونہ کچھ کارآمد تھا نہ بیرم کی تعلیم کچھ زیادہ سودمند تھی۔ جہان تک معلوم ہوا ہے اُسنے ابھی سے اس عقل سلیم کے جوہر دکھانے شروع کردیے تھے جو مشکل سے گھبرانا جانتی ہی نہ تھی۔ اور طبیعت رحم کی طرف مائل پائی جاتی تھی۔ ہیمو کو قتل کرنے سے اُسنے انکار ہی کیا۔ مگر اب جو کام اُسے درپیش تھا اسمین اور اوصاف کی بھی ضرورت تھی۔ اب اُسکے اور افعال سے ہمین یہ دیکھنا ہے کہ اس کام کے پورا کرنے کے لیے کیا کیا اوصاف اُسمین موجود تھے۔

[1] اکبر ۱۵۔ اکتوبر ۱۵۴۲ء کو پیدا ہوا اور پانی پت کی جنگ ثانی ۵۔ نومبر ۱۵۵۶ء کو ہوئی۔

دسواں باب

بیرم خان کی اتالیقی کا زمانہ

سب سے پہلے اکبر کی صورت ظاہری کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اُسکے بیٹے شہزادہ جہانگیر* نے لکھا ہے کہ "اکبر کا قد میانہ تھا مگر کسی قدر نکلتا ہوا۔ رنگت گندمی تھی اور بہ نسبت گورے پن کے سانولا پن زیادہ تھا۔ آنکھیں اور بھوین سیاہ تھیں۔ دوہرا جسم۔ کھلی ہوئی پیشانی۔ چوڑا سینہ۔ بازو اور ہاتھ لمبے۔ ناک کی بائیں جانب چھوٹے مٹر کے برابر ایک لحمی مسہ تھا جو بہت خوبصورت معلوم ہوتا تھا۔ اور قیافہ دان اسکو بہت مبارک سمجھتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ یہ بیحساب دولت اور روزافزوں اقبال کی نشانی ہے۔ آواز بہت بلند تھی اور بول چال نہایت شیرین اور دلاویز تھی۔ اسکے عادات وطریقے اور لوگوں سے بالکل جدا گانہ تھے اور مُنہ پر خدا کا نور برستا تھا۔" اور لکھنے والوں نے بھی سب اہم باتوں میں ان تعریفات کی تصدیق کی ہے۔ الفنسٹن صاحب

* دیکھو سرہنری الیٹ کی ہسٹری آف انڈیا ایز ٹولڈ بائی اٹس اون ہسٹورینس جلد ششم صفحہ ۲۹۰

لکھتے ہین کہ ”وہ گٹھے ہوے جسم کا خوبصورت آدمی تھا اور چہرہ بہت دلکش تھا اور اطوار ایسے تھے کہ اپنا گرویدہ کر لیتے تھے“۔ جسمانی طاقت مین بھی بہت بڑھا ہوا تھا۔ بہت سخت تکان برداشت کر سکتا تھا۔ زین سواری۔ پیادہ روی تیر اندازی۔ شکار۔ اور جملہ ایسی ورزشون کا شائق تھا جنمین طاقت اور مہارت کی ضرورت ہے۔ اسکی دلیری اس طرح کی بغیر جوش و خروش والی دلیری تھی جو مشکل مین کبھی دغا نہ دیتی تھی بلکہ خطرہ اور پریشانی کے وقت اور بھی زیادہ روشن ہو کر چمکتی تھی۔ اگرچہ وہ لڑائی کے لیے طیار رہتا تھا خصوصًا ایسے کامون کے واسطے جنھین وہ سلطنت کی بہبودی یا عوام کی خوشحالی کے لیے ضروری سمجھتا تھا اسکو لڑنے سے کوئی خوشی نہین ہوتی تھی بلکہ وہ اپنے تئین اُن ہی انتظامی طریقون مین مصروف رکھنے کو کہین زیادہ ترجیح دیتا تھا جنکو وہ اپنی حکومت اصلی کی بنیاد سمجھتا تھا۔ اس لحاظ سے جنگ سے اسکو صرف اسقدر تعلق تھا کہ گویا یہ ایسا بڑا کام تھا کہ جسکے بغیر کیے چارہ بھی نہ تھا۔ اسکے زمانہ مین شروع سے آخر تک ہم یہی پائینگے کہ اُسنے ایک لڑائی بھی ایسی نہین برپا کی جسے اُسنے اپنے انتظام ملکی کی تکمیل کے لیے لازمی نہ سمجھا ہو۔ اُسکے مزاج مین اُنس تھا۔ اپنے دوستون کے ساتھ وفاداری کرتا تھا۔ دوسرون کے

دل مٹھی مین کر لینے کا پورا مادہ رکھتا تھا۔ خونریزی سے نفرت کرتا تھا۔ ہمیشہ
چاہتا تھا کہ انصاف کے ساتھ رحم ملا رہے۔ عفو کو انتقام پر ترجیح دیتا تھا۔
لیکن اگر صورت ایسی آپڑی کہ اسی کی ضرورت ہوتی تو وہ سخت مزاج بھی بن جاتا
تھا۔ اور اپنی طبعی رحم دلی پر غالب آنے کو اپنا دل فولاد کا کر لیتا تھا۔ مثل اور
سب بلند حوصلہ لوگون کے اُسکو دوسرون کی راحت رسانی مین بڑا مزہ آتا
تھا۔ اس طرح فیاضی اُسکی فطرت کا ایک جزو بن گئی تھی اور جب اُسکی دریا دلی
سے فیضیاب ہونے والا نااہل ثابت ہوتا تھا تو وہ بجاے اسکے کہ اپنی فیاضی
پر متاسف ہو یہی کوشش کرتا تھا کہ اُس نااہل کی اصلاح کرے۔ ملکی انتظام
کی طرف وہ فطرتاً راغب تھا۔ بجاے جنگ کی تدبیرین سوچنے کے وہ اسے
بہت زیادہ ترجیح دیتا تھا کہ ایسی تدبیر ایجاد کرے جس سے وہ عمارت
جسکو وہ اپنے ہاتھون سے تعمیر کر رہا تھا اُسکی رعایا کی خواہشون کے مطابق طیار
ہو۔ جملہ ایسے مسائل مین جس سے ہر زمانہ مین بنی نوع انسان پر اثر پڑا ہے
اور ابتک پڑتا ہے یعنے مسائل مذہب و مصالح ملکی و عدل گستری۔ ان مین
اُسکا دل کشادہ اور تعصب سے بالکل خالی تھا اور معلومات کے حاصل کرنیکا
شائق رہتا تھا۔ وہ مسلمان پیدا ہوا تھا اور تربیت بھی اسی مذہب مین پائی تھی

تاہم بڑی آزادی کے ساتھ مساوات کے درجہ پر بودہ متوالون برہمنوں مجوسیون اور عیسائیون سب سے ملتا تھا - اُسپر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ آخر عمر مین اُسکو علما سے نفرت ہو گئی تھی اور ان لوگون کو دربار سے نکال دیا تھا - یہ کہنا زیادہ صحیح ہوگا کہ جو علما اُسکے دربار مین زیادہ باریافتہ تھے اُنکا جو تعلیم پائے ہوئے اُسی پر ہٹ دھرمی کے ساتھ اڑا رہنا اور تعصب اور وسوسات کو راہ دینا اسکو ناپسند تھا - یا یون کہیے کہ اُسکو علما کے عیوب و نقایص سے نفرت تھی اور جب یہ حد سے زیادہ بڑھ گئے تو اُسنے اُنکو دربار مین آنے سے روک دیا - اس امر کا کہ اور باتون مین اُسکی حالت کیا تھی اس کتاب کے آخر باب کو پڑھ کر ناظرین بطور خود اندازہ کر لین گے - مجھے امید ہے کہ جو بیان اوپر کیا گیا ہے وہ اس مقصد کے لیے کافی ہے کہ ناظرین کو کسی قدر اندازہ اُس خردسال بادشاہ کی قابلیت مضمرہ کا ہو جائے جو چودہ برس کی عمر مین بیرم خان کی اتالیقی مین میدان پانی پت مین فتحیاب ہو کر بغیر کہین ٹھہرے ہوے میدان جنگ سے سیدھا دہلی پر چڑھ گیا تھا - اگر ہون بھی تو اُسکے ساتھیون مین بہت ہی چند لوگ ایسے ہونگے جو اس زمانہ مین اُسکے ذاتی جوہر اور طبع رسا کا پورا اندازہ رکھتے ہون - یہ تو یقینی ہے کہ اُسکا اتالیق بیرم اُسکا پورا مزاج شناس نہ تھا

اور نہ سرہند مین تردی بیگ کو اپنے خیمہ مین بلا کر قتل کرتا نہ خرد سال بادشاہ کو یہ صلاح دیتا کہ گرفتار ہیمو پر اپنی شمشیر کا وار کرے - مگر تھوڑے ہی عرصہ مین بیرم اور نیز دیگر امراے دربار سب پر یہ حال کھل گیا کہ ہمایون کا بیٹا ایسا لڑکا نہین ہے کہ جس راہ چلا مین اسی راہ چلے بلکہ ایسا آقا ہے کہ اسکے احکام کی تعمیل ہی کرنی پڑے گی -

اکبر مہینہ بھر دلی رہا - وہان سے ایک فوج میوات کو بھیجی کہ ہیمو کی شکستہ حال فوج کا تعاقب کرے کہ بہت سا خزانہ اُسکے ساتھ تھا - اس مختصر لڑائی مین اُسکے سپہ سالار پیر محمد خان شروانی کو (جو اُس زمانہ مین بیرم کے ساتھیون مین تھا اور بعد مین بیرم کے ہاتھون بہت پریشان کیا گیا تھا) بہت کامیابی رہی پھر اکبر نے آگرہ پر چڑھائی کی اور اُسے لے لیا -

لیکن جب تک پنجاب پر تسلط نہ ہو جاتا جنوب ستلج کی فتوحات ضرور معرض خطر مین تھین - اور جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے اکبر مجبور ہو کر اپنے خاندان کے جانی دشمن سکندر سور کو (جسے اُسنے بھگا دیا تھا مگر مغلوب نہین کیا تھا) مان کوٹ کے قلعہ مین چھوڑ آیا تھا - سال آئندہ یعنے ۱۵۵۷ء کے مارچ مین خبر پائی کہ جو فوج پنجاب مین چھوڑ آیا تھا اُسکے ہراول کو سکندر نے لاہور

چالیس میل کے فاصلہ پر شکست دی۔ جو سردار پنجاب سے آئے انھون نے اکبر سے کہا کہ معاملہ بیڈھب ہے کیونکہ سکندر کو مان کوٹ مین بہت مضبوط جگہ مل گئی ہے اور چاہے میدان مین شکست بھی پا جاے وہان سے نکل نکل کر بہت دق کیا کریگا اور فتح سے اُسکے طرفدارون کے دل اور بھی بڑھ گئے ہین۔ اکبر نے اس حجت کی معقولیت پورے طور پر سمجھ لی اور اس اصول پر کاربند ہونے کا ارادہ کر لیا جس سے اسکی سلطنت کو بڑی قوت حاصل رہی ہے یعنے یہ کہ اگر کوئی کام کرنا ہے تو اسی پوری طرح کرنا چاہیے۔ چنانچہ سیدھا لاہور کی طرف بڑھا۔ لاہور کو محفوظ پایا تو وہان سے جالندھر آیا کہ وہان غنیم پڑا ہوا تھا اکبر قریب پہونچا تو سکندر شاہ سلسلہ کوہ سیوالک کی طرف بھاگا اور مان کوٹ مین گھس رہا۔ اکبر نے محاصرہ کر لیا۔

چھ مہینہ تک محاصرہ رہا۔ پھر قحط رسد سے تنگ آ کر اور ساتھیون کے چھوڑ چھوڑ کر چل دینے سے ضعیف ہو کر سکندر نے اپنے سردار معاملہ کرنے کے لیے بھیجے۔ اکبر نے یہ درخواست منظور کر لی کہ حریف بنگال کو چلا جاے اور اپنے بیٹے کو بطور کفیل چھوڑ جاے کہ آیندہ شہنشاہ کے مقابلہ مین لڑائی نہ کریگا۔ قلعہ تسخیر ہو گیا اور اکبر لاہور واپس آیا۔ چار مہینہ چودہ دن یہان رہ کر اس صوبہ کا

انتظام ٹھیک کیا اور پھر دہلی کی طرف بڑھا - راستہ مین جالندھر مین مقام کیا
اور یہین بیرم خان کی شادی بادشاہ مرحوم ہمایون کی چچازاد بہن کے ساتھ ہوگئی
یہ شادی خود ہمایون نے ٹھہرائی تھی اور نوجوان بادشاہ کے لیے باپ کی اس
قسم کی باتین قانون کی طرح واجب التعمیل تھین - ۱۵ مارچ ۱۵۵۸ء کو اکبر پھر
دہلی مین داخل ہوگیا - ہنوز کاروبار انتظام واقعی بادشاہ کا اتالیق بیرم خان
ہی کرتا تھا اور آیندہ دو برس یعنے ۱۵۵۸ء و ۱۵۵۹ء مین بھی وہی کرتا رہا
ایک کم عمر لڑکے کے لیے یہ آسان بات نہین ہے کہ جس بڑے سپہ سالار
کے تحت مین رہ کر اُسنے اپنا کام سیکھا ہو اس کا دباو ایک دم سے اپنے
دل سے نکال ڈالے - بہت سے افعال جو اتالیق صاحب نے اکبر کے نام
سے جائز رکھے ممکن ہے کہ اکبر کو دل سے پسند نہ آئے ہون - مگر وہ اپنے آپ
مین اسقدر قوت نہین پاتا تھا کہ دباؤ کا جوا اپنے کندھون سے اُتار پھینکے لیکن
جب وہ لوگ سختی کے ساتھ دفع کیے گئے جنکو اکبر عزیز رکھتا تھا اور جنکا بیرم بوجہ
دشمن ہوگیا تھا تو رفتہ رفتہ بادشاہ کا دل اپنے دماغ دار وزیر کی طرف سے
پھر تا گیا - اور دل پھرنا شروع ہوا تو بڑھتا ہی چلا گیا - بیرم کو یہ خبر نہ تھی کہ میرے
مالک کے مزاج مین جو قوتین ہین وہ سال بسال مضبوط ہوتی جاتی ہین اور جو

قدرتی اوصاف اسکو فطرت نے عطا کیے ہین انمین ہر سال تجربہ اور دنیا کے کاروبار
کی واقفیت کا اضافہ ہوتا جاتا ہے - وہ اب تک یہی سمجھتا رہا کہ یہ وہی لڑکا ہے جسکا
مین اتالیق ہون جسکی فوجین میری سرداری سے میدان مین فتحیاب ہوئی ہین اور
جسکی سلطنت کا مین انتظام کر رہا ہون - بغیر کسی روک ٹوک کے اختیارات کو کام
مین لانے کی وجہ سے اسکو ایسے اختیارات کا کام مین لانا ہی ضروری ہوگیا اور
جیسے ایک اپنی ہی ذات پر بھروسہ رکھنے والا مضبوط طبیعت کا آدمی ایسے
اختیار کو کام مین لاتا اسی طرح وہ بھی لاتا رہا -

ہر نوجوان فرمانروا کے حاشیہ نشینون مین ایسے لوگ ضرور ہوتے ہین جو
اس بات کو کہ جو اختیارات اُسکے فرمانروا کے ہین اُنکو دوسرا کام مین لائے اپنی
اور اپنے فرمانروا کی انتہا درجہ کی حق تلفی سمجھتے ہین - ہمین یہ تحقیق کرنے کی کیا ضرورت
کہ یہ لوگ کس سبب سے ایسا کرتے ہین - بسا اوقات خود غرضی سے اور بہت کم خالص
اور بے غرضانہ طبیعت سے غرض کسی نہ کسی سبب سے یہ لوگ اسکے خواستگار
ہوتے ہین کہ نوجوان بادشاہ جو سلطنت کا مقدار ہے وہی اُنکا مربی ہو اور وہی
اپنے اختیارات کو کام مین لائے - یہ بات تو یقینی ہے کہ اکبر کے پاس بہت سے
لوگ ایسے بھی تھے جو بیرم خان سے نفرت کرتے تھے جنکو بیرم سے مضرت پہونچی تھی

اور جنکو یہ امید بین تھین کر بادشاہ سے وہ مراعات جنکو حاصل ہونی چاہئین وزیر سے
امید نہین ۔ مستورات کی طرف سے بھی بادشاہ کے دل پر اثر ڈالا گیا ۔ اُسکی ناسے
(جو گہوارہ مین جبسے لنکے زمانہ سے تخت پر بیٹھنے کے بعد تک اُسکی خدمت کرتی
رہی تھی اور اب اُسکے حرم سرا کی داروغہ ہو گئی تھی) اُسے سمجھایا کہ اب اسکا وقت
آگیا ہے کہ حضور ملک کا انتظام اپنے ہاتھ مین لے لین ۔ اکبر بھی اسکے لیے
آمادہ تھا ۔ اُسکا اٹھارہوان سال تھا ۔ پانی پت کو پھر لیکر اپنے باپ کی میراث کا
ایک حصہ حاصل کیے ہوے اُسے چار برس گذر گئے تھے اور یہ چار برس
اُسنے اس طور پر صرف کیے تھے کہ اُسکے قدرتی اوصاف کی پوری نشو ونما اور
مضبوطی ہو گئی تھی ۔ لیکن اگرچہ وہ اپنے مدار المہام کے ظالمانہ برتاو اور بے اصول
جبر کو دیکھتا تھا اور نفرت کرتا تھا تاہم اُسکے دل مین بیرم کی وہ عظمت بھی تھی جو
ایک فیاض طبیعت والے مین خواہ مخواہ اُس شخص کی طرف سے پیدا ہو جاتی ہے
جو بچپن سے اپنا اتالیق رہا ہو ۔ تجربہ سے اُسنے بیرم خان کے مزاج کو بھی خوب
سمجھ لیا تھا اور وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اس سے قطع تعلق کرنا ہے تو پورا پورا
قطع تعلق ہونا چاہیے اور اُسکو نکالنا ہے تو اس طرح نکالنا چاہیے کہ پھر کسی طرح
کا کوئی اختیار اُسکے ہاتھ مین باقی نہ رہ جاے ۔ وہ جانتا تھا کہ یا تو بیرم کو

سولھویں آنہ کا اختیار رہے ورنہ پھر تھوڑا سا اختیار بھی دینا مخدوش ہوگا۔
سنہ ۱۵۶۰ء کے آغاز میں بہت سے واقعات ایسے پیش آئے کہ اکبر نے عنان سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لینے کا ارادہ مصمم کرلیا۔ چنانچہ اپنے وزیر کو اس ارادہ سے آگاہ کرنے کی غرض سے آگرہ چھوڑ کر دہلی روانہ ہوا۔ بیرم کسی قدر اسکا نمونہ دکھا چکا تھا کہ جس رقیب یا سردار سے اُسکو نفرت ہو اُسکو کس طرح دفع کرے۔ اُسکا طریقہ یہ تھا کہ یا خنجر سے کام لے یا تلوار سے۔ مگر نوجوان بادشاہ کی پاک طبعیت ایسے علاج سے نفرت کرتی تھی۔ اور جہانتک اس زمانے کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کسی شخص کی یہ جرات بھی نہیں ہوئی کہ اُسے اس قسم کی صلاح دیتا۔ اور اُسکی ماں اور انا نے بھی یہی صلاح دی تھی کہ یہ بات حلم کے طور پر وزیر سے کہی جائے کہ اب آپ عزت کے ساتھ مکہ کو ہجرت کیجیے۔ بیرم نے اکثر عام طور پر یہ خواہش ظاہر کی تھی کہ میں اس موقع کا منتظر ہوں کہ اپنا ملکی کام حسن وخوبی کے ساتھ دوسروں کے سپرد کرکے سبکدوش ہو جاؤں اور حج کو جاؤں کہ نجات ابدی نصیب ہو۔ اکبر یہ چاہتا تھا کہ جنگ کی نوبت نہ آنے پائے اُس نے اشتہار جاری کیا کہ اب سب کاروبار سلطنت جو دولت نے سنبھالا ہے سوا ہمارے احکام کے اور کسی کے

حکم کی تعمیل نہ کی جاے - اسی مضمون کا پیام* وزیر کو بھی بھیجا اور یہ صلاح دی کہ آپ کا مکہ چلا جانا انسب ہے - بیرم کو اس پیام کے پہونچنے سے پہلے ہی اکبر کے اس ارادہ کی خبر لگ گئی تھی اور آگرہ سے مغربی ساحل کی طرف روانہ ہو چکا تھا - ظاہر ہے کہ اسکو بہت رنج پہونچا اور نیت فاسد ہوگئی کیونکہ بیانہ پہونچکر جو مفسد امرا وہان نظر بند تھے اُنکو آزاد کر دیا - وہان اکبر کا پیام پایا - اور راجپوتانہ مین ناگور کیطرف بڑھتا چلا گیا - جن سردارون سے بیرم سے کچھ رشتہ تھا وہی مع اپنے ہمراہیون کے اس سفر مین ساتھ تھے - انہین سے ایک کے ہاتھ ناگور سے بیرم نے اپنا طوغ و علم و نقارہ اور سب اسباب شوکت امیرانہ کا بغرض اظہار ارادتمندی بادشاہ کی خدمت مین روانہ کر دیا - اکبر کو یقین دلایا گیا تھا کہ بیرم ضرور بالضرور پنجاب کو حضور کے خلاف اُبھارنے کی کوشش کریگا چنانچہ وہ فوج لیکر اس صوبہ کی جانب روانہ ہوا تھا - مقام جھجھر ضلع رہتک مین یہ اسباب شوکت شاہانہ پہونچا - اکبر نے سب اسباب ایک ایسے شخص کو عطا کیا جو پہلے بیرم کا

* وہ پیام یہ تھا - مجھے تمھاری ایمانداری اور دیانت پر پورا بھروسہ تھا اسلیے سب کاروبار سلطنت تم پر چھوڑ کر اپنے لہو و لعب مین مصروف تھا - اب مرضی یہ ہے کہ عنان سلطنت اپنے ہاتھ مین سنبھالون - مناسب یہ ہے کہ تم حج کے واسطے مکہ چلے جاو کہ مدت سے تمھارا یہی ارادہ تھا - پرگنجات ہندوستان سے جو جاگیر بنام تمھاری ملتقات کے ہے مقرر کر دیجاے اور تمھارے گماشتے اُسکا حاصل تمھارے پاس پہونچایا کرین -

رفیق تھا مگر کچھ عرصہ سے مورد عتاب ہو گیا تھا - اور حکم دیا کہ جاؤ اپنے آقا سے قدیم
کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ اور اُن کو سفر مکہ کے واسطے جہاز پر سوار کرا دو بیرم
کو یہ بات سخت ناگوار گزری اور فوراً بیکانیر کی طرف پلٹا اور اپنے اہل و عیال
کو اپنے متبنے ترکے کے سپرد کر کے علم بغاوت بلند کیا - مگر ابھی تک بیرم کو یہ
نہ معلوم تھا کہ سلطنت مغلیہ کے باغی اور سلطنت مغلیہ کے معتمد مدار المہام کی
حالت مین زمین آسمان کا فرق ہے دیپال پور ہی پہونچا تھا کہ یہ خبر آگئی کہ اُسکے
متبنے بیٹے نے امانت مین خیانت کی اور اُسکے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا - یہ ارادہ کر کے
کہ چلو جالندھر و آپ ہی کو باغی کر دو وہ اس مشہور جگہ کی طرف بڑھا - مگر سرحد ہی
پر پہونچا تھا کہ اتکہ خان حاکم پنجاب کی فوج سے مقابلہ کرنا پڑا - لڑائی ہوئی بیرم
نے شکست کھائی اور ستلج کنارہ تلواڑہ بھاگ گیا - یہ مقام لدھیانہ سے تین
میل جانب مغرب واقع ہے - اکبر بھی پیچھے ہی پیچھے آرہا تھا - کیل اُسکے نائب
سے مقابلہ ہو گیا - اور اُسی نے شکست دے دی - اب اکبر اپنے اتالیق کے
تعاقب مین لگا اور ایسا دق کیا کہ بیرم خود ہی حاضر ہو گیا اور رحم کا ملتجی ہوا -
اکبر نے پہلی خدمات کو یاد کر کے قصور معاف کیا اور زر کثیر دیکر مکہ کی طرف روانہ
کر دیا - بیرم مع الخیر گجرات پہونچا حاکم گجرات بڑی خاطر سے پیش آیا - ابھی ہندوستان

سے روانگی کی تیاری ہی کر رہا تھا کہ ایک لوہانی افغانستان نے جسکا باپ ماچھی وارہ کی لڑائی مین مارا گیا تھا اسے قتل کر ڈالا*۔ اس عرصہ مین (۹ - نومبر ۱۵۶۰ء کو) اکبر دہلی واپس آگیا تھا - یہان چند روز آرام کرکے آگرہ کی طرف بڑھا کہ وہان اُن صوبون پر کاربند ہو جو اُسنے ملک گیری واتفاق اور نیز اُن صوبون کے ایک کر دینے کے لیے باندھے تھے جنکو ملا کر اُسے سلطنت قائم کرنی تھی - سچ پوچھیے تو اکبر کی سلطنت (اس معنی کرکے کہ بغیر ایسے وزیر کے حکومت کی جاے جو خود مالک بنا ہوا ہو) اسی تاریخ سے شروع ہوئی - وہ اتالیق جسنے سلطنت کا سارا کاروبار اپنے ہی ہاتھ مین کر رکھا تھا جا چکا تھا اور اب ملک کی آیندہ حالت کا انحصار محض بادشاہ کی قابلیت پر تھا -

* کہا جاتا ہے کہ اس قاتل کو محض انتقام لینا مقصود تھا - بیرم کی پشت پر خنجر لگا تھا اور نوک سینہ توڑ کر پار ہو گئی تھی - بلاکمین صاحب اپنی آئین اکبری مین لکھتے ہین کہ "کلمہ اللہ اکبر زبان سے نکلا اور کام تمام ہو گیا" اکبر نے اُسکے بیٹے کی پرورش فرمائی -

گیارھوان باب

وقایع سلطنت

اکبر کی سلطنت کے چھٹے سال مین اگر تاریخ جنگ پانی پت سے شمار کیجیے اور پہلے ہی سال مین اگر اسکی ذاتی فرمانروائی کا لحاظ کیجیے ہندوستان مین جو اُسکی حالت تھی اُسکا خلاصہ یہ ہے کہ وہ مالک تھا پنجاب اور اُن ممالک مغربی و شمالی کا جو ہمارے وقت مین بھی اسی نام سے مشہور ہین اور جمنا کی طرف گوالیار اور اجمیر داخل تھے اور پورب کی طرف بقیہ اودھ مع الہ آباد وجونپور تک شامل تھا۔ بنارس وچنار وصوبجات بنگال و بہار تک سور خاندان کے بادشاہون یا اور افغان خاندانون کے جانشینون کے قبضہ مین چلے آتے تھے۔ پورا جنوبی ہندوستان اور بہت بڑا حصہ مغربی ہندوستان کا اس عملداری کے باہر تھا جہان اکبر کا ڈنکا بجتا تھا۔

اس مین تو شک نہین کہ بیرم کی اتالیقی کے پانچ برس کے زمانہ مین اکبر نے اس مسئلہ پر بہت غور کیا تھا کہ کس طرح ہندوستان پر حکومت کی جاے کہ

رعایا اور والیان ملک کے دل ایک ہی بادشاہ کی حمایت مین ایک ہوجائین اور وہ
اُسی کو اپنا قومی بادشاہ سمجھین۔ اس مسئلہ مین بیشمار مشکلین تھین۔ چار صدیان جو
مسلمان بادشاہون کی سلطنت کی یہان گزرین تو ان مسلمان بادشاہون سے
کوئی کوشش اس بات کی نہین کی کہ اس جزیرہ نما مین جو مختلف قومین آباد ہین
اُن مین جانبین کے اغراض پیدا کر کے ایک دوسرے کے ساتھ ایسا وابستہ
کردین کہ سب ایک ہوجائین۔ اور ہر ایک اپنی چند روزہ برتری کے اصول
پر حکومت کرتا رہا اور جب کسی بڑی طاقت کا سامنا ہوگیا فوراً ہی گر گیا۔ اسکا
نتیجہ محض یہی نہین ہوا کہ پچھلے خاندانون اور نیز خاندان موجودہ وقت کی بےثباتی
کا یقین ہوگیا۔ یہ بھی اسی کا نتیجہ تھا کہ بنگال سے گجرات تک ملک مین بہت سے
دعویدار ہوگئے تھے۔ یہ لوگ اُن خاندانون کے پس ماندگان مین سے تھے جو برسر
سلطنت رہ چکے تھے۔ اور انمین سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ مغل بھی چند روز کے
لیے مالک سریر بن بیٹھے ہین اور جیسا کچھ مقدر مین ہویا تو ہم ہی مین سے کسی کے
ہاتھ سے یا اور کسی نئے حملہ آور کے ہاتھ سے نکال باہر کر دیے جائینگے ہمایون
جس آسانی کے ساتھ یہان سے اُکھاڑ دیا گیا تھا اُسکی یاد سے سلطنت وقت کی
بےثباتی کا یقین اور بھی قوی ہوگیا تھا۔ قنوج مین شکست کھاتے ہی وہ ایسا

بھاگا تھا کہ تیرہ برس جو مسلمانون کی سلطنت یہان رہی تھی اسکا ذرا سا نام و نشان بھی تو نہین چھوڑا تھا - اور زمین مین ایک جڑ بھی تو نہین پھوٹی تھی -

اکبر ان سب باتون کو سمجھتا تھا - وہ اپنے دل مین اسی مسئلہ پر غور کر رہا تھا کہ کیا کرے کہ رعایا اور والیان ملک کے دلون سے ان باتون کی یاد بالکل شاد کے فتح کرے مگر ملا لینے کی غرض سے - جون جون ملک بڑھتا جائے ایسے اصول جاری کرتا جائے جنکو سب فرقے کسان سے لیکر راجہ تک ایک ہی طرح پر مانین تاکہ سب یہی سمجھین کہ یہی شل باپ کے ہمارا نگہبان ہے - یہی وہ اکیلا شخص ہے جو ہمکو تکلیف سے ضرور بچائے گا - یہی اس بات کا یقین دلانے والا ہے - کہ ایام قدیم سے جو حقوق اور دستور ہمارے چلے آئے ہین وہ برابر قائم رہینگے یہی سب سے قابل آدمی کا حق بلا لحاظ اپنے مذہب ذات یا قوم کے دیکھیگا اور اسے اپنی ماتحتی مین ایسے قانون اور انصاف کے جاری کرنے کے لیے مقرر کریگا جو سب فرقون کے لیے یکسان ہون - جون جون اکبر کے خیالات مین پختگی آتی گئی اسکے اصول اسی قسم کے ہوتے گئے - اُسپر یہ الزام لگایا گیا ہے (اور جو متعصب مسلمان مصنف اس زمانہ کے تھے اُنھون نے تو اسکے جیتے جی لگایا تھا) کہ وہ اپنی ذات مین اوصاف آلہی کے ہونے کا دعویدار ہو گیا تھا - یہ

الزام صرف اس معنی کر صحیح ہے کہ ایسے زمانہ مین اور ایسے ملک مین جہان حالات
اور حق مرادف الفاظ ہو رہے تھے وہ گویا آسمانی فرشتہ بنکر اترا تھا اور ہندوستان
کے لوگون مین بے تعصبی و انصاف و رحم و برابری حقوق کے پھیلانے
کے لیے دنیا مین خدا کی قدرت کا نمونہ تھا۔

اسکی پہلی کوشش یہ تھی کہ سارا ہندوستان ایک ہی راج کے نیچے آجاے
اور یہ کام زیادہ تر اس طرح پر انجام دیا جاے کہ جن جن قومون کو اس غول مین لینا
منظور ہوا ان سب کو اپنا کرلے تاکہ یہ اکبری طریقہ بخوبی سمجھ مین آجاے مین نے
اس مضمون کو طبعی اور اخلاقی دونون رنگون سے بیان کرنا مناسب تصور کیا ہے
چنانچہ اس باب مین تو ان متواتر کوششون کا بیان کیا جائیگا جو اس غرض سے
ہوتی رہین کہ جن مختلف سلطنتون مین ہندوستان اُسوقت منقسم تھا وہ سب
ایک حکومت مین آکر ایک ہی طرح کے قانون کے پابند ہوجائین۔ اُسکے بعد کے
باب مین اس مسئلہ کی اخلاقی حالت پر بالخصوص زیادہ زور دیا جاے گا۔

جس طرز کی یہ کتاب ہے اُسکے لحاظ سے یہ خالی از طوالت نہو گا کہ اکبر نے
جو فتوحات ہندوستان مین کین اُن سب کا تذکرہ بالتفصیل کیا جاے صرف
اسقدر لکھنا کافی ہوگا کہ اپنی سلطنت کے چھٹے برس اور اپنی ذاتی انتظام کے

پہلے ہی سال اُسنے مالوہ پھر اپنی عملداری مین ملالیا - اسی برس کچھ آگے چلکر یہ ہوا کہ
بہار اور کرمناسا کے مشرق جانب والے ملک کے افغان فرمانرواسنے جونپور
پر حملہ کرنے کی کوشش کی اور اکبر کے سپہ سالارون نے انکو پسپا کردیا اور
اکبر خود کالپی ہوکر گیا اور وہان جمنا اتر کر دریاے گنگا کے داہنے کنارہ الہ آباد
کے قریب مقام کڑانک آیا - جہان وہ سردار اسکو مل گئے جو جونپور پر قبضہ کیے
ہوے تھے اور پھر یہان سے آگرہ مراجعت کی - اسی سال کے آخر مین ریاست
جودھپور قصبہ مرتا کا محاصرہ ہوا کہ اس زمانہ مین یہ قصبہ بہت بڑی جگہ سمجھا جاتا تھا
اور اجمیر کے آگے شہر جودھپور سے ۶۶ میل جانب شمال و مشرق واقع تھا -
اکبر اُس زمانہ مین اجمیر مین مقیم تھا - وہین سے یہ یلغار بھیجی اور اسکا انجام کو
پہونچانا اپنے سپہ سالارون پر چھوڑدیا - راجپوت لوگ جو محصور تھے اُنھون نے
بڑی سرگرمی کے ساتھ اپنی حفاظت کی مگر سال آیندہ کے موسم بہار مین اس
شرط پر زیر ہوگئے کہ جو لوگ محصور ہین وہ سب کے سب اپنے اپنے گھوڑے
اور ہتھیار لیکر چلے جائین اور اپنا مال ومتاع اور اسباب یہین چھوڑتے جائین -
جس سال مرتا تسخیر ہوا اُسی سال (۱۵۶۲ء) مالوہ مین جو سپہ سالار اکبر
کے تھے انھون نے مغرب کی طرف بڑھکر دریاے تاپتی کے کنارہ کے شہر

بجے گڑھ و برہانپور اور اُسکی علداری مین بڑھا دیے - مگر اس فائدہ سے آگے
پھر ایک اور مصیبت درپیش ہوگئی - ان شہرون کے حاکم مالوہ کے نکالے
ہوے افغان فرمانروا سے مل گئے اور ملک کے زمیندارون نے جو مدت سے اُنکی
حکومت کے عادی ہو رہے تھے اُنکی مدد سے جی توڑ کر شاہی فوج پر حملہ کیا - اس
فوج نے کہ ابھی برہانپور کی لوٹ سے مالامال ہونگی تھی پوری شکست کھائی
کچھ عرصہ کے لیے تو مالوہ ہاتھ سے جاتا رہا مگر سال ختم نہونے پایا تھا کہ مغل
سپہ سالارون نے کمک منگا کر پھر اُسپر تسلط کر لیا - وہ افغان سردار جو مالوہ کا
حاکم تھا کچھ دنون اودھر اودھر مارا مارا پھرا - آخر اکبر سے رحم کا خواستگار ہوا اور بقول
ایک وقائع نگار کے تقدیر کے غصہ سے پناہ لی - اکبر نے یکہزاری منصب پر
ممتاز فرمایا اور کچھ عرصہ بعد منصب دوہزاری پر ترقی بخشی - یہ سردار اپنے نئے
بادشاہ ہی کی خدمت مین مرا - ناظرین یہ برابر دیکھتے جائینگے کہ کس طرح اکبر کا
اصول ہمیشہ یہی رہا ہے کہ اپنے دشمنون کو عزت عہدہ و صلہ دیکر اپنا کر لیتا تھا نہ یہ
کہ اُن کو مایوس کر دے - اُسکا مطلب تو یہ تھا کہ اتفاق بڑھے اور یکجہتی پیدا ہوجاوے
اسی لیے وہ مغلوب کے ساتھ ہمیشہ رحمدلی کا برتاو کرتا تھا - وہ اُسکی طاقت کو
اپنی طاقت سے باہر نہین رہنے دیتا تھا بلکہ اُسے بھی اپنی ہی طاقت مین ملا لیتا تھا -

جو شروع شروع مین اُسکی مخالفت پر کمر بستہ ہوتے تھے اُن پر یہ ظاہر کر دیتا تھا کہ اسکے فتح پا جانے پر یا اُسکی اطاعت کر لینے پر کسی طرح ہماری توقیر مین کمی نہ ہوگی بلکہ آگے چل کر اسمین ترقی ہی ہوگی - اس اصول پر عمل کرنے کا حال خاص کر کے اسوقت معلوم ہوگا جب ہم اُن معاملات کا ذکر کرینگے جو اکبر نے راجپوتانہ کے راجاؤن کے ساتھ کیے تھے *

سلطنت اکبری کے آٹھوین سال کے موسم بہار مین ایک دردناک واقعہ کا ابر آسمان پر چھا گیا - ہم اوپر اس محبت اور عزت کا ذکر کر چکے ہین جو اکبر کے دل مین اس خاتون کی طرف سے تھی جس نے بچپن مین اُسے دودھ پلایا تھا اور خردسالی مین برابر اُسکی نگہداشت کی تھی - بیرم کا بھی معاملہ بہت کچھ اسی کی صلاح پر عمل ہو کر ظہور مین آیا تھا - محل مین اکبر نے اُسکو بہت معقول جگہ دے رکھی تھی اور اسکے لڑکون کو بھی بیش قرار عہدے ملگئے تھے - ان مین سے سب سے بڑے لڑکے کو اُن لوگون کے عروج پر حسد ہوا جن سے وہ اپنے تئین برتر یا ہمسر سمجھتا تھا اور غالباً اسی کے مزاج کے آدمیون نے اسکو بھڑکا یا بھی کہ اُسنے وزیراعظم کو عین اس وقت کہ مسند وزارت پر بیٹھا ہوا تھا قتل کروا ڈالا - اور پھر اکبر نے جو مہربانی اُسکے اور اُسکے خاندان والون کے حال پر ہمیشہ مبذول رکھی تھی

اُس پر حملہ کرکے حرم سرا کے دروازہ پر آکھڑا ہوا۔ مگر ایسے کام مین اور ایسے
آدمی کے واسطے اکبر رحم کرنا نہ جانتا تھا۔ قاتل کے ٹکڑے اُڑا دالے گئے
اور نعش فصیل پر سے نیچے کی خندق مین پھینک دی گئی۔ جن لوگون نے اُسے
بھڑکایا تھا وہ اس خوف سے کہ مبادا ہماری سازش کا حال کھل جائے جمنا پار
بھاگ گئے۔ مگر پکڑے گئے اور آگرہ واپس بھیجے گئے۔ آخر کار خطا معاف
ہوگئی۔ مجرم کی مان چالیس دن بعد اپنے لڑکے کی اس حرکت کے غم
مین تمام ہوگئی۔

اس سے پہلے کچھ عرصہ تک پنجاب کے ایک حصہ کی حالت ایسی ہوگئی
تھی کہ اکبر کو کسی قدر تردد لاحق ہوگیا تھا۔ گکرون کی قوم جو ہمیشہ سے مفسد تھی
اور جسنے کبھی دل سے مغل بادشاہون کی اطاعت قبول نہین کی تھی وہ اُن
احکام کی مخالفت پر آمادہ ہوگئی تھی جو اکبر نے ان کے ملک کے متعلق
صادر فرمائے تھے۔ یعنے یہ کہ اکبر نے جو حاکم اُنکے ملک کا نامزد کیا تھا اُسکو اپنا
حاکم ماننے سے انکار کیا جاتا تھا۔ گکر پنجاب کے اُس حصہ مین آباد تھے (اور
اُنکی نسل اب تک وہین آباد ہے) جو حال کے ضلع راولپنڈی کے شمال و مشرق
واقع ہے۔ اکبر نے اپنے احکام کی تعمیل کرانے کے لیے فوج بھیجی اور کچھ

مختصر سی جنگ و جدل کے بعد اس فوج نے سب امن امان کرادیا۔

گکرون کا سردار قید ہوگیا اور ہنوز زیر نگرانی تھا کہ مرگیا۔ اسی طرح اکبر نے وہ شورشین بھی فرو کین جو کابل مین برپا ہوگئین تھین اور بہت مستعدی کے ساتھ اُس سازش کا انسداد کیا جو ہمایون کے اس مقرب ابو المعالی نے کی تھی جسکے جھوٹے دعوون کو اکبر کئی دفعہ خاک مین ملا چکا تھا اور جواب حج مکہ سے واپس آکر پھر گھمنڈ مین پھول گیا تھا۔ ایک اور ناراض امیر سے ساز کرکے ابو المعالی نارنول کے قریب شاہی فوج کے ایک دستہ پر آن پڑا اور اُسے تباہ کر ڈالا۔ اکبر نے اُسکے پیچھے فوج روانہ کی۔ ابو المعالی ڈر کر کابل بھاگا اور وہان سے بڑی معذرت کے خط اکبر کو لکھے۔ آخر کار سال آئندہ کے شروع ہی مین ابو المعالی بدخشان مین قید ہوا اور گلا گھونٹ کر مار ڈالا گیا۔

سنہ ۱۵۶۴ء کے موسم بہار تک اکبر نے اُن منصوبون کی تکمیل کی غرض سے کوئی کارروائی نہین کی جو اُسنے الہ آباد کے پورب کی طرف کے ممالک مین مغلیہ حکومت قایم کرنے کے واسطے ٹھہرا رکھے تھے۔ چنار جسکو اس زمانہ مین اس مشرقی عملداری کی کنجی سمجھتے تھے عدلی خاندان کے ایک غلام کے قبضہ مین تھا اس غلام کو جو اکبر کے ایک سپہ سالار نے دھمکایا تو اُسنے بادشاہ کو عریضہ لکھا

کرمین اطاعت کو طیار ہون - اکبر نے اپنے دو سردار قلعہ لینے کو بھیجے اور قلعہ
انکے حوالہ ہوگیا - چنار پر قبضہ ہو جانے سے ضلع نرسنگھہ پور کی بھی راہ نکل آئی -
یہان ایک رانی فرمانروا تھی جو چوراگڑھ کے قلعہ مین دربار کیا کرتی تھی - مغل
سپہ سالار اس پر چڑھ کر گیا اور میدان مین شکست دی اور نرسنگھ پورا اور اس
ضلع کا کچھ حصہ جو اب ہوشنگ آباد کہلاتا ہے عملداری شاہی مین شامل کرلیا - اسی
سال گرمیون کے موسم مین اکبر شکار کے بہانے وسطی اضلاع کی طرف
روانہ ہوا - وہان برسات نے آلیا اور کسی قدر دقت کے ساتھ چڑھی ہوئی
ندیون کو عبور کرکے نرور پہونچا کہ یہ شہر اُس زمانہ مین بہت اچھی حالت مین تھا
اور بیس میل کے محیط مین آباد ہونے پر ناز کرتا تھا - کچھ دن اس شہر کے
قرب وجوار مین شکار کھیلتا رہا پھر مالوہ کی طرف بڑھا اور راوا سرنگ پور ہوتا
ہوا اس مشہور مقام مانڈو پر پہونچا جو مئو سے ۲۶ میل جانب جنوب ومغرب
واقع ہے -

مانڈو کا حاکم اکبر ہی کا مقرر کیا ہوا ایک اوزبک امیر تھا - وہ جانتا تھا کہ اسباب
ایسے ہو گئے ہین کہ بادشاہ مجھسے ناراض ہے - بادشاہ نے اس سے خاطر جمع
رکھنے کو کہلا بھی بھیجا تھا مگر اُسنے اعتبار نہ کیا اور جب اکبر قریب آن پہونچا تو شہر

چھوڑ دیا اور اپنے ہمراہیون کو ساتھ لیکر میدان مین آگیا۔ اکبر نے فوج بھیجی اور
وہ گجرات کی آخری حد تک اُسے کھدیڑتے گئی اور اُسکے گھوڑے ہاتھی اور
بیگمات سب چھین لین۔

اکبر کی مانڈو مین بڑی آؤبھگت ہوئی۔ قرب و جوار کے اضلاع کے زمینداروں
نے جوق جوق آکر نذرین پیش کین اور وہان سے کسی قدر فاصلہ پر جو مقام
خاندیس ہے وہان کے بادشاہ نے خیر مقدم کرنے کو سفارت بھیجی۔ اکبر سفیر کے
ساتھ باعزاز و اکرام پیش آیا۔ اس وجہ سے کہ اس زمانہ کے دستور کی ایک خاص
بات اس سے ظاہر ہوتی ہے یہ واقعہ بھی لکھنے کے قابل ہے کہ جب اکبر نے
سفیر کی رخصت کا دربار منعقد فرمایا تو اُسکے مالک کے نام ایک فرمان بھی لکھکر
دیا کہ اپنی ایک بیٹی کو جسے بادشاہ کے قابل سمجھتے ہو مانڈو مین پہونچا دو۔ مورخ
نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب مبارک شاہ فرمانروائے خاندیس کو یہ پیام محبت فرجام
پہونچا تو وہ بہت محظوظ ہوا اور اپنی بیٹی کو مناسب حال حشم خدم و ساز و سامان
جہیز دیکر حضور مین پہونچا دیا اور اسکو انتہا سے عنایت سمجھا کہ ایسا کرنے کی اجازت
نصیب ہوئی۔ تھوڑے دنون مانڈو رہکر اکبر اجین سارنگ پور سیپری
نروَر گوالیار ہوتا ہوا آگرہ واپس آگیا اس سال جاڑون کے موسم مین لےنے

وقت کا بہت سا حصہ اضلاع گوالیار مین شکار کھیلنے مین صرف کیا۔

بہت کم مغربی سیاح ایسے ہونگے جو ہندوستان گئے ہون اور اُس سنگ سرخ کے قلعہ کو عبرت کی نظر سے نہ دیکھا ہو جو آگرہ کی قابل دید عمارتون مین سے ہے۔ اکبر کی تخت نشینی کے وقت آگرہ مین محض اینٹون کا کوٹ بنا ہوا تھا جو بالکل بدنما تھا اور پرانا ہو کر جا بجا سے ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ اکبر کا کچھ عرصہ سے ارادہ تھا کہ اس کھنڈر پر ایسا قلعہ تعمیر کرے جو ایک سلطنت کے فرمانروا کے قابل ہو۔ ۱۵۶۵ء مین موسم بہار کے نکلتے نکلتے اُسنے نقشہ تجویز کر لیا اور ضروری احکام صادر فرمائے۔ یہ کام قاسم خان کی زیر نگرانی شروع ہوا کہ یہ ایک بڑا معزز افسر تھا اور اکبر نے اُسے سہ ہزاری منصب پر ممتاز فرمایا تھا۔ آٹھ برس کی لگاتار محنت مین قلعہ بنکر طیار ہوا اور پینتیس لاکھ روپیہ تعمیر مین صرف ہوا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے یہ قلعہ سنگ سرخ کا بنا ہے اور یہ پتھر اُن لوہون کے حلقون سے باہم ملے اور جکڑے ہوئے ہین جو انمین سوراخ کرکے پہنائے گئے ہین اور اسکی بنیاد ہر طرف پانی تک پہونچ جاتی ہے۔

یہ سال ختم نہونے پایا تھا کہ اکبر کو ناگہانی مصیبت مین بہت جلد فیصلہ کرنے اور کام پر مستعد ہو جانے کی قابلیت کے اظہار کا موقع ملا۔ ہم اوپر

ذکر کر چکے ہین کہ جب وہ مانڈو گیا تھا تو شہر مذکور کا حاکم جو قوم اُزبک سے تھا
ڈر کر باغی ہو گیا اور اکبر نے اُسکا تعاقب کرایا اور سزا کو پہونچایا۔ اس باغی کے
ساتھ یہ برتاو کچھ زیادہ سختی کا نہ تھا۔ تاہم دربار مین اور فوج مین جو ازبک امیر تھے
ان کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ بادشاہ کو ہماری قوم سے نفرت ہے۔ تین چار نے
مل کر یہ صلاح کی کہ بادشاہ کو سبق دینا ضروری ہے۔ اسی سال خزان کے
موسم مین جونپور مین بغاوت ہوئی کہ وہان کے حاکم کو ازبک لوگون نے
اپنی طرف ملا لیا تھا۔ اکبر نرور مین ہاتھیون کا شکار کھیل رہا تھا کہ یہ خبر پہونچی۔
فوراً اپنے سب سے ہوشیار سپہ سالار کو روانہ کیا کہ جو کچھ فوج موجود
ہے اسے لیکر ہمارے وفادار افسرون کی مدد کو پہونچو۔ پیچھے سے ہم اور
فوج جمع کر کے بھیجدینگے۔ تقریباً دس دن بعد خود روانہ ہوا اور قنوج پہنچا
یہان باغیون کے ایک سرغنہ نے اطاعت قبول کرلی۔ دریا برسات کی وجہ
سے چڑھا ہوا تھا دس دن تک اسکی طغیانی کم ہونے کے انتظار مین ٹھہرا رہا
پھر یہ خبر ملی کہ جو سردار بغاوت کا بانی مبانی تھا وہ لکھنؤ گیا ہے فوراً مختصر گھپنی ہوئی
فوج لیکر اُسطرف بڑھا اور چوبیس گھنٹہ یک لخت سفر کر کے دوسرے ہی دن
صبح کے وقت اسقدر قریب آن پہونچا کہ شہر نظر آنے لگا۔ جب آگے بڑھا تو

ہاتھی ایسے سرپٹ بھاگے کہ بادشاہ اور ہمراہیون کے گھوڑے جو اتنی بڑی منزل مار کر آئے تھے اور بالکل خستہ ہو رہے تھے اُن کا پیچھا نہ کرسکے باغیون کے سردار نے تیزی کے ساتھ جونپور کو مراجعت کی اور اپنے ساتھیون کو لیکر نکلا اور نرہن کے معبر پر کہ چھپرلے کے مغرب و شمال و مغرب کے گوشہ مین چالیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے دریاے گھاگرا عبور کرکے وہین لشکر ڈالے پڑا رہا - وہان سے ان لوگون نے بنگال کو آدمی بھیجے اور وہان کے بادشاہ سے مدد مانگی -

اسی عرصہ مین ایک شاہی فوج جسکا سپہ سالار یہ چاہتا تھا کہ بغیر خونریزی کے یہ جھگڑا رفع ہوجاے ان لوگون کے سامنے پہونچ گئی - اُدھر ایک اور فوج جسکا سپہ سالار بڑا بگڑے دل اور جری آدمی تھا راجپوتانہ سے اس طرف کو بڑھتی چلی آتی تھی - جو معاملہ کی بات چیت صلح کل سپہ سالار نے شروع کی تھی وہ طے ہو چکنے ہی کو تھی کہ بگڑے دل سپہ سالار پہونچ گیا اور یہ ظاہر کرکے کہ یہ معاملہ سراسر دغا کا ہے لڑائی پر اصرار کیا - جو لڑائی ہوئی اُسمین شاہی فوج شکست یاب ہوئی اور بھاگ کر دوسرے دن پھر شیرگڑھ مین جمع ہوئی -

اس جنگ کے ہونے سے پہلے اکبر باغیون کی طرف سے جو صلح

کی بات چیت آئی تھی اُسکو منظور کرچکا تھا - اور یہ سنکر بھی کہ باغیون کو ہماری فوج
پر فتح نصیب ہوئی ہے وہ اپنے ارادہ سے نہ ڈگمگایا - اور یہی کہا کہ "اُن کے
قصور معاف ہوچکے ہین" اور اپنے امیرون کو لکھ بھیجا کہ دربار واپس چلے آوین
پھر خود چنار کی طرف روانہ ہوا کہ قلعہ کے استحکام کی غرض سے کام بھی لگا دے
مرزاپور کے جنگلون مین ہاتھیون کا شکار بھی کھیلے اور جن باغیون کو صلح
ہونے کی حالت مین معافی دے چکا ہے اُنکی حرکات کا بھی نگران رہے
آزمودہ را آزمودن کی کیا ضرورت تھی - باغی سردار اپنی کامیابی سے پھول کر
از سر نو بغاوت پر مستعد ہوگئے تھے - مگر اکبر نے اپنی فوجین کچھ ایسی ہوشیاری
سے تعینات کین کہ اُنھون نے مجبور ہوکر اطاعت کرلی اور پھر عفو لطف خسروانہ
سے سرافراز ہوئے - اسی سال مین شاہی سپہ سالارون نے بہار مین
قلعہ رہتاس تسخیر کرلیا اور بادشاہ اڑیسہ کے پاس جو سفیر گیا تھا وہ بہت سے بیش بہا
تحائف لیکر واپس آیا -

۱۵۶۶ء کے موسم بہار مین بادشاہ پھر آگرہ پہونچ گیا - اس ملک
کے مورخ لکھتے ہین کہ اس زمانہ امن وامان مین بادشاہ کی بڑی خوشی یہ تھی
کہ شام کا وقت چوگان بازی مین صرف ہوتا تھا - یہ چوگان وہی کھیل ہے جو آجکل

پولو کہلاتا ہے اور ہندوستان ہی سے یورپ مین پہونچا ہے - اکبر دن مین تو اسی طرح کہیلتا تھا جس طرح آجکل ساری دنیا مین کہیلا جاتا ہے مگر ہندوستان مین جو اندھیری راتین بہت جلدی سے دن کے آجانے پر غالب آجاتی ہین اسلیے اُسنے رات کے کہیلنے کا بھی ایک طریقہ ایجاد کیا تھا - پلاس کی گیندین بنوائی تھین اور اُنکو روشن کرلیا کرتا تھا - یہ لکڑی بہت ہلکی ہوتی ہے اور دیر تک جلتی رہتی ہے - چوگان بازی مین اُسکا نام تھا کہ بہت تیز دست کہیلنے والا ہے -

اکبر لاہور اور کابل مین بغاوت ہوجانے کی خبرین سنکر اس کہیل کود سے ہوشیار ہوا - آخر سال مین بڑی عجلت کے ساتھ ستلج کی جانب بڑھا - دس دن مین دہلی پہونچا - وہان سے سرہند روانہ ہوا - اور وہان سے خوشی خوشی لاہور آیا - یہان پہونچکر اپنے سپہ سالارون کو روانہ کیا کہ باغیون کو اٹک پار بھگا دین وہ لوگ اس حکم کی تعمیل کرکے واپس آگئے - کابل کی شورش بھی اسی عرصہ مین فرو ہوگئی - مگر ادھر سے فرصت ہوئی تو اس طرف بادشاہ کے شمال و مغرب مین اسقدر فاصلے پر چلے آنے کی بدولت جونپور مین بغاوت ہوگئی - صاف ظاہر ہے کہ اس وقت تک کہ ۱۵۶۶ء کا خاتمہ تھا اکبر ہندوستان

مین مستقل حکومت قائم کرنے کے مسئلہ پر پوری کامیابی کے ساتھ حاوی نہ ہو چکا تھا۔ جنگ پانی پت سے شمار کیجیے تو اُسکی سلطنت کا گیارھوان سال ختم ہو رہا تھا اور اب تک اُسنے یہان کی زمین مین جڑ اسقدر کم پکڑی تھی کہ اگر کوئی ناگہانی حادثہ ہو جاتا تو یقیناً سلطنت کا فیصلہ پھر شمشیر ہی سے ہوتا۔ شروع ۱۵۶۷ء تک وہ برابر لاہور مین سیر و شکار مین مصروف رہا۔ یہ خبر سنتے ہی ہوشیار ہوا کہ ازبک سردار جنکو معافی دے چکا تھا اُسکی غیر حاضری کا موقع پاکر پھر باغی ہو گئے۔ چنانچہ ۲۲۔ مارچ کو لاہور چھوڑا اور آگرہ کو مراجعت کی۔ تھانیسر صوبہ سرہند مین پہونچکر اُسے ہندو فقیرون کے دو فرقون یعنے جوگیون اور سنیاسیون کی لڑائی مین بڑا لطف آیا کہ یہ اس سونے اور جواہرات اور ریشمی کپڑون کے چڑھاوے کے لینے کے واسطے لڑتے تھے جو خوش اعتقاد جاتریون نے یہان کے مندر مین لاکر چڑھایا تھا۔ دہلی مین بادشاہ کو اپنی سلطنت کی بے ثباتی کی ایک اور علامت دیکھنی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ ایک شاہی قیدی باوجود حاکم دہلی کی نگہداری کے نکل بھاگا اور حاکم مذکور نے عتاب شاہی کے خوف سے شہر چھوڑ دیا اور بغاوت پر کمربستہ ہو گیا۔ آگرہ پہونچکر بھی کچھ اطمینان دینے والی خبرین سننے مین نہین آئین۔ قنوج کے پاس کا ملک بغاوت کی حالت مین تھا اور اکبر خوب جانتا تھا کہ اُسکے بہت سے

سردار بھروسے کے قابل نہین ہین - اس نازک وقت مین وہ بھوجپور ضلع بلیے برلی گیا اور وہان سے بلیے بریلی آیا - یہان آکر یہ سنا کہ باغی کالپی کی طرف بڑھنے کی نیت لگا آتے ہین - بارش سخت ہوئی تھی - ندی نالے چڑھے ہوے تھے اکبر کو تو اپنے کام کی دھن بندھی تھی اپنی بڑی فوج تو کڑا روانہ کی اور خود تھوڑی سی چیدہ فوج لیکر بعجلت تمام مانکپور روانہ ہوا کہ یہ مقام الہ آباد اور پرتاب گڑھ کے بیچون بیچ مین واقع ہے - یہان ہاتھی پر سوار ہوکر دریا اُترا اور بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھکر باغیون کو موضع مانکپور مین جا لیا اور شکست فاش دی - اس بغاوت کے بڑے بڑے سرغنہ لڑائی مین یا اُسکے بعد مارے گئے - میدان جنگ سے اکبر الہ آباد کی طرف روانہ ہوا کہ اس زمانہ مین یہ مقام اپنے قدیم نام پراگ سے مشہور تھا پھر بنارس اور جونپور مین جا کر ملک مین تسلط جمایا اور پھر آگرہ واپس گیا -

اب جو اپنی مشرقی عملداری کو محفوظ پایا تو اکبر راجپوتانہ کی طرف متوجہ ہوا - مغربی ہندوستان کے اس بڑے حصہ ملک مین سب سے قدیم فرمانروا اودے سنگھ رانا ے میواڑ تھا - اُسکا مزاج ایسا تھا کہ کمزوری اور انتہا درجہ کی ضد اسمین پائی جاتی تھی - اُسکا بڑا امن چتوڑ کا وہ مشہور قلعہ تھا جسکو علاء الدین خلجی نے البتہ ایک مرتبہ فتح کیا تھا - مگر اب بھی شہرت تھی کہ یہ قلعہ ناممکن التسخیر ہے - قلعہ بنا من م

کے کنارہ ایک بلند مستطیل پہاڑی پر واقع ہے اور قلعہ کی بیرونی دیوارین پہاڑی
مین زمین دوز ہوگئی ہین۔ اسکی حفاظت کے لیے تقریبًا سات ہزار سوار
یا سپاہیون کی فوج رہتی تھی۔ اور افسر قلعہ ایک وفادار اور خیرخواہ افسر تھا۔ رسد
اور پانی کی افراط تھی۔ غرض کہ ہر طرح اس قابل تھا کہ عرصہ دراز تک محاصرہ
کا بار اٹھا سکے۔

اکبر خود تو قلعہ کے سامنے جم گیا اور کچھ اور فوج بھیجدی کہ قرب وجوار کا ملک
فتح کرے کیونکہ رانا تو مایوس ہوکر جنگلون مین بھاگ گیا تھا۔ لیکن اگر وہ محاصرہ زور
شور سے کرتا تھا تو راجپوت بھی ویسی ہی دلیری اور استقلال سے اپنی حفاظت
کرتے تھے۔ اکبر کو کبھی ایسے مضبوط جنگ آزماؤن سے سابقہ نہین پڑا تھا۔ مگر جون
جون اُنکی مستقل مزاجی بڑھتی جاتی تھی اُسی قدر اکبر کی بھی آن اور مستعدی کو ترقی ہوتی
جاتی تھی۔ آخرکار یہ معلوم ہوا کہ شگاف آمد ورفت کے قابل ہوگیا ہے اور مارچ
کے مہینہ مین ایک رات کو اکبر نے حملہ کا حکم دیدیا۔ اُس نے اپنے لیے ایک بلند
جگہ تعمیر کرائی تھی اور وہان سے ہر طرف کی لڑائی کا حال دیکھتا تھا اور حکم احکام
دیتا تھا۔ اکبر ہاتھ مین بندوق لیے یہان بیٹھا ہوا تھا کیا دیکھتا ہے کہ جانباز
راجپوت اپنی ہوشیار سپاہ کے پیچھے شگاف مین آکر جمع ہوگئے اور اُسکی

فوج سے گرمجوشی کے ساتھ مقابل ہونے پر آمادہ ہوے - اس مقام اور شکارگاہ کے درمیان مین اتنا ہی فاصلہ تھا جتنے فاصلہ پر کوا اڑ کر تیر لگتا ہے مگر صرف دریا بیچ مین حایل تھا -

مشعلون کی روشنی مین اکبر نے آسانی سے راجپوتون کے سیناپت کو پہچان لیا اور یہ سمجھکر کہ وہ ٹھیک فاصلہ پر آگیا ہے نشانہ لگایا اور وہ جہان کا تہان ٹھنڈا ہوگیا - اس موقع کے نشانہ نے جو ایسے وقت مین پڑا کہ دشمن ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے راجپوتون کو ایسا بیدل کردیا کہ اس نازک وقت مین اُنھون نے حملہ کو بہت ہی معمولی طور سے روکا - پیچھے سے وہ سنبھلے بھی مگر دیر بہت ہوچکی تھی - بہتیری کوشش کی مگر جو بات ہاتھ سے جا چکی تھی وہ پھر نہ ہاتھ آئی - دن نکلتے نکلتے قلعہ اکبر کے قبضہ مین آگیا - اس فتح کے شکرانہ مین اکبر نے اس منت کو پورا کیا جو اُسنے محاصرہ شروع کرنے سے پہلے مانی تھی اور پاپیادہ معین الدین چشتی سیستانی کے روضہ کی زیارت کے واسطے گیا - ممدوح ہندوستان کے سب سے پہلے مسلمان فقیر تھے اور روضہ مبارک اجمیر کی پہاڑی کے اوپر بنا ہوا تھا - اب تک اکبر اپنی ابتدائے تربیت کے اثر سے آزاد نہین ہوا تھا - دس دن تک اجمیر رہا - وہان سے میوات ہوتا ہوا

آگرہ واپس آیا

اکبر نے بہار اور برسات آگرہ مین کاٹی - پھر چیوڑ کے مستحکم قلعہ رنتھنبور کے فتح کرنے پر مایل ہوا - مگر جو فوج اس مہم کے لیے مقرر کی تھی وہ ابھی راستہ ہی مین تھی کہ گجرات مین ہنگامہ ہونے اور اس طرف سے وسط ہندوستان پر حملہ ہونے کی خبر معلوم ہوئی اور اکبر کو اپنی فوج اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لیے واپس بلا لینی پڑی - تب اُسنے یہ فیصلہ کیا کہ بذات خاص ایک اور فوج لیکر یلغار کرے چنانچہ سال آیندہ کے شروع مین ایسا ہی کیا - قلعہ کو تسخیر کرکے اُلٹے پانون آگرہ واپس آیا - راستہ مین خواجہ صاحب کے روضہ کی زیارت کے واسطے ایک ہفتہ البتہ ٹھہر گیا -

اسی سال اکبر نے فتح پور سیکری کی بنیاد ڈالی کہ جسکی شاندار خرابی آج تک سیاحون کو حیرت مین ڈال دیتی ہین - مصنف طبقات نے اسکا قصہ یون لکھا ہے کہ اکبر کے دو لڑکے توام پیدا ہوے تھے اور دونون مین سے ایک بھی زندہ نہ رہا - شیخ سلیم چشتی نے کہ سیکری مین (جو آگرہ سے ۲۳ میل جانب جنوب و مغرب واقع ہے) اقامت گزین تھے اس سے یہ وعدہ کیا تھا کہ ایک لڑکا پیدا ہوگا اور تمھارے بعد تک زندہ رہے گا - اس وعدہ کے پورا ہونے کی امید مین اکبر رنتھنبور سے واپس آکر کئی مرتبہ شیخ کی زیارت کو گیا اور ہر دفعہ دس میل

قیام ہی کیا۔ بالآخر ایک بلند مقام پر ایک محل تعمیر کرایا اور شیخ نے اس محل شاہی
کے پاس ایک نئی خانقاہ اور نفیس مسجد طیار کرانی شروع کی۔ امراے دربار
کو بھی تقلید کا جوش ہوا اور اپنے اپنے لیے مکان بنوانے شروع کر دیے۔

ابھی محل طیار ہی ہو رہا تھا کہ اکبر کی ایک بیوی حاملہ ہوئی اور وہ اسی شیخ کے
مسکن پر رہنے لگی۔ جب آگے چلکر گجرات فتح کیا تو اس مبارک شہر کے نام کے پہلے
فتحپور اور اضافہ کیا۔ تب سے تاریخ مین اس مقام کا نام فتحپور سیکری ہی مذکور رہے
اسی سال کے آخر مین شیخ کے مسکن پر کہ بیوی کو پہلے سے سیکری مین بھیج رکھا تھا
وہ لڑکا پیدا ہوا جو تاریخ مین جہانگیر بادشاہ کے نام سے مشہور ہے اگرچہ نام اُسکا
شیخ کے نام پر سلیم ہی رکھا گیا تھا۔ اسکی ماں جودھپور کی رانی قوم راجپوت سے
تھی۔ اس واقعہ کی یادگار مین اکبر نے فتحپور سیکری کو مستقل شاہی قیام گاہ بنا دیا
پتھر کی فصیل چارون طرف گھروادی اور چند اور عمدہ عمدہ عمارتین تعمیر کرائین۔
پھر اکبر بار ثانی اجمیر کی پہاڑی پر خواجہ صاحب کے روضہ کی زیارت کو پاپیادہ
گیا اور وہان آستانہ بوس ہو کر دہلی روانہ ہوا۔

سال آیندہ کے شروع ہی مین اکبر راجپوتانہ کیطرف روانہ ہوا اور ریاست جودھپور مین
بمقام ناگور مقام کیا۔ یہان اس راج کے راجہ کے بیٹے نے اطاعت قبول کی

اس زمانہ مین بھی رنج راجپوتانہ مین سب سے زیادہ طاقت ور تھا۔ پھر بیکانیر کے راجہ اور اُسکے بیٹے نے بھی یہین آکر اطاعت قبول کی۔ اور اکبر نے بغرض اظہار اعتماد وفاداری راجہ بیکانیر کی لڑکی سے شادی بھی کرلی۔ کچھ دنون ناگور مین گورخر کا شکار کھیلتا رہا کہ اُس زمانہ مین وہان بکثرت ہوتے تھے۔ پھر پنجاب کی طرف دیپال پور کو روانہ ہوا۔ پنجاب کے معاملات طے کرکے اس ارادہ سے فتحپور سیکری آیا کہ آیندہ سال تسخیر گجرات مین صرف کیا جائے۔

اکبر کے زمانہ مین مغربی ہندوستان کے صوبۂ گجرات مین اضلاع سورت بروچ کیرا احمد آباد بھی شامل تھے۔ اور اب جو ملک بڑودہ کہلاتا ہے اسکا بہت بڑا حصہ اور وہ سب ممالک جو اب ریوا کانٹھ اور ماہی کانٹھ ہو گئے ہین اور پنج مہاس و پالن پور اور رادھن پور و پلسنا و کھمبات و کھاندیہ و جزیرہ نماے کاٹھیاوار سب اسی صوبہ مین شامل تھے۔ اس کمپل مملکت مین عرصہ سے کوئی حقدار مالک تھا ضلع ضلع الگ ہو رہا تھا اور ہر ایک مین ایک مسلمان سردار جو رعایا کی زیادہ تعداد سے بیگانہ ہوتا تھا فرمانروائی کرتا تھا۔ سارے ملک مین برابر خانہ جنگیان ہوتی رہتی تھین اور سردار لوگ اپنے واسطے اعلےٰ رتبہ حاصل کرنیکی کوشش مین کسان بیچارون کو پیسے ڈالتے تھے۔ کبھی کبھی کسی قریب کے صوبہ کی کمزوری کا

اکبر سنکر سردار جوش مین آجاتے اور متفق ہو کر عارضی یورشین کرتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گجرات بد عملی کا مرکز ہو رہا تھا۔ رعایا پر ظلم ہو رہا تھا اور چھوٹے چھوٹے ظالم فرمانروا جو اُن پر حکومت کرتے تھے وہ دوسرون کو تباہ کر کے اپنا بھلا کرنیکی فکر مین رہتے تھے۔ اکبر عرصہ سے اس بدعملی کے نتائج کو سمجھ رہا تھا اور اب اُسنے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اس حالت کا خاتمہ کر دے۔

گجرات کی یلغار اکبر کی سلطنت کی سب سے زیادہ مشہور جنگی مہم ہے۔ وہ اس بات پر تلا ہوا تھا کہ اسکی ترتیب دینے مین یا تکمیل کو پہونچانے مین کوئی غلطی نہ ہونے پائے۔ جب سے ہندوستان کا فرمانروا ہوا یہ پہلا مرتبہ تھا کہ اُسکو اپنے امراء و وابستگان کے طرز عمل سے اس بات کا پورا اطمینان ہو گیا تھا کہ اندازاً جو عرصہ اس مہم کے سرانجام مین لگے گا اُسمین انکا کام ٹھیک ٹھیک ہوگا۔ ستمبر ۱۵۷۲ء مین اپنی فوج لیکر فتحپور سیکری سے روانہ ہوا اور سنگانیر (جے پور سے بیس میل جانب جنوب) ہوتا ہوا وسط اکتوبر مین اجمیر پہونچا۔ دو دن وہان روضہ کی زیارت کی غرض سے قیام کیا۔ پھر دس ہزار سوار بطور ہراول آگے بھیجدیے کہ راستہ کا حال معلوم کرین اور باقی فوج لیکر پیچھے سے خود بھی بڑھا اور ناگور آیا کہ یہ مقام جودھپور سے پچھتر میل جانب شمال و مشرق واقع ہے

ناگور پہونچا تو ہرکارہ اس شہزادہ کی ولادت کی خبر لایا جو بعد مین شہزادہ دانیال کے نام سے موسوم ہوا۔ چودہ دن تک تو اکبر اپنی فوج کے واسطے رسد کا انتظام کرتا رہا پھر آگے بڑھا اور ماہ نومبر مین دریاے سرستی کے کنارہ مقام پٹن پر پہونچا اور اگلے مہینہ کے شروع مین احمد آباد پہونچ گیا۔ ان دونون مقامون کے درمیان سفر کی حالت مین اُس سردار نے اطاعت کر لی جو گجرات کا حاکم اعلی ہونے کا دعویدار تھا مگر حکومت محض براے نام رکھتا تھا۔ احمد آباد مین جو اُس زمانہ مین گجرات کا اول نمبر کا شہر تھا اکبر کا ڈنکا مغربی ہندوستان کے بادشاہ کے نام سے بجا۔

مگر ابھی بہت سے چھوٹے چھوٹے والیان ملک سے بھگتنا باقی تھا کیونکہ کوئی بھی اپنے اختیارات کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا۔ بروچ بڑودہ و سورت کے فرمانروا بھی ان ہی لوگون مین سے تھے۔ احمد آباد مین امن و امان قائم کرنیکے بعد ہی بادشاہ کھمبات روانہ ہوا اور پانچ دن مین وہان جا پہونچا۔ مورخ لکھتے ہین کہ یہان پہونچکر اکبر نے پہلی مرتبہ سمندر دیکھا۔ اکبر یا ہفتہ بھر یہان ٹھہرا رہا۔ پھر دو دن مین بڑودہ پہونچا یہان آکر ملک کے انتظام کا ڈھنگ ڈالا اور احمد آباد کو دار السلطنت قرار دیکر آگرہ سے جو سردار ساتھ گئے تھے اُنمین سے ایک کو حاکم مقرر کیا اور یہین سے

بروچ و سورت پر تسلط کرنے کے لیے فوج بھی بھیجی - خبر یہ ملی کہ بروچ مین جو شخص مغلون کا طرفدار تھا والی بروچ اسے قتل کر کے ملک کے اندرونی حصہ مین آیا ہے اور بڑودہ سے پندرہ میل کے فاصلہ پر گزر رہا ہے - جو کچھ رہی سہی فوج موجود تھی اُسے لیکر اکبر فوراً اُسکے پیچھے جھپٹا اور دوسری ہی شب کو اسقدر قریب پہونچگیا کہ اُسکا لشکر جو بسر سامین ایک چھوٹی سی ندی کے دوسرے کنارہ پر پڑا ہوا تھا نظر آنے لگا -

اکبر کے ساتھ اُسوقت صرف چالیس سوار تھے اور چونکہ دریا پایاب تھا اُسنے یہ کوشش کی کہ جب تک وہ نہ آجائے میرے آدمی چھپے رہین ساتھ جوان رات کے وقت پہونچے اور اب جو اکبر کی فوج کی تعداد سو ہو گئی تو اکبر اپنی فوج سے دس گنی فوج پر حملہ کرنے کے لیے دریا اُترا - باغی سردار نے بجاے اسکے کہ شہر مین حملہ کا انتظار کرے کھلے میدان کا رخ کیا تاکہ اپنی کثیر التعداد فوج سے اچھی طرح کام لے سکے - اکبر نے دھاوا کر کے شہر لے لیا اور پھر وہان سے تعاقب مین بڑھا مگر ان اطراف مین تیلی تیلی سڑکین بہت کثرت سے تھین اور اُنکے دونون طرف ناگ پھنی کی جھاڑیان لگی ہوئی تھین - اکبر کے سوار بہت کر ایسی جگہ آگئے تھے کہ صرف تین سوار ایک ساتھ مقابل ہو سکتے تھے

کیونکہ جھاڑیون کے دونون طرف غنیم تھے۔ بادشاہ اپنے سوارون کے آگے
آگے تھا اور راجہ بھگوانداس جانباز راجپوت جسکی بہن سے اکبر نے شادی کر لی
تھی اور اُسکا ہونہار ولیعہد بھتیجا مان سنگہ جو اس زمانہ مین سب سے بڑھا ہوا
سورما تھا دونون بادشاہ کے ساتھ تھے۔ یہ تینون کے تینون بڑے سخت خطرہ
مین تھے کیونکہ غنیم بہت زور شور سے ان پر حملہ کرنے کی کوشش مین لگے ہوئے
تھے۔ مگر وہی ہاتھی چنگھاڑ کی جھاڑیان جو اب تک انکی ترتیب مین سدراہ تھین
اب ایسی پناہ کا کام دینے لگین کہ غنیم کو عبور کرنا محال ہو گیا۔ بھگوانداس نے
فریق مخالف کے ایک بڑے سربرآوردہ افسر کا اپنی برچھی سے کام تمام کر دیا
اور اسکے بھتیجے اور اکبر نے دو کا اور فیصلہ کر دیا۔ غنیم کے لشکر مین ایک لمحے کے لئے
ابتری رہی اس سے یہ موقع مل گیا کہ تینون نے آگے بڑھ کر حملہ کیا۔ اکبر کے
جانبازون کی مایوسی کے وقت کی دلیری کو اپنے بادشاہ کو خطرہ کی حالت مین دیکھکر
اور بھی ترقی ہوئی اور غنیم کو بھاگتے ہی بن آئی۔ باغی سردار کے لشکر والون کو جو یہ معلوم
ہو گیا کہ ہار ہماری ہی ہوئی ہے تو اکبر کے سپاہیون کی سی مستعدی اور مستقل مزاجی
باقی نہ رہی۔ جسنے جب موقع پایا بھاگ نکلا۔ اور باغی سردار لشکریون کے اسطرح
چھوڑ کر چلے جانے پر خود بھی جس طرح بنا بڑا بھاگ کھڑا ہوا اور احمد آباد دو دیسہ ہوتا ہوا

راجپوتانہ مین سروہی کو چلا گیا

اسی عرصہ مین بروچ بھی زیر ہوگیا تھا اور اب محض سورت باقی تھا۔ اس شہر پر جو اکبر کے بیٹے اور پوتے کے وقت مین انگریزی تاجر پیشہ لوگون مین بہت زیادہ مشہور رہا ہے اکبر اس مہم سے واپسی کے بعد جسکا ابھی ذکر ہوا ہے بذات خاص یلغار لیکر گیا۔ شگاف ڈالنے کا جو معاملہ اس زمانہ مین رائج تھا اسکے لیے تو سورت بہت زیادہ مضبوط تھا۔ مگر بادشاہ نے محاصرہ تنگ کیا اور ایک مہینہ سترہ دن صبر کرنے کے بعد محصور قلعہ والون نے عاجز آکر اطاعت کرلی۔ اکبر صوبہ گجرات کے معاملات کو روبراہ کرنے کی غرض سے عرصہ تک یہان ٹھہرا رہا اور پھر مراجعت کی۔ اس مہم مین تقریباً نو مہینے باہر رہکر ۴ جون ۱۵۷۳ء کو آگرہ واپس آگیا۔

جبکہ اکبر سورت کا محاصرہ کیے ہوے پڑا تھا وہ باغی سردار جو سرنال مین شکست کھاکر سروہی بھاگ گیا تھا اب پھر شرارت کرنے کو ہاتھ پانون مار رہا تھا ایک اور طاقتور سردار اسکے ساتھ ہوگیا تو یہ پاٹن کی طرف بڑھا اور وہان بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا۔ اس فوج کو تو اسنے سر میدان شکست دے ہی دی تھی مگر اسکی اپنی فوج جو لوٹ پر جھک پڑی تو مغلیہ فوج پھر سنبھل گئی اور غنیم کے

قلب مین داخل ہو کر شکست کو فتح سے بدل دیا - اکبر ہنوز سورت کے سامنے پڑا ہوا تھا کہ اس کارگزاری کی خبر ملی - باغی سرداراب تک اسی پر تلا ہوا تھا کہ جو شرارت اُسکے امکان مین ہو اس سے باز نہ رہے - چنانچہ راجپوتانہ ہو کر پنجاب پہونچا - راستہ مین دو تین جگہ شکست بھی اٹھائی - مگر اپنی جان ہر دفعہ سلامت نکال لے گیا اور راستہ مین پانی پت سون پت اور کرنال کو لوٹا - پنجاب مین بادشاہی فوج سے مقابلہ ہوا شکست کھائی - اور کچھ اور دردناک مصیبتین جھیلنے کے بعد ملتان کے قریب کچھ ماہی گیرون کے ہاتھ سے زخمی ہوا اور اُسی زخم کی وجہ سے وفات پائی - یہ خوب حسن کم جہان پاک ہوا کہ آدمی منچلا تھا - یہان یہ ذکر بھی مناسب ہو گا کہ مغلون کی فوج نے اسی سال جالندھر دوآبہ کے قلعہ کانگڑہ کے لینے کی بھی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی - فوج مذکور نے محاصرہ کر کے اہل قلعہ کو عاجزی کی نوبت کو پہونچایا ہی تھا کہ اس منچلے سردار کے حملہ کی وجہ سے یہان سے الگ ہونا پڑا جسکے ملتان مین وفات پانے کا ذکر جسنے اوپر لکھا ہے - اکبر کے بیٹے کی سلطنت ہونے سے پہلے کانگڑہ مغلون سے زیر نہ ہوا -

اکبر نے گجرات چھوڑا تھا تو اس خیال سے کہ اس ملک مین پورا تسلط جم گیا ہے اور مین نے جو جو کام کیے ہین اُن سے رعایا کو مجھپر بھروسہ اور میرے ساتھ

انکس ہو گیا ہے - مگر اُسنے اس بات پر کافی توجہ نہین کی تھی کہ جو لوگ ایک دفعہ بر سر حکومت رہ چکے ہون اُنکے دلون مین حکومت کی محبت کس درجہ راسخ ہو جاتی ہے - ابھی اسے آگرہ آئے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہین ہوا تھا کہ اس ملک کے سب بے دخل شدہ رئیسون نے فوجین جمع کرنی شروع کر دین اور ملک مین ابتری ڈالنے لگے - اس فساد کے غنچہ کو شگفتہ ہونے سے پہلے ہی توڑ پھینکنے کی نیت سے اکبر نے مغربی ہند پر دوسری یلغار کرنے کی طیاری کی اور اپنی فوج کو آگے بھیجدیا اور ستمبر کے مہینہ مین ایک دن اتوار کو صبح کے وقت ایک بادرفتار سانڈنی پر سوار ہو کر خود بھی اُس مین شامل ہونے کی غرض سے روانہ ہوا - ستر میل تک دم نہ لیا اور تونده پہونچا کہ یہ مقام جے پور اور اجمیر کے قریب قریب بیچون بیچ مین واقع ہے - تیسرے دن صبح کو اجمیر پہونچا - اور حسب دستور روضہ مبارک کی زیارت کرکے شام کے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر پھر چلا اور دیسہ کے راستہ مین پالی پر اپنی فوج مین داخل ہو گیا - پاٹن کے پاس کچھ فوج اور مل گئی کہ یہ اُسکے اُن فوجی افسرون نے جمع کی تھی جو بادشاہ کے انتظار مین آگے نہین بڑھے تھے اور یہین ٹھہرے ہوئے تھے -

باغی سردارون نے جو فوج بھرتی کی تھی اُسکے مقابلہ مین اکبر کی فوج کی

تعداد کم تھی مگر جتنے آدمی تھے وہ اسکی فوج کی جان تھے - اور اس سرعت کے ساتھ سفر کرنے سے اور بھی اسکا کام بن گیا تھا - باغیون کو ابھی یہ خبر بھی نہین پہونچی تھی کہ وہ آگرہ سے روانہ ہوا ہے کہ وہ اُنکے پاس پہونچ گیا - یہ لوگ ابھی احمد آباد مین اپنے خیمون مین سو رہے تھے کہ اکبر جسنے نو دن مین آگرہ سے یہانتک کا سفر طے کیا تھا ان کے سر پر آن پہونچا -

یہ امر کہ اس زمانہ مین بھی شان سپہگری کوئی چیز تھی ایک ہندوستانی مورخ مصنف طبقات اکبری کے ان فقرون سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہی فوج والون کو یہ خیال تھا کہ یہ مردانگی کے خلاف ہے کہ دشمن پر بیخبر جا پڑین اسلیے ہم غنیم کے بیدار ہونے تک اور صبر کرینگے - چنانچہ قرناچیون کو قرنا پھونکنے کا حکم دیا گیا باغیون کا سرغنہ جسکے جاسوسون نے چودہ دن پہلے بادشاہ کے آگرہ مین ہونیکی خبر پہونچائی تھی اب تک یہی کہتا تھا کہ مجھے تو پورا یقین ہے کہ یہ سوار جو ہمارے سامنے ہین یہ شاہی فوج کے نہین ہین کیونکہ انکے ساتھ ہاتھی تو ہین ہی نہین - بہرحال لڑائی کی طیاری ہوئی - بادشاہ نے پھر آن سپہگری دکھلائی اور غنیم کے طیار ہوجانے تک اور صبر کیا پھر دریا مین اُتر پڑا اور پار اُتر گیا اور دوسرے کنارہ پر اپنی فوج کو ترتیب دیکر شیر ژیان کی طرح غنیم پر حملہ کیا - ساتھ ہی ساتھ مغلیہ فوج

کا دوسرا دستہ پہلو پر آگرا - یہ صدمہ سنبھالے نہ سنبھلا - باغیون کو پوری شکست ہوئی اور انکا سردار زخمی ہوکر قید ہوگیا - گھنٹہ ہی بھر بعد ایک اور لشکر غنیم کا پانچ ہزار کی تعداد کا نظر آیا - اُسکا بھی فیصلہ ہوگیا اور سردار مارا گیا - جنگ اور تعاقب مین باغیون کے تقریبًا دو ہزار آدمی کام آئے - پھر اکبر احمد آباد کی طرف بڑھا - پانچ دن یہان ٹھہر کر آرام کیا اور مستحقین کو انعام تقسیم کرنے اور ملک کی مستقل حفاظت کا انتظام کرنے مین مصروف رہا - پھر ضلع کیرا کے قصبہ محمود آباد کو روانہ ہوا اور وہان سے سروہی آیا - سروہی سے سیدھا اجمیر گیا وہان مشہور روضہ مبارک کی زیارت کرکے رات دن چل کر جے پور سے تقریبًا چودہ میل کے فاصلہ پر ایک گانون مین مقام کیا - وہان راجہ ٹوڈر مل جو اُسکے سب سے قابل افسرون مین تھے اور بعد مین دیوان ہوگئے تھے پہلے سے موجود تھے - اُنسے مالگزاری گجرات کی وصولی کی تدبیرون کی بابت مشورہ کیا - اس گانون سے بادشاہ سیدھے فتحپور سیکری روانہ ہوے اور ۴۳ دن باہر رہکر خوشی خوشی فتحیابی کے ساتھ واپس پہونچ گئے -

اکبر کے کل ہندوستان کو اپنے زیرنگین کرلینے کے منصوبے کی اب اس حدتک تکمیل ہوگئی تھی کہ اپنی سلطنت کے اٹھارھوین ہی سال وہ شمالی مغربی ہند کی

و مغربی ہندوستان کا فرمانروا تھا اور پنجاب اور کابل بھی اسی کی عملداری مین شامل
تھے۔ مشرق جانب کرنا سا ندی کے کنارہ تک اکبر ہی کی عملداری تھی۔ اس ندی
کے آگے بنگال اور بہار کے صوبے البتہ خود سر تھے اور خاص خاص حالتون مین
اس طرف سے خطرہ کا اندیشہ تھا چنانچہ اُسنے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی ناگہانی
مصیبت نہ آجائے تو اپنی سلطنت کا انیسوان سال بنگال و ریاستہائے باج گزار
بنگال کی تسخیر مین صرف کرے۔ مگر اس مہم پر روانہ ہونے سے پہلے اکبر اجمیر کی
پہاڑی پر خواجہ صاحب کے مزار کی زیارت کو پھر گیا تھا۔

ہم نے اس طرف اکبر کی چڑھائیون اور اسکی فوج کے بڑھنے کے حالات
بہت لکھے ہین مگر اب تک ہمنے یہ ذکر نہین کیا کہ یہ چڑھائیان کس اصول پر ہوتی
تھین۔ اب تک ایسے لوگ زندہ موجود ہین جنھون نے اُن جنگ آزماؤن کو دیکھا
ہے جو لڑائی ہی سے لڑائی مین مدد لیتے تھے۔ خراسانی اور افغانی وحشیون نے
جو مغلیہ سلطنت کے زوال کے زمانہ مین ہندوستان پر حملہ کیا تو اُن لوگون نے
بھی اسی اصول سے کام لیا تھا۔ مگر اکبر کا اصول یہ نہ تھا۔ وہ لڑائی کا مخالف
تھا۔ سوائے اس صورت کے کہ جو عمارت وہ بنا رہا تھا اسکی تعمیر کے لیے ضروری
ہو۔ کیونکہ وہ خوب سمجھے ہوے تھا کہ اگر اس تعمیر مین کسر رہ گئی تو پیتا پائدار ہوگی

اور بادمخالف کا پہلا ہی جھونکا اُسے اکھاڑ پھینکیگا - اس لیے وہ یہ احتیاط کرتا
تھا کہ اُسکے یلغار سے جانے یا اُسکی فوجون کی چڑھائیان کرنے سے زمیندارون
اور کاشتکارون کو مضرت نہ پہونچے - اس منشا کو پورا کرنے کی غرض سے اُسنے
یہ حکم دیدیا تھا کہ جب کوئی خاص قطعہ زمین کا پڑاو کے لیے تجویز ہو جاے تو آس
پاس کی اراضی کی حفاظت کے لیے پہرہ بٹھا دیا جاے - اسکے علاوہ عامل مقرر
کیے تھے کہ اُنکا یہ کام تھا کہ فوج کے چلے جانے کے بعد پڑاو کی زمین کا معائنہ
کرین اور جو کچھ نقصان ہوا ہو اسکی رقم مطالبہ مالگزاری سرکاری سے منہا کردین
مصنف طبقات اکبری یہ بھی لکھتا ہے کہ اس دستور کا وہ سب لڑائیون مین پابند
رہا! ورکبھی کبھی تو روپیون کی تھیلیان بھی معائنہ کرنے والون کو دیدی جاتی تعین کہ
فوراً تخمینہ کرکے رعیت اور کسانون کو بیباق کردین تاکہ مالگزاری وصول کرنیوالون
سے کچھ جھگڑا نہ پڑے - اس طریقہ سے (جو سب بڑی بڑی باتون مین ان مغربی
لوگون کا طریقہ ہے جو مغلون کے بعد اس ملک کے فرمانروا ہوے) لڑائی
کا خوف اُن لوگون کے دلون سے نکل جاتا تھا جنکی زمین پر ہو کر چڑھائی کرنیکی
ضرورت پڑتی تھی -

اکبر ہر سال بہ مدن کے لیے اجمیر مین خواجہ صاحب کی درگاہ کی زیارت کو

گیا ہوا ہے ہم مناسب سمجھتے ہین کہ اُسے وہین چھوڑین اور ذری کی ذری بنگال اور بہار کے معاملات کی حالت پر ایک نظر ڈال جائین۔

جس زمانہ مین مغلون نے ممالک مغربی و شمالی کو پھر فتح کیا ہے بنگال اور بہار کے افغان بادشاہ نے کہ وہ دونون ملکون کے تخت مشترکہ پر بیٹھا ہوا تھا کچھ عرصہ بعد اکبر کی برتری کا اعتراف بذریعہ تحریر کر لیا تھا۔ مگر یہ اعتراف محض کاغذی تھا اور کاغذی ہی رہا بھی۔ نہ کبھی کوئی خراج ادا ہوا نہ کوئی نذر بھیجی گئی جب اکبر گجرات کی دوسری مہم مین مصروف تھا اسی زمانہ مین اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا۔ اُسکا بیٹا جو وارث اور مستحق جانشینی تھا اُسے سردارون نے فوراً قتل کر ڈالا۔ یہ سردار اگرچہ کل دربار کا ایک جزو ہی تھے مگر بہت ذی اختیار جزو تھے چنانچہ اُنھون نے اُسکے چھوٹے بھائی داؤد خان کو تخت پر بٹھا دیا۔ مگر داؤد لہو ولعب مین مصروف رہنے والا آدمی تھا۔ اسکی تخت نشینی کی وجہ سے لودی خاندان کا ایک ذی اختیار سردار بغاوت پر اُٹھ کھڑا ہوا اور صوبہ بہار مین ضلع شاہ آباد کے قلعہ رہتاس گڑھ مین اپنا جھنڈا بلند کر کے خود مختار بن بیٹھا مگر کسی طرح صلح ہو گئی۔ داؤد نے یہ موقع غنیمت سمجھا اور لودی سردار نے جو اُسپر بھروسا کیا تھا اس سے یہ فایدہ اُٹھایا کہ اُسکو گرفتار کر لیا اور قتل کرا ڈالا۔ اکبر نے

اپنے حاکم جونپور کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ معاملات بہار پر اچھی طرح نظر رکھنا اور جیسا موقع دیکھو ویسا عمل کرنا۔ اس سردار کو جو یہ خبر پہونچی تو فوراً گرمنا سا عبور کرکے پٹنہ کے حصار دار شہر پر چڑھائی کی کہ داؤد نے یہ سمجھکر کہ میدان مین مغلون سے عہدہ برانہ ہوسکے گا یہان پناہ لے رکھی تھی۔ اکبر کے گجرات سے واپس آنیکے بہت ہی تھوڑے دن بعد کی یہ حالت تھی۔ اکبر کا جی چاہتا تھا کہ اس لڑائی کا اہتمام بذات خاص کرے چنانچہ اپنے فوجی افسر کے نام حکم بھیجدیا کہ فی الحال سب کارروائی ملتوی رکھو اور اینجانب کی تشریف آوری کا انتظار کرو۔ پھر جلدی سے اس زیارت کو اجمیر روانہ ہوا جسکا ذکر ہم اوپر کر چکے ہین۔ اور وہان سے بعجلت تمام کچھ فوج لیکر تری کے راستہ سے الہ آباد پہونچا۔ یہان بھی ٹھہرا نہین اور تری ہی کے راستے سے بنارس آیا۔ تین دن قیام کیا۔ پھر کشتی مین سوار ہوا اور اس مقام پر پہونچا جہان دریاے گومتی دریاے گنگ مین ملا ہے۔ یہان سے یہ فیصلہ کیا کہ جب تک فوجی افسر کے پاس سے خبر آئے گومتی چڑھکر جونپور رہو رہنا چاہیے۔

ابھی راستہ ہی مین تھا کہ اپنے فوجی افسر کی عرضی ملی کہ جسقدر جلد ممکن ہو تشریف لائیے۔ ملاحون کو حکم دیا کہ شہزادون اور بیگمات کو جونپور پہونچا دین اور

خود اُس مقام پر واپس آیا جہان اپنی فوج کو چھوڑ گیا تھا اور یہ ہدایت کر کے کہ تم
لوگ کشتیون پر نظر رکھو اور کنارے کنارے چلے آؤ چونسہ مین آکر اُترا۔ ناظرین
کو یاد ہوگا کہ یہ وہی چونسہ ہے جہان شیرخان نے اسکے باپ کو شکست دی تھی
یہان ایک عرضی ملی جسکا مضمون یہ تھا کہ غنیم نے نکل کر چھاپا مارا جس سے
محاصرہ کرنے والون کا نقصان عظیم ہوا۔ چنانچہ اکبر تیزی ہی کے راستہ
سے بڑھتا گیا اور ساتوین دن محاصرہ کرنیوالی فوج مین داخل ہوگیا۔
دوسرے دن اکبر نے مشورت جنگ منعقد کی اور اپنی یہ رائے ظاہر کی
کہ مناسب یہ ہے کہ پٹنہ کے سامنے گنگا اور گنڈک کے سنگم پر جو قصبہ حاجی پور واقع
ہے اسکے قلعہ پر حملہ کرنے سے پہلے قبضہ کر لیا جائے یہی طریقہ بہتر معلوم ہوا
اور دوسرے دن حاجی پور زیر ہوگیا۔ اس کامیابی سے اور نیز محاصرہ کرنیوالی
فوج کی ظاہری طاقت کو دیکھکر داؤد کے دل مین ایسا خوف سمایا کہ اسی رات پٹنہ
خالی کر کے فتوحے سے (کہ جہان دریاے پون پون دریاے گنگ سے ملا ہے)
پون پون پار بھاگ گیا۔ دوسرے ہی دن صبح کو اکبر ظفریاب شہر مین داخل ہوا
چونکہ اُسے تو داؤد کی گرفتاری کی فکر تھی بصرف چار گھنٹہ یہان ٹھہرا۔ پھر فوج کو ایک
افسر کے سپرد کر کے چند چیدہ سوارون کا رسالہ لیکر غنیم کے تعاقب مین روانہ

ہوا - پون پون مین گھوڑے ڈال دیے اور تیر کر بہت پھرتی کے ساتھ داؤد کے ہمراہیون پر جا پہونچا اور ہاتھی پر ہاتھی گرفتار ہونے لگا حتی کہ دریاپور پہونچکر دو سو پینسٹھ ہاتھی جمع ہو گئے - دریاپور مین خود ٹھہر گیا اور دو معتمد افسرون کو حکم دیا کہ تعاقب کیے چلے جاؤ - یہ لوگ چودہ میل اور آگے تک گئے پھر یہ سمجھ مین آگیا کہ داؤد نکل گیا اسلیے واپس چلے آئے -

پٹنہ فتح کر لینے سے بہار اکبر کو مل گیا - چھ دن دریاپور مین قیام کر کے اس ملک کی حکومت کا بندوبست کیا پھر اپنے کامیاب فوجی سپہ سالار کو جسنے اس لڑائی کا منصوبہ قایم کیا تھا اسکی تکمیل کے لیے یہین چھوڑ کر خود جونپور کو مراجعت کی - ۳۳ دن جونپور مین رہا اور انتظام ملک کی خاطر خواہ درستی مین مصروف رہا اور اس غرض کی تکمیل کے واسطے جونپور بنارس چنار اور دیگر محالات متصلہ کو ایک کر کے بلا توسط خالصہ شاہی سے متعلق کر دیا اور کرمناسا کے جنوب مین جو ملک حال مین فتح کیا تھا اسکو ایک علحدہ مملکت قرار دیا -

یہ سب انتظام کر کے آگرہ آنے کی نیت سے کانپور روانہ ہوا - کانپور مین چار دن ٹھہرا کہ اسی عرصہ قیام مین یہ خبر ملی کہ اسکا سپہ سالار جو بنگال مین تھا اسنے یکے بعد دیگرے مونگیر بھاگلپور گڑھی اور ٹانڈہ پر قبضہ کر لیا اور

دریائے گنگ کے دوسری جانب گوڑتک کہ یہ مقام ہندوؤن کا مشہور دار السلطنت بنگال کا تھا قابض ہوکر آگے بڑھنے کی طیاریان شروع کردین یہان یہ ذکر بھی کردینا چاہیے کہ سپہ سالار مذکور نے اپنے اس ارادہ کی تکمیل پوری مستعدی کے ساتھ کی اور بہت سختی کے ساتھ داؤد کا پیچھا کیا اور بہ دو تین شکست دیکر آخر کار کٹک مین اطاعت پر مجبور کردیا۔اس بادشاہ کے اطاعت کرلینے سے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بنگال کی فتح کی پوری تکمیل ہوگئی۔

کانپور مین یہ خوشخبری سنکر اکبر پھولا نہ سمایا اور یہ سمجھکر کہ بنگال کی لڑائی کا اب خاتمہ ہوگیا دہلی کی طرف بڑھا اور چند روز سیر و شکار مین مشغول رہا اور پھر راستہ مین شکار کھیلتا ہوا اجمیر گیا۔نارنول مین حاکمان پنجاب و گجرات سلام کو حاضر ہوے اور ان سے یہ معلوم ہوکر اطمینان ہوا کہ اکبری سلطنت رعایا کے دلون مین جڑ پکڑتی جاتی ہے۔ان سردارون سے بات چیت کرنے کے بعد خواجہ صاحب کے مزار کو روانہ ہوا اور جودھپور کے جنگلون مین جو ایک چھوٹے سردار نے فساد برپا کر رکھا تھا اُسے فرو کرکے اپنے دل پسند قیامگاہ پر فتحپور سیکری لوٹ آیا۔

اکبر نے جو اتنے بہت سارے سفر کیے تھے اُن سے یہ بات اُسکو معلوم

ہو گئی تھی کہ جن ملکون مین ہوکر وہ گزرا اُنکا بیشتر حصہ غیر مزروعہ پایا گیا - یہ خرابی نہ زمین کے ناقص ہونے کے باعث تھی کیونکہ زمین تو زرخیز تھی - اور نہ رعایا کی کاہلی اُسکا باعث تھی اِس معاملہ کی اچھی طرح چھان بین کرنے کے بعد اکبر نے یہ نتیجہ نکالا کہ قصور زیادہ تر انتظام کا ہے کہ اراضی پر محصول اسقدر لگا دیا گیا ہے کہ غریب آدمی کے لیے کاشتکاری ممتنع سی ہو گئی ہے - اُسکا یہ خیال ہوا کہ اگر کوئی طریقہ ایسا ایجاد ہو سکے کہ پہلے سال کا منافع سرکار اور کاشتکار کے درمیان مین تقسیم ہو جاے تو یہ خرابی رفع ہو جائیگی - اس مسئلہ پر بخوبی تمام غور کرنے کے بعد اُسنے یہ انتظام کیا کہ مختلف پرگنہ جات و اضلاع و حصص اضلاع کی جانچ کیجاے اور جتنے حصص اضلاع ایسے ہون کہ اُنکی مجموعی اراضی کاشت ہونے پر ایک لاکھ تنکہ کی پیداوار کی ہو جاے اُنکو الگ کر کے ایک دیانت دار اور ہوشیار افسر کے سپرد کیا جاے کہ وہ کروری کے لقب سے ملقب ہو - محرران و محاسبان خالصہ ان افسرون سے انتظام کرلین اور اپنے اپنے ضلعون مین بھیجدین کہ وہان

---

* بلاکمین صاحب اپنی آئین اکبری کے نوٹ مین (صفحہ ۱۹) لکھتے ہین کہ ابوالفضل کی تحریر کے مطابق ایک دام وزن مین پانچ تنکہ کے برابر ہوتا تھا - اور چونکہ وہ تانبے کا سکہ ہو دام کہلاتا ہے روپیہ کے چالیسوین حصہ کے برابر ہوتا ہے اسلیے ایک کرور تنکون کی مالیت پچاس ہزار روپیہ ہوئی -

توجہ اور ہوشیاری سے تین برس مین اراضی غیر مزروعہ بھی قابل پیداوار ہو جائے اور سرکار کو مالگزاری حصول ہونے لگے۔ اس طریقہ کا اجرا ہوا اور جسقدر فائدہ کی امید تھی وہ سب اس سے حاصل ہوا۔

غرض کہ سوائے ایک بات کے اور ہر لحاظ سے اکبر کے جلوس کا انیسوان سال اس خردسال سلطنت کے لیے سرمایہ ناز تھا۔ مغربی شمالی و وسطی و مغربی ہندوستان پر ممالک بنگال و بہار اور اضافہ ہو گئے تھے۔ سچ پوچھیے تو عملی طور پر سلسلہ کوہ ندھیاچل کے شمال مین سارا ہندوستان ہمایون کے بیٹے کی برتری کو مانتا تھا۔ وہ ایک استثنا ملک کی عام بہبودی مین یہ پڑ گیا تھا کہ مغربی ہندوستان مین قحط اور وبا آئی تھی کہ اسکا اثر بڑے زور شور سے محسوس ہوا۔ غلہ کا نرخ اسقدر بڑھ گیا تھا کہ قصہ کہانی مین البتہ سنا ہو گا۔ اور گھوڑون اور گایون کو درختون کی چھال کھلائی جاتی تھی۔ یہ قحط اور وبا چھ مہینہ تک قایم رہی۔

سال آیندہ یعنی ۱۵۷۵ء کا شروع کا حصہ داؤد کے تعاقب اور اڑیسہ کے فتح کرنے مین صرف ہوا۔ ہم اوپر ذکر کر چکے ہین کہ بجبور ہو کر کس طرح اس نوجوان بادشاہ نے شکست کھائی اور کس طرح وہ تعاقب ہو کر کٹک مین گرفتار کیا گیا اور اطاعت قبول کی۔ اُسکے ساتھ جو صلح ہوئی تھی اسمین یہ شرط تھی کہ

وہ صوبہ اڑیسہ پر شہنشاہ اکبر کی طرف سے اور اسی کے نام سے حکمران رہے
یہان یہ لکھنا مناسب ہوگا کہ جو وعدہ داؤد نے اس موقع پر کیا تھا اُس پر وہ
قائم نہ رہا۔ جو پہلا مفید مطلب موقع اُسکو ملا اُسی پر وہ باغی ہوگیا اور دو برس
بعد مغلون کے سپہ سالار سے بڑی جنگ ہوکر شکست کھائی۔ وہ قید کرلیا گیا
اور اس نمکحرامی کے پاداشن مین میدان جنگ ہی مین اسکا سر تن سے
جدا کردیا گیا۔ کچھ عرصہ تک سلطنت مغلیہ کے منتظمون کو بنگال اور اڑیسہ مین سخت
ہوشیاری اور مستعدی سے کام لینا پڑا۔

اس برس کا دوسرا یادگار واقعہ یہ ہے کہ اکبر نے فتحپور سیکری مین ایک
عبادتخانہ تعمیر کیا کہ اس محل مین علما و فضلا اور قابلیت والے لوگ جمع ہون۔
اس عمارت مین چار بہت وسیع ایوان تھے مغربی ایوان سادات یعنی آل رسول
کے لیے مخصوص تھا۔ جنوبی ایوان علما کا یعنی اُن لوگون کا تھا جنھون نے
پڑھا لکھا تھا اور علوم حاصل کیے تھے۔ شمالی ایوان اُن لوگون کے لیے تھا
جو اپنی عقل اور ادراک کی وجہ سے واجب التعظیم تھے۔ مشرقی ایوان اُن امرا
و سرداران سلطنت کے واسطے مخصوص تھا جنکے مذاق اُن فرقون مین سے
کسی ایک کے مطابق تھے جنکا اوپر ذکر ہوا ہے جب یہ عمارت بنکر طیار ہوگئی

تو بادشاہ نے معمول کر لیا کہ جمعہ کی رات کو اور نیز اور متبرک ایام کی راتون کو یہان آتا تھا اور صاحبان ایوانات کی صحبت مین رات بسر کرتا تھا اور ہر ایک کے پاس جا جا کر گفتگو کیا کرتا تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ ہر ایوان والے اپنے گروہ مین سے ایک شخص ایسا منتخب کرتے تھے جسے عنایت شاہانہ کے سب سے زیادہ شایان سمجھتے تھے اور اُسی کو حضور مین پیش کرتے تھے۔ ان مواقع پر خوب داد و دہش ہوتی تھی اور شاید ہی کوئی مہمان ایسا ہوتا ہو کہ خالی ہاتھ واپس آتا ہو۔ سال کے آخر مین اس عمارت کی تعمیر ختم ہو گئی۔

اسکے بعد جو برس آیا اُسمین کچھ قابل ذکر واقعات نہین ہوے۔ مگر ۱۵۷۶ع مین اڑیسہ کی داؤد والی وہ بغاوت یادگار رہوئی تھی جسکا ذکر اوپر آچکا ہے۔ یہ لڑائی جب تک رہی بڑی ہل چل ڈالے رہی مگر داؤد اور اُسکے چچا کی موت نے سب خرخشہ مٹا دیا۔

اسی سال راجپوتانہ مین بھی مشکل درپیش ہوئی۔ راجپوتانہ جن بہت سی ریاستون کا مجموعہ کا نام ہے اُنکے راجاؤن مین سے صرف رانا ے میواڑ ایسا تھا کہ اکبر نے اُسکے یہان ازدواجی تعلق کرنا چاہا تو اُسنے انکار کیا۔ اُسکا عقیدہ تھا کہ ہم دیوتاؤن کی نسل سے ہین اور ایسے تعلق کو اپنی توہین سمجھتا تھا۔

چنانچہ اُسنے انکار کیا ایسے وقت مین کہ اسکو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوے تھے۔ اُسنے انکار کیا باوجود اسکے کہ یہ دیکھ چکا تھا کہ راجہ جودھپور جس سے اسکو سخت نفرت تھی اسی تعلق کی بدولت بڑی مالگذاری کے چار ضلعے پاکر مالامال ہوگیا تھا۔ وہ اپنی بات پر قائم رہا اور اکبر کی طاقت کی مطلق پروانہ کی۔ رانا اُدے سنگہ ۱۵۶۸ع مین اپنا دارالحکومت کھوچکا تھا اور راج پیپلا کے جنگلون مین بھاگ گیا تھا کہ ۱۵۷۲ع مین وہین مرہی گیا۔

اُسکے بیٹے پرتاب سنگہ نے وراثت مین باپ کی ہٹ بھی پائی تھی اور تیز و اعلے درجہ کی خوبیان پائی تھین جو اُسکے دادا مو رانا سانگا مین تھین نہ دارالحکومت تھا۔ نہ فوج تھی۔ عزیزون اور ہمقومون کے دل خاندان کی تباہی سے بجھ چکے تھے مگر مسلمان کو ڈولہ دینے سے جو انکار تھا اس وجہ سے ہمدرد بنے ہوے تھے اس حالت مین پرتاب سنگہ نے سلسلہ کوہ ارادلی مین کونبلمیر مین اپنے پانون جمائے اور یہ کوشش کی کہ ملک کی حالت درست کرکے پھر نئے سرے سے لڑائی کے قابل ہوجائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب اکبر ۱۵۷۶ع مین اپنی سالانہ زیارت کی غرض سے اجمیر کو جارہا تھا اسکو پرتاب سنگہ کے منصوبون کی کچھ خبر لگ گئی اور اُسنے اپنے سب سے زیادہ

سپہ سالار راجہ مانسنگہ والی جے پور کو کہ وہ بھی راجپوت تھا اور جسکو کہ ہم دیکھ چکے ہین کہ گجرات مین بادشاہ کے پہلو بپہلو لڑ رہا تھا پانچہزار سوار دیکر رانا کی سرکوبی کے واسطے روانہ کیا ۱۵ ماہ دسمبر ۱۵۷۶ع مین بمقام ہلدی گھاٹ کہ گوگنڈہ بھی کہلاتا ہے دونون مخالف فوجین مقابل ہوئین - لڑائی جو ہوئی اسکا انجام یہ ہوا کہ رانا نے شکست فاش پائی - اور معرکہ مین ہار کر اراولی کی پہاڑیون مین بھاگ گیا - اس غرض سے کہ پھر اُسے کوئی سامان کسی طرح مل ہی نہ سکے اکبر نے کچھ فوج پہاڑیون مین بھیجدی کہ تعاقب مین جاؤ اور راستہ مین جو ملک پڑے اسے ویران بھی کرتے جاؤ - اکبر خود میواڑ مین داخل ہوا اور طریقہ انتظام ترتیب دیا - وہان سے مالوہ گیا اور اُسکی مغربی سرحد پر لشکر ڈال کر شہر برہانپور کے متعلق جو ملک تھا اُسکا انتظام کیا اور گجرات کے انتظام کو ترقی دی ۱۵۷۷ع ان ہی انتظامات مین صرف ہوے - پھر وہان سے پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔

پنجاب کے راستہ مین بادشاہ کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو ان لوگون کی دلچسپی کا باعث ہوگا جو آجکل ہندوستان کی حکومت اعلی پر ممتاز ہین - دہلی پہونچگیا تھا بلکہ ایک منزل اور آگے بڑھ چکا تھا کہ ایک حاجی جو یورپ ہو آیا تھا نفیس اسباب اور بیش بہا کپڑے بادشاہ کے ملاحظہ کے واسطے لایا - وقایع نگار نے اس

مضمون کے متعلق اس سے زیادہ اور کچھ حال نہین لکھا اور ہمین کو قیاس کرنا پڑتا ہے کہ کس ملک سے وہ کپڑے آئے تھے اور کیا اثر ان سے پیدا ہوا تھا۔ اکبر تھوڑے دن پنجاب مین رہا۔ پھر دہلی آیا۔ وہان سے اجمیر کی سالانہ زیارت کو گیا اور صرف ایک شب وہان قیام کر کے صرف نو آدمی ساتھ لیکر گھوڑے پر سوار ہو کر سو میل فی یوم سے زیادہ تیز رفتار پر فتحپور سیکری روانہ ہوا اور تیسرے دن شام کو وہان پہونچ گیا۔

سال آیندہ یعنے ۱۵۷۵ع کی یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس وقت تک سلطنت اعلی درجہ کی خوشحالی کی حالت کو پہونچ گئی تھی۔ بنگال مین صرف امن ہی نہین قائم تھا بلکہ وہان سے روپیہ بھی خزانہ شاہی مین آتا تھا۔ فرمانروائے میواڑ کو البتہ اب تک شاہی فوج کھدیڑتی پھرتی تھی مگر ہندوستان کے کسی اور حصے سے ہتھیارون کے کھڑکنے کی آواز نہین آتی تھی۔

اکبر نے جو بہت سے سفر کیے انمین اس بات پر بھی خیال کیا کہ اندرونی ملک مین محصول لگانا اگرچہ اسوقت تک ضرور جائز تھا کہ ہندوستان کے مختلف صوبون مین مختلف فرمانروا ایک دوسرے کے رقیب ہوتے تھے لیکن اب کہ اتنے سارے صوبے ایک ہی سلطنت کے تابع تھے اس طریقہ کا نتیجہ یہی تھا

کرنا اتفاقی ہیئت کے لیے قایم ہوئی جاتی تھی۔ چنانچہ شروع ۱۵۸۰ء
مین اپنی عملداری بھر مین تمغا یعنی محصول چنگی موقوف کردیا۔ اور اسی فرمان
کی روسے وہ جزیہ بھی موقوف ہوگیا جو ہندوستان کے افغان فرمانرواؤن
نے بحساب سرشماری ان رعایا پر لگایا تھا جو مذہب محمدی کے پیرو نہ تھے
خوش نیت بادشاہ یہ چاہتا تھا کہ خیالات آزاد رہین ہماری رعایا مین ہر شخص
اپنے طور پر اور اپنے اعتقاد کے مطابق عبادت کرے چنانچہ یہی اصول اپنی
عمر کے آخر وقت تک اسنے جاری رکھا۔ اس سال کا سب سے بڑا پولٹکل
واقعہ یہ ہے کہ بنگال کے کچھ بیدل سردارون نے علم بغاوت بلند کیا۔ مگر چونکہ
آپسمین اتفاق نہ تھا شکست کھائی اور تتر بتر ہو گئے۔

اگلے سال ۱۵۸۱ء مین اکبر فوج لیکر پنجاب روانہ ہوا کہ اس حملہ کو
دفع کرے جو اُسکے حقیقی بھائی محمد حکیم مرزا نے کابل سے کیا تھا۔ اکبر کے
پانی پت پہونچنے سے پہلے ہی یہ باغی بھائی لاہور کے قریب پہونچ گیا تھا۔
مگر اکبر کی چڑھائی کی خبر سنتے ہی اُسے یقین ہوگیا کہ مجھے اس حملہ مین ناکامی
ہوگی۔ چنانچہ لاہور ہی سے اُلٹے پاؤن پھرا اور کابل واپس چلا گیا اکبر نے
سرہند کالانور اور رہتاس کے راستہ سے اُسکا تعاقب کیا پھر اٹک کو اسا

مقام پر عبور کیا جہان اب اٹک واقع ہے اور عبور کرنے کے وقت اس مقام پر ایک قلعہ تعمیر ہونے کا بھی حکم دے دیا۔

اکبر پشاور تک بڑھا چلا گیا اور اپنے بیٹے شہزادہ مراد کو فوج دیکر تسخیر کابل کے واسطے روانہ کیا۔ مراد نوجوان آدمی تھا۔ اونچا قد۔ دُبلا بدن۔ رنگت زردی مائل۔ شراب بہت پیتا تھا کہ انجام کار اسی کے اثر سے اُسنے اور اُسکے بھائی شہزادہ دانیال دونون نے وفات پائی۔ وہ بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھا اور خورد کابل مین اپنے چچا کی فوج سے مقابلہ کیا اور اُسے شکست فاش دی۔ اکبر بھی شہزادہ کے پیچھے پیچھے کمک لیکر چلا آتا تھا اُسکے پہونچنے کے تین دن بعد وہ بھی کابل مین داخل ہو گیا۔ تین ہفتہ تک وہان رہا پھر بھائی کی خطا بخشی کر کے پھر اُسے حکومت کابل پر سرافراز کیا اور خیبر کے راستہ سے لاہور واپس آیا وہان ملک پنجاب کا بندوبست کر کے دہلی ہوتا ہوا فتحپور سیکری آگیا۔ وقایع نگار لکھتے ہین کہ کچھ عرصہ تک فتحپور مین قیام کر کے عدل گستری و داد و دہش کرتا رہا اور سر انجام کار سرکاری مین مصروف رہا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سال آئندہ مین پورے برس وقت اکبر ہیمن

مقیم رہا۔ بنگال مین بغاوت کی آگ اب تک سلگ رہی تھی مگر وہان بادشاہ کی طرف سے بڑے قابل قابل افسر متعین تھے وہ برابر عرضیون مین حالات لکھے رہتے تھے اور بادشاہ بھی برابر ہدایتین جاری کرتا رہتا تھا۔ کچھ ایسی زیادہ بد عملی نہ تھی مگر اُسکی وجہ سے پریشانی ضرور ہوتی تھی اور وصول مالگزاری مین بھی ہرج پڑتا تھا۔

آغاز ۱۵۸۲ء مین بھی اکبر فتحپور سیکری ہی مین تھا۔ اس سال کے خاص واقعات یہ ہین۔ بنگال مین امن قایم ہوگیا۔ گجرات مین بلوہ ہوا۔ فرو کردیا گیا۔ آسیر گڑھ اور برہانپور کا حاکم باغی ہوگیا۔ دکن مین ہنگامے ہوے اکبر کا بھائی جو کابل کا فرمانروا تھا فوت ہوا۔ بغاوتین فرو کردی گئین اور کابل مین ایک نیا حاکم بھیجدیا گیا۔ اس سال کے خاتمہ پر سلطنت کی حالت اعلی درجہ کی خوشحالی کی تھی۔

بھگوانداس راجہ جے پور بادشاہ کے سب سے زیادہ جان نثار رفیقون مین تھا کہ اُسنے نہ صرف اپنے آپ اکبر کی اعلی درجہ کی جنگی خدمات انجام دی تھین بلکہ اُسکا بھتیجا مان سنگہ بھی اکبری فوج کا بہت بڑا سردار تھا جس زمانہ کا حال لکہہ رہے ہین اُس مین یہ راجپوت کنور پنجاب کا حاکم تھا۔ اکبر نے اسی خاندان

سے اپنے بیٹے شہزادہ سلیم کے لیے جو بعد کو جہانگیر کے لقب سے مشہور ہوا ایک دولہن انتخاب کی - اور بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام کے ساتھ فتحپور سیکری مین شادی ہوئی - اس سلطنت سے پہلے راجپوت راجہ برابر مسلمان بادشاہون سے ازدواجی تعلقات کرنے کو بہت حقارت کے ساتھ ناپسند کرتے رہے تھے - مگر اکبر کو اتفاق پیدا کرنے کی خواہش تھی اور وہ اس اصول کو برتنا چاہتا تھا کہ مذہب اور قوم کے اختلاف سے آدمی مین کوئی اختلاف نہین ہوتا - بہت سے تعصبات اُسکے سدراہ تھے اور اُنکو اُسے مٹانا تھا - خصوصًا راجپوتون کے ساتھ بڑی دقت تھی - اور رانا ے میواڑ کی ضدی طبیعت پر تو آخر وقت تک بھی وہ غالب نہ آسکا اور راجہ ملائم طبیعتون کے تھے - وہ جانتے تھے کہ اکبر ایسے اصولون کا موجد ہے جنکا اس سے پہلے ہندوستان مین کبھی نام بھی نہین سنا گیا تھا - اسکی نظرون مین لیاقت لیاقت تھی عام اس سے کہ وہ ہندو راجہ مین ہو یا ادنےٰ مسلمان مین - آدمی لائق ہو تو پھر اُسکی قوم یا نسل نہ اونچے عہدون پر ممتاز ہونے کی سدراہ ہوتی تھی اور نہ عروج عزت پر پہونچنے کی - چنانچہ بھگوانداس مانسنگر ٹوڈرمل وغیرہ نے یہ سمجھ لیا کہ اس مسلمان بادشاہ کے تخت مین جو صلہ ہمکو ملتا ہے وہ ایسا

لمین فائق ہے کہ اپنے آبائی راج کے خودمختار راجہ بنے رہتے - یہ لوگ
شاہی ملکون پر حاکم تھے اور شاہی فوج پر حکمرانی کرتے تھے - کوئی راز کا شور
کیون نہو یہ لوگ ضرور شریک کیے جاتے تھے کیونکہ بادشاہ کا مقصود تو یہ
تھا کہ گزشتہ زمانہ کے جو تعصبات اور تفرقے چلے آتے ہین انکو بالکل مٹا دے
اور جن ممالک مین ابتک ایک دوسرے سے عناد و نفاق رہا ہے اُنکے راجہ
سکے سلسلہ انتظام مین آتے جائین تو انکو ایک راس الاعظم کے تحت مین ایک
دوسرے کے ساتھ اس طرح پیوستہ کردے کہ نہ تو اُنکی طاقت گھٹنے پائے اور
نہ کچھ بے عزتی اور کسرشان ہو -

اکبر نے جو طریقے اپنے مقصد مین کامیاب ہونے کے نکالے تھے
اُن مین سے ایک یہ بھی تھا کہ خود اور اپنے خاندان والون کی شادیان اس
ملک کے راجاؤن کی بیٹیون سے کرلی تھین - وہ خوب سمجھتا تھا کہ مساوات
قایم کرنے کے لیے شادی سے بڑھکر اور کوئی تدبیر نہین - راجپوت راجاؤن
نے سمجھ لیا تھا کہ ہماری حالت بھروسہ کے قابل ہے کیونکہ وارث تخت سے
بلکہ اکثر تخت نشین وقت سے رشتہ ہوتا تھا - وہ لوگ ان باتون پر غور کرتے
ہونگے کہ اکبر کی سلطنت سے پہلے ہندوستان کی کیا حالت رہی ہے -

پچھلی پانچ صدیون مین مسلمانون کی فتوحات سے کس درجہ جنا و بڑھا اور ابتری پھیلی اور پھوٹ ہوگئی اور کس طرح یہ شخص چھوٹی ہی سی عمر مین کہ نابھی تجربہ کار ہوا تھا اور نہ فن حکومت سے ماہر تھا ہمارا سرتاج ہوگیا اور جو جو ملک لیتا گیا وہان برکت اور خوش انتظامی پھیلتی گئی اور انصاف اور بے تعصبی دکھائی دینے لگی - بلکہ اسکی ملک گیری کی غایت ہی یہی تھی کہ یہ اصول جاری کیے جائین - قوم یا اعتقاد مذہبی کے اختلافات کے باعث اُسکے یہان کوئی امتیاز نہین ہوتا - ان باتون کی وجہ سے راجپوت لوگ جو خدا کے اوتار کے ماننے مین بہت سریع الاعتقاد ہین ضرور یہ سمجھنے لگے ہونگے کہ اکبر معمولی انسان سے بڑھا ہوا ہے اور اسکی ذات مین اوصاف آلہی و رحانی کا جلوہ دکھائی دیتا ہے -

اُسکی بے تعصبی ایسی کامل تھی - اسکا اعتبار ایک دفعہ قائم ہوئے پیچھے ایسا مستحکم ہوتا تھا - اُسکے اصول ایسے دریا دلی اور فراخ حوصلگی کے تھے کہ باوجود اپنی پیدایش اور مذہب اور اردگرد کے تعلقات کے متعصبون مین گھرے ہونے کے دل تسخیر ہی ہوجاتے تھے - اور جب اکبر نے اسکے بدلے مین یہ چاہا کہ وہ اس مدت مدید سے چلے آنے والے تعصب سے دست بردار

ہوجائین جس کو وہ اپنے نئے آئین کے رواج پانے کا سد راہ سمجھتا تھا (یعنے وہ متعصب جنکی تعلیم یہ تھی کہ اور لوگون کو محض اس وجہ سے کہ وہ ہندو نہین ہین نلکش اور ناپاک سمجھا جانے) تو ایک بڑے شخص کو چھوڑکر اور باقی سب کے سب راضی ہوگئے۔ ان لوگون نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اس طرح کا اصول محدود نہین رہ سکتا اور نیز یہ کہ ہمارے اپنے تنگ طریقہ کے اس حصہ کو جو مختلف قوم والون سے شادی کا مانع ہے عملاً ترک کر دینے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمارے ہی ملک مین امن وعافیت رہیگی اور خود ہماری توقیر ومنزلت مین ترقی ہوگی۔

اپنی سلطنت کے اکتیسوین برس اکبر کو اپنے بھائی کے کابل مین وفات پانے کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی سنا کہ سرحدی صوبہ بدخشان ازبکون نے تاراج کرڈالا اور کابل پر بھی آنے کی دھمکی دیتے ہین۔ یہ موقع عظیم تھا اور جیسا کہ اُسنے فیصلہ کیا اُسوقت اُسکا بذات خاص موجود ہونا لازمی تھا چنانچہ وسط ماہ نومبر مین فوج لیکر پنجاب کی طرف روانہ ہوا۔ ماہ آیندہ کے آخر مین ستلج پر پہونچا اور وہان سے سیدھا راولپنڈی کی طرف بڑھا۔ وہان یہ سنکر کہ معاملات کابل کچھ اُسکے موافق ہونے والے ہین اپنے نئے قلعہ اٹک کو روانہ ہوا۔ وہان سے ایک فوج بھگوانداس کے تحت مین تسخیر کشمیر کے لیے

روانہ کی۔ دوسری فوج بلوچیوں کی سرزنش کے واسطے بھیجی۔ اور تیسری فوج سوات پر چڑھائی کرنے کو روانہ کی۔ ان تین مہموں میں سے آخر والی میں سخت ناکامی ہوئی۔ یوسف زئیوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ مغلوں کو پہلے حملہ میں پسپا کر دیا ہو۔ بلکہ جب اکبر کا عزیز رفیق راجہ بیربل کمک لیکر پہونچا تو یہ فوج بھی ہٹا دی گئی اور آٹھ ہزار آدمی کام آئے جن میں سے ایک راجہ بھی تھا۔ مغلوں کی فوج کو اس سے زیادہ فاش شکست کبھی نہ نصیب ہوئی تھی اسکی تلافی کرنے کو بادشاہ نے اپنے اعلے درجہ کے سپہ سالار راجہ تو ڈرمل کو بھیجا اور مدد کے لیے راجہ مان سنگھ والی جے پور کو بھی ساتھ کر دیا۔ یہ سپہ سالار بہت ہوشیاری سے چلے اور جون جون آگے بڑھتے گئے چوبی حصار قائم کرتے گئے اور بالآخر درۂ خیبر میں ان قوموں کو پوری پوری شکست دی۔

اس عرصہ میں کشمیر پر جو مہم روانہ کی تھی اسمیں اس سے کچھ ہی زیادہ

* راجہ بیربل برہمن تھا۔ شاعر بھی تھا اور فن موسیقی میں دستگاہ اچھی رکھتا تھا۔ سخاوت اور بذلہ سنجی میں شہرۂ آفاق تھا۔ بلاکمین صاحب (آئین اکبری صفحہ ۴۰۵) لکھتے ہیں کہ "اسکے چھوٹے چھوٹے دوہے اور لطائف وظرائف اب تک ہندوستان کے لوگوں کی زبانوں پر ہیں"

کامیابی ہوئی - سپہ سالار درہ شولیاس پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ وہان کے مسلمان فرمانرو نے اُسے بند کر رکھا ہے - تھوڑے دن رسد کے انتظار مین پڑے رہے کہ مینھ برسنے لگا اور برف پڑنے لگی - ابھی آگے بڑھنے بھی نہ پائے تھے کہ یوسف زیٔون نے جو شکست دی تھی اُسکی خبر پہونچ گئی جو رہی سہی ہمت باقی تھی وہ بھی جاتی رہی اور جلدی سے حاکم کشمیر سے برائے نام مطیع ہوجانے کی شرط پر صلح کرلی اور اکبر کے پاس واپس آگئے بادشاہ نے اس پست ہمتی پر اظہار ناخوشی اس طرح کیا کہ ان لوگون سے بہت سرد مہری کے ساتھ پیش آیا اور انکا دربار بند کردیا - مگر اکبر کے دل مین ناراضی زیادہ دیر نہ ٹھہرتی تھی - بہت جلد قصور معاف ہوگئے -

ان تین مہمون مین صرف اس مہم مین پوری کامیابی ہوئی جو بلوچیون کے مقابلہ مین روانہ کی گئی تھی - یہ دلیر جنگ آزما بغیر لڑے بھڑے مغل بادشاہ کے مطیع ہوگئے - جب ٹوڈرمل اور مان سنگھ کی کوششون سے درہ خیبر کھل گیا تو اکبر نے مان سنگھ کو کہ راجہ جے پور کا بھتیجا اور ولیعہد تھا حاکم کابل مقرر کیا اور کافی فوج ساتھ کرکے وہان بھیجا - یوسف زیٔون کے ملک مین پھر اُسکا رعب وداب قائم کرنے کے لیے اور فوج بھی روانہ

کی اور پشاور پر استحکام کے ساتھ تسلط رکھا - اکبر خود لاہور واپس آگیا - وہان سے دوسری یلغار کشمیر پر بھیجی - جب یہ فوج ۱۵۸۶ء کے موسم گرما میں دروں کے قریب پہونچی تو سری نگر مین وہان کے حاکم وقت کے مقابلہ مین بغاوت ہوگئی - ایسے وقت مین شاہی فوج کو اس ملک مین داخل ہونے اور فتح کر لینے مین کچھ وقت نہوئی اور یہ ملک بھی سلطنت مغلیہ مین شامل ہوگیا اور اکبر کے جانشین کے زمانہ سلطنت سے ہندوستان کے مغل بادشاہون کی موسم گرما کی قیامگاہ یہین رہی - یہان یہ ذکر بھی کردینا چاہیے کہ جمرود پہونچنے کے لیے درہ خیبر کے سرے ہی پر مان سنگھ کو پہاڑی قومون سے ایک لڑائی اور کرنی پڑی اور اسمین جیت رہی - آخر کار کابل پہنچا اور وہان مستقل انتظام جمایا مگر کابلیون اور سرداران قوم نے اکبر سے شکایت کی کہ راجپوت راجہ کی حکومت ہمکو کسی طرح پسند نہین ہے - چنانچہ اکبر نے مان سنگھ کو اسی عہدہ پر بنگال بلا لیا کہ وہان بھی خاص کر اس زمانہ مین ایک بڑے جابر حاکم کی ضرورت تھی اور کابل مین اُسکی جگہہ ایک مسلمان حاکم بھیجدیا اور اُسی زمانہ مین اس ارادہ کا بھی اظہار فرمایا کہ خود بدولت اس علاقہ مین تشریف لاوینگے سب سے پہلے تو ۱۵۹۰ء مین سندھ پر تسلط بٹھایا پھر سال آیندہ

کے موسم بہار مین کشمیر روانہ ہوا۔ بھمبر پہونچکر اپنے حرم کی بیگمات کو شہزادہ مراد کے ساتھ وہین چھوڑا اور خود گھوڑے پر سوار ہو کر بہت عجلت کے ساتھ سری نگر روانہ ہوا۔ وہان ٹھہرا رہا اور قرب وجوار کی سیر کرتا پھرا حتی کہ برسات کا موسم آگیا تب حرم کو رہتاس پہونچا دیا بعد مین کابل کے راستہ مین اٹک کے مقام پر بیگمات پھر ساتھ ہو گئین۔ کابل کے راستے کے درے کھلے ہوے تھے اور پہاڑی فرقون نے مقابلہ کرنا بالکل چھوڑ دیا تھا۔ لہذا اکبر اٹک سے اندس اُترا اور وہان سے کابل تک باسانی سفر کیا۔ دو مہینہ وہان قیام کیا اور باغات اور پُر فضا مقامات کی سیر کرتا رہا۔ سب رعایا کیا سردار کیا معمولی درجہ کے لوگ بادشاہ کی تشریف آوری سے فیضیاب ہوئے۔ ابھی کابل ہی مین تھا کہ یہ خبر ملی کہ راجہ ٹوڈرمل نے وفات پائی (۱۰؍ نومبر ۱۵۸۹ع) اسی روز ایک اور معتمد ہندو رفیق راجہ بھگوانداس والی جے پور نے وفات پائی۔ اکبر نے کابل و گجرات و جونپور کی سلطنتون کے نئے نئے انتظامات کیے اور ہندوستان کو مراجعت کی۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین سلطنت بنگال کا انتظام تو اکبر کر ہی چکا تھا مراجعت کے وقت شروع ۱۵۹۰ع مین وہ لاہور پہونچا۔ ابھی یہین مقیم تھا

۱۔ دیکھو ایلیٹ صاحب کی تاریخ جلد پنجم صفحہ ۴۰۵۔

کہ یہ خبر پہونچی کہ اپنی عزیز دایہ کے بیٹے کو جو حال مین حاکم گجرات مقرر کیا تھا اُسنے
کاٹھیاوار اور کچھ والون سے جنگی چھیڑ چھاڑ شروع کر دی - اس چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ یہ
ہوا کہ یہ دو صوبے بھی سلطنت شاہی مین شامل ہو گئے اور وہان کے بادشاہ
نے جو افغانستانی نسل سے تھا اور جسنے مغربی ہندوستان مین یہ سب ہنگامے
برپا کیے تھے خودکشی کر لی x - بادشاہ نے اپنے قیام لاہور سے یہ فائدہ اُٹھایا
کہ صوبہ سندھ مین جو معاملات مین ابتری پڑ گئی تھی وہان پورا پورا امن قایم کرانے
کے لیے احکام جاری کیے - اس صوبہ کو پورے طور پر زیر کرنے مین جتنا
سمجھا گیا تھا اس سے کہین زیادہ مشکل پیش آئی - نتیجہ جب دلخواہ پیدا کرنے
کے لیے بہت فوج کی ضرورت پڑی اور یہ بھی ضروری ہوا کہ پوری پوری ہوشیاری
اور استقلال کا اظہار کیا جاے - اس لڑائی مین دو برس صرف ہوے اور اتنے
عرصہ مین کشمیر باغی ہو گیا -

ان دو برسون مین بادشاہ نے اپنا صدر مقام لاہور ہی مین رکھا تھا -
جب یہ سنا کہ سندھ مین پوری کامیابی ہو گئی تو اکبر جس نے اسی نتیجہ کے ظہور مین
آنے کی امید پر اپنی فوج کا بڑا حصہ بھمبر کی طرف روانہ کر دیا تھا اور خود جناب

x دیکھو بلاکمین صاحب کی آئین اکبری صفحہ ۳۲۶ -

کے کنارے شکار کھیل رہا تھا فوراً روانہ ہوا کہ اپنی بڑی فوج مین جا ملے - راستہ
مین سنا کہ باوجود سخت مقابلہ ہونے کے اُسکی فوج کے ہراول حصہ نے ایک
درہ زبردستی کھول ہی لیا - اسی واقعہ سے لڑائی کا فیصلہ ہوگیا کیونکہ باغی سردار
کے سپاہی اُسکی کارروائی سے ناراض ہوکر رات کے وقت اسی پر جا پڑے
اور اُسکو قتل کرڈالا اور سرکاٹ کو اکبر کے پاس بھیجدیا - اس شخص کا مرنا تھا کہ لڑائی
بالکل موقوف ہوگئی - اکبر سوار ہوکر سری نگر گیا اور آٹھ دن وہان رہکر انتظام
ٹھیک کیا پھر براموﻻ کے تنگ راستہ سے رہتاس آیا اور وہان سے لاہور
پہونچا - یہان یہ خبر معلوم ہوئی کہ اُسکے سردار بنگال راجہ مانسنگہ نے صوبہ اڑیسہ
مستقل طور پر عملداری شاہی مین شامل کرلیا ہے - راجہ مذکور نے صوبۂ مذکور کے
گرفتار کیے ہوے ایک سو بیس ہاتھی لاہور مین بادشاہ کو تحفہ مین بھیجے تھے -

سال آیندہ مین یہ کوشش شروع ہوئی کہ صوبجات دکن جو سلسلۂ کوہ
وندھیاچل کے جنوب مین واقع ہین اُنکو بھی آئین شاہی سے وابستہ کرلیا جاے
اور اسکا سلسلہ آٹھ برس تک جاری رہا - بحیثیت مجموعی اس کوشش مین کامیابی
رہی - دولت آباد وکھڑ وادو ناسک و آسیر گڑہ و احمد نگر سے مستحکم مقامات کے
بہت مدت تک محاصرہ رہنے کے بعد آخرکار شاہی فوجون کے واسطے

الحل ہی گئے تھے - اور اگرچہ ممالک متعلقہ احمد نگر ۱۶۳۷ع تک پوری طرح زیر نگین ہو گئے تاہم اکبر کی ایسی حالت ہو گئی کہ اسکو وہ برتری نصیب رہی جو مغلون کو کم از کم ایک صدی تک برابر حاصل رہی۔

جنوبی ہندوستان کی لڑائی تین واقعون کے سبب سے یادگار رہے - اول تو یہ کہ ہندوستان کے مختلف حصون سے جو سپہ سالار اس غرض سے بھیجے گئے تھے کہ ایک کا دوسرا ماتحت نہ ہو اور سب ملک گیری مین کوشش کرین ان مین نااتفاقی ہوئی اور ایسی نااتفاقی ہوئی کہ اسکی ضرورت پڑی کہ پہلے تو بادشاہ نے اپنے معتمد ابو الفضل کو آگرہ سے روانہ کرنا پڑا اور پھر خود بدولت نے بھی سفر کیا - دوسرا واقعہ یہ ہے کہ شہزادہ مراد نے کثرت شراب خواری سے بمقام جالنا انتقال فرمایا - تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ آگرہ واپس آتے وقت ابو الفضل اکبر کے فرزند اکبر یعنی شہزادہ سلیم کے ایما سے قتل ہوا۔

اکبر کو لاہور مین دربار کرتے چودہ برس ہو گئے تھے کہ ۱۵۹۸ع مین جنوبی ہندوستان کی حالت مقتضی اسکی ہوئی کہ وہ اس طرف روانہ ہو - احمد نگر اور آسیر گڑھ قلعے تسخیر کر ہی لیے تھے - شہزادہ دانیال کو خاندیس و برار کا حاکم مقرر کیا اور ممالک متعلقہ احمد نگر کی تسخیر پر ابو الفضل کو مامور فرمایا کہ ۱۶۰۱ع

کے موسم بہار مین آگرہ کی جانب روانہ ہوا۔

وہ اسباب جنکے باعث اکبر کی موجودگی اگرہ مین ضروری ہوئی بہت
رناک قسم کی تھی شہزادہ سلیم نے آغاز شباب ہی سے اسکو بے طرح پریشان
رکھا تھا۔ اور جب یہ لڑکا جوان ہوا تب بھی اس پریشانی کی کمی کی کوئی صورت
ہوئی۔ سلیم جس سے متاخرین جہانگیر بادشاہ کے نام سے اچھی طرح واقف مین
طبع ظالم تھا اور اپنی خواہشون کی ذراسی بھی روک ٹوک کی برداشت اُسکو بھی
بوالفضل سے نفرت کی وجہ دراصل یہ تھی کہ باپ کو جو اعتبار اُسپر تھا اُسکا
رشک کھاتا تھا۔ اور یہ وجہ تو مسلم تھی کہ وہ ابوالفضل ہی کو اسکا بانی مبانی
سمجھتا تھا کہ اکبر متعصب مسلمانون کے جادۂ تنگ سے منحرف ہو گیا تھا۔
اکبر کو کچھ عرصہ یہ امید رہی کہ ابوالفضل کو جنوبی ہندوستان روانہ کردینے
سے بیٹے کا غصہ ٹھنڈا ہوجائے گا۔ چنانچہ جب اُسنے خود وہان جانے کا
ارادہ کیا تو سلیم کو اپنا جانشین مقرر کیا تھا اور نائب السلطنت اجمیر کا خطاب
عطا فرماکر یہ کام سپرد کیا تھا کہ رانائے میواڑ سے جو پھر جنگ چھڑ گئی تھی اُسکو انجام
پہونچائے۔ اور یہان تک شہزادہ کی دلجوئی کی فکر کی تھی کہ نامور مانسنگہ کو
جو شادی کی وجہ سے شہزادہ کا عزیز ہوتا تھا اسکی مدد کے لیے روانہ کردیا تھا۔

شہزادہ اور راجہ مانسنگہ دونون میواڑ کی طرف آ رہے تھے کہ خبر ملی

بنگال مین بغاوت ہو گئی - مان سنگہ وہان کا نائب السلطنت تھا - وہ مجبور

ہو کر اس ہنگامہ کے فرو کرنے کو الٹے پانون پھرا - مشیر تو کوئی رہا نہین اور فوج

بھی اسقدر کثیر تو شہزادہ سلیم کے دل مین یہ سمائی کہ اپنے باپ کے دکن مین

ہونے سے فائدہ اٹھائے اور ہمت کر کے تاج اپنے سر پر رکھنے کی کوشش

کرے - میواڑ کا کوچ ملتوی کیا اور فوج لیکر عجلت کے ساتھ آگرہ روانہ ہوا -

جب حاکم قلعہ شاہی نے کہ اپنے مالک کا نمکحلال افسر تھا قلعہ کے دروازے

بند کر لیے تو آلہ آباد کا رخ کیا اور قلعہ پر قبضہ کر لیا اور اودھ اور بہار کے صوبے

لیکر بادشاہ بن بیٹھا -

ان واقعات کی خبرین اکبر کو دکن سے کھینچکر لائی تھین - یہ سمجھکر کہ سلیم کی

حرکت اسکے مزاج کی اس نہاد کے باعث ہے کہ قدغن کی برداشت نہین ہو سکتا

اس نے یہ ارادہ کر لیا کہ بجائے اسکے کہ اسے مجبور کیا جائے اسے راہ راست

پر لے آنا چاہیے - چنانچہ نامہ لکھا جسمین یقین دلایا کہ اگر تم پھر دائرہ اطاعت مین

آجاؤگے تو ہماری شفقت بدستور جاری رہیگی اور یہ بھی کان کھول دیے کہ

برابر نافرمانی کرتے رہوگے تو اسکا کیا نتیجہ ہوگا - جب یہ نامہ سلیم کے پاس

پہونچا ہے اس وقت اکبر ایک فوج لیے ہوے آگرہ آرہا تھا کہ اسکے ہمراہ تعداد
مین تو بہت کم تھے مگر سلطنت کے منتخب جوان تھے - سلیم نے سمجھ لیا کہ میری بات
چلنے والی نہین اور اس خیال سے مبادا جانشینی سے بھی ہاتھ دھونا پڑے اُسنے
بڑی ارادتمندی کے الفاظ مین جواب لکھا - مگر افعال ان الفاظ کے مطابق
نہ ہوے - کچھ عرصہ بعد یہ سنکر کہ شاہی فوج کا بڑا حصہ ہنوز دکن مین پڑا ہوا ہے
شہزادہ اٹاوہ کی طرف بڑھا اور راستہ مین اس نیت سے فوج بھرتی کرتا گیا کہ
باپ کے پاس اس طرح حاضر ہو کہ معلوم ہو جاے کہ فوج کثیر بھی ہمراہ ہے - مگر
اکبر کب دھوکے مین آنے والا تھا - اُس نے بیٹے کے نام فرمان بھیجا کہ
دو مین سے جو جی چاہے ایک بات پسند کر لو - یا تو تھوڑے سے آدمی ساتھ لیکر
آگرہ آو - ورنہ الہ آباد لوٹ جاو -

شہزادہ سلیم نے طریقہ موخر الذکر پسند کیا اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ اس وعدہ
پر ہوا کہ بنگال و اڑیسہ جاگیر مین مرحمت ہوگا - بہرحال یہ دونون صوبے اسکی
جاگیر ہوے - یہ ہم نہین کہہ سکتے کہ اس موقع پر اکبر پر کس حد تک اس بات کا
اثر پڑا کہ وہ اپنی حالت کو شہزادہ کے مقابل مین کمزور سمجھتا تھا یا اس بات کا کہ وہ
اپنے ہی بیٹے سے لڑنا پسند کرتا تھا - یا اس بات کا کہ شفقت بہت تھی - غالب

سبب ہے کہ تینون خیالات نے ملکر یہ اثر پیدا کیا کہ اُسنے جو طریقہ اختیار کیا اُس مین تہوری کے رنگ کی ہلکی سی جھلک آگئی۔ بہر کیف تھوڑے ہی دنون بعد یہ بھی کھل گیا کہ سرکش بیٹے کے ساتھ جو مراعات ملحوظ رکھی تھین اُن کا اُسکے اوپر کوئی اچھا اثر مترتب نہ ہوا۔ سلیم کا حافظہ غضب کا تھا اور اسکی نفرت کبھی جانیوالی نہ تھی ابو الفضل دکن سے تھوڑے سے ہمراہیون کے ساتھ واپس آنے لگا تو اس نے موقع غنیمت سمجھا اور راجہ اُرچھا کو ترغیب دیکر راستہ ہی مین قتل کروا ڈالا۔

اپنے دوست کا قتل اکبر کے دل پر بیحد شاق گزرا۔ بھلے کو اُسے یہ نہین معلوم ہوا کہ میرا بیٹا بھی اس قبیح کام مین شریک تھا۔ یہ سمجھکر کہ محض راجہ اُرچھا ہی مجرم ہے اُسنے اس پر فوج روانہ کی۔ گنہگار راجہ جنگلون مین بھاگ گیا اور گرفتاری سے بچتا رہا تا آنکہ اکبر کے مرجانے پر اپنے آپ کو چھپانے کی کوشش کرنے کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ کچھ عرصہ بعد بادشاہ بھی سلیم سے راضی ہوگیا اور اُسے میواڑ کے ہنگامون کے فرو کرنے کے لیے روانہ کیا۔ یہان یہ ذکر

× شہزادہ سلیم نے اپنی توزک جہانگیری مین اس قتل سے اس بنیاد پر صفائی کی ہے کہ اکبر کو اُن باتون کی ترغیب دینے کا جنکو وہ مذہب سے گمراہ ہو جانا سمجھتا تھا ابو الفضل ہی بانی مبانی تھا۔ اُسنے راجہ اُرچھا پر آخر وقت تک بیحد عنایت کی نظر رکھی۔

کر دینا ضروری ہے کہ یہ ہنگامے اس باعث سے برپا ہوے تھے کہ رانا
پرتاب سنگھ مغلون کی اطاعت سے برابر انکار کیے چلا جاتا تھا۔ ۱۵۷۶ء مین
بمقام ہلدی گھاٹ شکست کھا کر رانا سے مذکور جنگلون مین بھاگ گیا تھا۔ اور
فوج شاہی اسکے پیچھے ہی پیچھے لگی رہی تھی۔ تقدیر کچھ ایسی اُسکے خلاف ہی
کہ بہت سے انقلابات کے بعد جب ایک دفعہ کامیاب ہونے سے بھی اُسکا
کام نہ چل سکا تو اُسنے ٹھان لی کہ اپنے کنبہ والون اور معتمد دوستون کو ساتھ لیکر
میواڑ سے نکل جاے اور انڈس کے کنارہ ایک اور سلطنت کی بنیاد ڈالے۔ وہ وقت
بھی ہو چکا تھا کہ اسکے وزیر بھیم شاہ کی وفاداری سے اسکے پاس لڑائی جاری
رکھنے کا سامان پھر جمع ہو گیا اور اُسنے ٹھان لی کہ ایک لڑائی تو اور لڑنی ہے
اسکے دشمن تو متواتر کامیابیون سے بیفکر ہو گئے تھے اب یہ اُن پر ٹوٹا
اور اُنکے پچھلے حصہ کو بالکل تباہ کر دیا اور ۱۵۸۶ء مین باستثناے قلعہ چتور
منڈلگڑہ کے سارا میواڑ پھر لیلیا چتور سے جو تعلق قطع ہوا تو اُسنے ایک نیا دارالسلطنت
اودے پور قائم کیا کہ بعد مین اُسکا راج اسی نام سے مشہور رہا۔ جب ۱۵۹۷ء مین
وہ مرا ہے تو یہ سب اسی کے قبضہ مین تھا۔ اسکی جگہ اسکا بیٹا امر رانا گدی پر بیٹھا جس
زمانہ کا ذکر ہم کر رہے ہین (۱۶۰۳ء) اس مین بھی امر امر اما شاہی تو جن

کی اُن تمام کوششون کا مقابلہ کر رہا تھا جو وہ میواڑ مین کر رہی تھین۔

شہزادہ سلیم کو بڑا اچھا موقع تھا۔ جو فوجین اسکو دی گئی تھین وہ اسقدر کثیر تھین کہ اگر مستعدی سے ان سے کام لیا جاتا تو فتح میواڑ کے لیے کافی ہوتین مگر اس کام مین اُسنے اسقدر کم شوقی ظاہر کی کہ اکبر نے اُسے واپس بلا کر اسکی تیم خود مختار حکومت پر الہ آباد بھیجدیا کہ وہان وہ شہوت پرستی اور بھی بُرے بُرے کامون مین مصروف رہا۔ شہزادہ کی اپنی عزت اور اوائے فرض کے خیال سے بے پروائی اس درجہ بڑھ گئی کہ اکبر بذات خاص الہ آباد کی طرف اس امید سے روانہ ہوا کہ شاید میری موجودگی سے کچھ اثر ہو۔ مگر وہ ہی منزل چلا تھا کہ اپنی والدہ ماجدہ کی سخت علالت کی خبر سنکر واپسی پر مجبور ہوا۔ مگر اسی بات سے کہ باپ نے اس خیال سے اگر چھوڑا تھا شہزادہ سلیم کے خیالات وافعال مین انقلاب پیدا ہوگیا۔ چونکہ باپ اُسکے پاس تک نہ آسکا تھا اسلیے اُسنے یہ ارادہ کیا کہ تھوڑے سے ہمراہی لیکر خود باپ کے دربار مین حاضر ہو۔ وہان پہونچکر اطاعت تو کر لی مگر اپنے طریقون کی اصلاح نہ کی۔ اور اپنے فرزند اکبر شہزادہ خسرو سے جو جھگڑے کر رہا تھا اُنکے مضحکے دربار مین ہونے لگے۔

اس مین شک نہین بادشاہ اولاد کی طرف سے خوش نصیب نہ تھا

دو سب سے بڑے بیٹے جو توام پیدا ہوے تھے وہ تو خرد سالی ہی مین مرگئے
تھے - تیسرا بیٹا جو غلطی سے پہلا مشہور ہے شہزادہ سلیم تھا - چوتھے بیٹے شہزادہ
مراد کا جس طرح خاتمہ ہوا اُسکا ذکر ہو چکا ہے - پانچوین بیٹے شہزادہ دانیال کی
نسبت لکھا ہے کہ وہ سرو قد تھا - مضبوط جسم پایا تھا - وجیہ تھا - گھوڑون
اور ہاتھیون سے بہت شوق رکھتا تھا اور ہندوستانی زبان مین شعر بھی اچھے
کہتا تھا - مگر وہی بری عادت (میخواری) اسمین بھی تھی جو اسکے بھائی مراد مین
تھی اور قریب قریب اسی زمانہ مین اسی سبب سے اسنے بھی وفات پائی -
اسکی موت کا اکبر کو بہت صدمہ ہوا کہ اُسنے حتے المقدور بیٹے کی کثرت
میخواری چھڑا دینے کی بہت کوشش کی تھی اور ترک کا وعدہ بھی لے لیا تھا -
اکبر کے بہت سے پوتے بھی دربار مین موجود تھے - ان مین سب سے زیادہ
چاہیتا شہزادہ خرم تھا کہ بعد مین شاہجہان کے لقب سے جہانگیر
کا جانشین ہوا -

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شہزادہ دانیال کی وفات اور اس وجہ نے جو اُسکی
موت کا باعث ہوئی اکبر کے دل پر بہت اثر کیا - اُس زمانہ مین وہ علیل تو تھا ہی
یہ بات بھی بہت جلد کھل گئی کہ اُس کی بیماری کا انجام ایسا ہی ہوا چاہتا ہے اُسکے

پاس جو لوگ تھے اُن کے ذہن فوراً جانشینی کی فکر کی طرف منتقل ہوئے
اسکے بیٹون مین صرف شہزادہ سلیم زندہ تھا مگر آلہ آباد اور آگرہ مین اور نیز اور
شہر مقامم پر اُسکی حرکتین ایسی ہوئی تھین کہ اکثر لوگون کے دل اُسکی طرف
سے پھر گئے تھے اور اسکے بیٹے شہزادہ خسرو کو سب اُمرا یہ سمجھتے تھے
کہ اسکے نام پر ابتک کوئی دھبہ نہین لگا ہے۔ علاوہ اسکے شہزادہ خسرو جو جیپور
کی ایک رانی کے بطن سے ہونے کے باعث راجہ مانسنگہ سے بھی قرابت
قریبہ رکھتا تھا اور راجہ مذکور بڑی قابلیت کا آدمی اور سلطنت کا رکن اعظم تھا۔
اُسکی شادی بھی اس مسلمان سردار کی لڑکی سے ہوئی تھی جو فوج مین سب سے
اونچے عہدہ پر ممتاز تھا اور خود بھی شاہی خاندان سے اس نسبت سے رشتہ
رکھتا تھا کہ اکبر کی چاہیتی انا کا بیٹا تھا۔ چنانچہ یہ دو بڑے سردار شہزادہ
سلیم کے محروم کرنے اور شہزادہ خسرو کو جانشین بنانے کی فکرین کرنے لگے
اس مقصد کے حصول کے واسطے ان لوگون نے قلعہ آگرہ مین جس
محل مین اکبر بیمار پڑا ہوا تھا اُسکے گرد اپنی فوج کا پہرہ بٹھا دیا۔ اگر اکبر اُسیوقت
مرگیا ہوتا تو ضرور اُسکی وفات پر خانہ جنگی ہوتی کیونکہ سلیم اپنے دعوی سے کبھی
باز نہ آتا۔ مگر جب شہزادہ نے یہ سمجھ لیا کہ کس طرح لوگ میرے خلاف

ل گئے تھے تو اپنی جان کے ڈر سے وہ آگرہ سے کچھ دور ہٹ گیا - اکبر کو لی
جانتا تھا کہ یہ میری آخری علالت ہے - اُسکو پریشانی ہوئی کہ ایسے وقت
مین شہزادہ کیون غائب ہے - اور چونکہ سب باتون سے زیادہ حق کو پسند
کرتا تھا اسلیے اُسنے اپنے امرا کو اپنے گرد جمع کیا اور شہزادہ سلیم کو اپنا جانشین
جانشین قرار دیا اور یہ امید ظاہر کی کہ شہزادہ خسرو کو حکومت بنگال جاگیر
ہو جاے گی -

اکبر نے جو قدرت حاصل کی تھی اُسکا ثبوت کسی اور موقع پر ایسا صریح
نہین ہوا جیسا اس نازک موقع پر ہوا - اگر ناراضی کا ایک لفظ بھی اپنے احسان
فراموش ناخلف بیٹے کی نسبت اُسکے مُنھ سے نکل جاتا تو وہ اُسکی محرومی
کے لیے کافی ہوتا - بخلاف اسکے اُسنے جو اُسکے موافق باتین کہین تو یہ اثر
ہوا کہ بڑے بڑے زور والے اُمرا اس بات پر آمادہ ہوگئے کہ اُسکی خواہش
ضرور پوری کرینگے اور جو تذبذب اور حیص بیص مین پڑے ہوے تھے وہ بھی
ان ہی لوگون سے مل گئے - وہ فوج کا سب سے بڑا سردار بھی جو شہزادہ
خسرو کا خسر تھا او راجہ مانسنگ سے خسرو کی مدد کرنے کو سازش کر چکا تھا اس اثر
سے محفوظ نہ رہ سکا - اُسنے خفیہ طور پر شہزادہ سلیم سے کہلا بھیجا کہ آپ میری

جانب سے اطمینان رکھیں کہ میں آپ کی مدد کو حاضر ہوں۔ان تکلے نے بھی
کہ اس خاص نازک وقت میں اسی کا زور سب سے بڑھا ہوا تھا یہ دیکھکر کہ اب
اکیلا پڑگیا شہزادہ سلیم کے پیام سلام قبول کرلیے اور اسکی اعانت کا بھی وعدہ
کرلیا۔اب جو جانشینی کی طرف سے اطمینان ہوا تو شہزادہ سلیم محل میں گیا اور
جان بلب اکبر اسکے ساتھ بہت شفقت سے پیش آیا۔اس ملاقات
کے واقعات صرف اس تذکرہ سے معلوم ہوتے ہیں جو خود شہزادہ نے
لکھا ہے۔

شروع کی شفقت کی باتیں ہو چکنے کے بعد اکبر نے یہ خواہش ظاہر کی
کہ سب امرا اُسکے حضور میں حاضر ہوں اور یہ کہا کہ "مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ
تم میں اور اُن لوگوں میں جو اتنے برسوں سے میری مشقتوں میں میرا ساتھ
دے رہے ہیں اور میری عزت میں میرے ساتھی رہے ہیں کسی طرح کی کوئی
شکر رنجی باقی رہ جائے۔جب امرا حاضر ہوے اور آداب بجالائے تو اُن
سب کو مخاطب کرکے چند کلمے ارشاد فرمائے پھر باری باری سے ایک ایک
کی طرف دیکھکر بالتجا کہا کہ اگر میں نے تم میں سے کسی کا قصور کیا ہو تو معاف
کردینا۔پھر شہزادہ سلیم روتا ہوا اپنے باپ کے قدموں پر گر پڑا۔اکبر نے اپنے

حاضرین کو اشارہ کیا کہ میری شمشیر شہزادہ کی کمر مین لگا دو اور اسکو سرپیچ و خلعت
شہنشاہی پہنا دو اور محل کی بیگمات کو شہزادہ کے سپرد کیا اور فرمایا کہ میرے
پرلنے دوستون اور رفیقون کا خیال کرنا اور انکے ساتھ مہربانی سے پیش آنا پھر سر
جھکا لیا اور انتقال فرمایا۔

سلطنت مغلیہ کا بانی مبانی اس قدر خاموشی کے ساتھ دنیا سے چل بسا
وہ اپنے باپ اور دادا دونون سے زیادہ خوش نصیب تھا۔ اُن سے زیادہ
مآل اندیش اور نئی بات کا اختراع کرنے والا بھی تھا۔ اور یہ بھی کہنا مناسب ہے
کہ اسکو اُن سے بہتر موقع بھی ملے اور اُسنے زندگی ایسی پائی کہ اُسنے ہندوستان
کی مختلف قومون کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ اُنکی حفاظت اور واقعی خودمختاری
اور اپنے مذہب اور باپ دادا کے رسوم کی تقلید اسی پر منحصر ہے کہ وہ اس
بڑی طاقت کے مطیع رہین جسکی بدولت اُن کو یہ بے بہا برکتین حاصل ہوسکتی
ہون۔ اُنکی نظرون مین اکبر کی شان تعصبات سے ارفع تھی۔ کیا ازبک کیا
افغان کیا ہندو کیا پارسی کیا عیسائی وہ سب کے لیے یکسان طور پر اپنی زندگی
کے بنا لینے کے ذریعہ بہم پہونچا دیتا تھا اور شرط صرف یہی تھی کہ وفادار ہونا
ہوشیار رہین اور اپنی بات کے پکے ہون۔ مختلف قومون نے دیکھی مان لیا کہ

اسکی انچاس برس کی سلطنت مین ہندوستان پر کسی ملک غیر کا حملہ نہین ہوا اور جتنے اندرونی دشمن تھے اُن سب کو اُسنے مطیع کر لیا۔ کسی کو زور شمشیر سے اور کسی کو صلح کے طریقے سے کہ وہی اسکو بالطبع مرغوب تھا۔ محمد امین نے اُسکی وفات کے بعد لکھا ہے کہ "کل زمین کے عرض و طول مین برابر مضبوطی اور ایمانداری کے ساتھ حکومت تھی۔ ہر قسم اور ہر مقام کے لوگ اُسکے دربار مین آتے تھے اور سب درجون مین صلح کل ملحوظ رہتی تھی۔ اور اُسکے تحت مین ہر فرقہ کے لوگ پورے اطمینان کے ساتھ بستے تھے" اکبر فرمانروا ہونے کی حیثیت سے تو ایسا تھا۔ اب باب آیندہ مین میری کوشش یہ ہوگی کہ یہ دکھلاؤن کہ وہ آدمی کسطرح کا تھا۔

۱۵۔ اکتوبر ۱۶۰۵ء کو ایک دن اوپر ۶۳ برس کا ہو کر اکبر نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

بارھوان باب

اکبر کے اصول اور اندرونی انتظام

مصنف آئین اکبری نے لکھا ہے کہ "ہر سہ آبادی از آئین شبا روزی افسر خدیو مایہ در شود کہ وسہ کام روا گردد"

اس کسوٹی پر لگا کر جانچ کیجیے تو اکبر کے بحیثیت انسان اور بحیثیت فرمانروا کامیاب رہنے کی وجہ کا منطقی سلسلے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ یہی بات نہ تھی کہ اکبر منتظم تھا۔ بلکہ اسکے انتظام مین دل سے یہ خواہش بھی ہوتی تھی کہ وہی کیا جائے اور وہی سمجھا جائے جو حق ہو اور اسکی زندگی کے بڑے کام یعنی اس عمارت کی تعمیر مین ممد ہو جو رعایا کے دلون مین ایسی جڑ پکڑ جائے کہ فرمانروا کی ذات سے کوئی بحث باقی نہ رہ جائے۔ اس سے پہلے کہ ہم تفصیل کے ساتھ یہ بیان کرین کہ اُسنے اس مدعا کے حصول کے واسطے کیا کیا طریقے اختیار کیے ہم چند الفاظ اس مضمون کے متعلق لکھنا چاہتے ہین جس پر اس کل مسئلہ کا دارمدار تھا یعنے یہ کہ اُسکے مزاج کی ترکیب کیسی واقع

ہوئی تھی اور بنی نوع انسان کی روحانی حالت کے متعلق معاملات سے اُسکا
دل کس طور پر متاثر ہوتا تھا۔ اس سے زیادہ بڑی تحقیقات اور کوئی نہین ہوسکتی
کیونکہ اسکا انحصار تمام تران باتون پر تھا کہ اسکے مزاج کی ساخت ایسی واقع
ہوئی تھی اور اُسمین قوت اس بات کی تھی کہ جو خیالات اپنے مذہب والون سے
مختلف ہون اُنکو بغیر ہٹ دھرمی کے مان سے اور بلا رو و رعایت اُنکی جانچ
کرے ۔ اور نیز اس بات پر کہ آیا خاص خاص مسلمان جو تعداد مین کل قوم کے
مقابلہ مین کہین کم تھے اس قوم مفتوح مین جو سارے متعصب مسلمانون کے
نزدیک ابدالآباد تک تباہی مین مبتلا رہنے والی تھی ایسا بھروسہ اور اس طرح
کی ہمدردی پیدا کر سکتے تھے کہ جو اُنکے تعصبات پر اس درجہ غالب آجاے
کہ جو اس سے پہلے کی حالت مین دریافت کرنے پر ناممکن معلوم ہوتا۔ اسمین
شک نہین کہ یہ زمانہ ایک ایسی حکمت عملی کے نشو ونما پانے کے لیے جو اس معاملہ
مین لبرل پالسی کہلاسے بہت ناسازگار تھا۔

مسلمان لوگ محض فاتح ہی نہ تھے بلکہ ایسے فاتح تھے کہ جنھون نے
اپنا مذہب بزور شمشیر پھیلایا تھا جس نفرت اور حقارت کی نظر سے اس مذہب
کے متعصب لوگ ہندؤن کے مذہب کو دیکھتے تھے اُسکا پتہ اس زمانہ کے

ایک مورخ بدایونی کی تحریرات کے ہر صفحہ مین ملتا ہے۔ اور یہ تفریق کچھ ہندوؤن ہی کے مذہب کے ساتھ محدود نہ تھی۔ سوائے اس طریقہ عبادت کے جو امت محمدی مین جاری تھا اور ہر ایک طریقہ اسی نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

اکبر اسی مذہب مین پیدا ہوا تھا۔ مگر وہ محقق دل لیکر پیدا ہوا تھا۔ اسکا دل کسی بات کو بغیر ثبوت ماننے والا نہ تھا۔ اپنی تربیت کے زمانہ مین اسے بہت سے واقعے ان ہندو راجاؤن کی خوبیون اور وفا شعاری اور پاک طینتی کے دیکھنے کے ملے تھے جنکو اسکے دربار والے محض اسوجہ سے کہ وہ برہما کے ماننے والے تھے۔ دل ہی دل مین عذاب ابدی کے حوالہ کرتے رہتے تھے۔ اکبر نے دیکھا کہ اسکی رعایا مین بہت زیادہ کثرت ان لوگون اور ان ہی کے ہمخیال لوگون کی ہے اسنے یہ بھی دیکھا کہ بہت سے لوگ جو بہت اعتماد کے قابل تھے وہ باوجودیکہ یہ کھلی ہوئی بات تھی کہ بادشاہ کا مذہب اختیار کر لینے سے دنیاوی اعتبار سے بہت کچھ فائدہ ہوتا تاہم وہ اپنے ہی مذہب پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہے۔ اس سبب سے اسکا غور کرنے والا دل شروع ہی سے اس مسئلہ کو نہ مانتا تھا کہ چونکہ خود فاتح

و فرمانروا ے وقت مسلمان ہے لہذا سارے بنی نوع انسان کے واسطے اسلام ہی سچا مذہب ہے۔ رفتہ رفتہ اُسکے خیالات الفاظ کا جامہ پہنکر اس طرح زبان سے ادا ہونے لگے کہ "وہ جب تک میری رہنمائی نہ ہوسکے مین کیون نوع انسان کا رہنما ہونے کا دعوی کرون" اور جب اُسنے اور مذہب والون سے انکے اصول سنے تو اسکے سچے شکوک اور بھی قوی ہوگئے اور جون جون اُس کو یہ معلوم ہوتا گیا کہ عام اس سے کہ مذہب کچھ ہی ہو ایک ہی فرقہ کی تقلید مین تنگی بہت ہوتی ہے وہ روز بروز اس اصول سے آشنا ہوتا گیا کہ سب کے ساتھ بے تعصبی سے رہنا چاہیے۔

یہ انقلاب یکایک نہین ہوگیا۔ مورخ بدایونی نے جو بڑا کٹا مسلمان تھا اور جسکو ایسے بڑے بادشاہ کے اپنی دانست مین برگشتہ ہوجانے کا رونا پڑا تھا یون لکھا ہے کہ "وہ بچپن سے زمانہ بلوغ تک اور سن بلوغ سے ایام ضعیفی تک بادشاہ سلامت پر مختلف حالتین گزرگئین اور ہر طرح کے فرقون سے اعتقادات اور مذہبی طریقے دیکھ ڈالے اور جو کچھ لوگون کو کتابون مین مل سکتا ہے وہ سب انھون نے جمع کرلیا کہ انمین انتخاب کا مادہ خاص تھا اور روح تحقیق کرنے والی طبیعت پائی تھی جو ہر (اسلامی) اصول کے خلاف ہے

چنانچہ اس طرح کا ایک عقیدہ کہ چند ابتدائی اصولون پر مبنی تھا ضمیر منیر شاہی کے
آئینہ مین منعکس ہوگیا - اور جو اثر خاطر اقدس پر پڑتے رہے اُن سب کا نتیجہ
یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ قلب مبارک پر یہ نقش کالحجر ہوگیا کہ ذی شعور لوگ سب
مذہبون مین ہوتے ہین اور اتقا اور اعجاز والے بھی سب قومون مین پائے
جاتے ہین - اور اگر صورت حال یہی ہے کہ حق کا علم ہر جگہ ملتا ہے تو کیا
وجہ ہے کہ حق کسی ایک ہی مذہب یا فرقہ اسلام ہی مین محدود ہو حالانکہ یہ فرقہ
بمقابلہ اورون کے بالکل جدید ہے اور مشکل سے ہزار برس اسکی اشاعت
کو ہوے ہین - اور کیا سبب ہے کہ ایک فرقہ جس بات کا انکار کرے اُسی
کی دوسرا تائید کرے اور کیون اس سے پہلے کہ ایک فرقہ کی برتری مسلم ہوجانے
اسکو دوسرے پر فوق دیا جاے -

بدایونی آگے چلکر لکھتا ہے کہ اکبر برہمنون اور سمانیون سے ملتا تھا
اور انکی صحبت کا اثر یہ ہوا کہ مسئلہ تناسخ کا قایل ہوگیا - مگر اسمین بھی شبہہ نہین
کہ فیضی اور ابوالفضل جو دو بھائی تھے کہ اُنھون نے مثل اُسکے مذہب اسلام
مین تعلیم پائی تھی انکی صحبت نے بھی بادشاہ کی مذہبی تحقیقاتون کا رخ پھیرا -
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونون ذی اقتدار گرامی شخصون کا کچھ ذکر

یہاں لکھا جائے - یہ دونوں عربی نسل سے ایک شیخ شیخ مبارک نامی کے
بیٹے تھے اور انکے آبا و اجداد راجپوتانہ میں مقام ناگر میں آن بسے تھے
شیخ مبارک نے اپنے آبا و اجداد کے مذہبی علوم کو اس طرح تحصیل کیا تھا
کہ اسکی ہر شاخ سے پورا پورا ماہر ہو گیا تھا - اور خداداد تجسس کرنیوالا
دل اور ذکی طبیعت پائی تھی اور علم کے ساتھ ساتھ خیالات میں بھی ترقی کی تھی -
چنانچہ اُسنے اپنے لڑکوں کو ایسی تعلیم دی کہ اُن کے تربیت پذیر اور تعلیم سے
دلوں پر جم گئی اور ان کو ایسا قابل کر دیا کہ چاہے جن لوگوں میں رہیں اُنکے
جوہر چمکتے ہی دکھائی دیں - بڑا بیٹا شیخ فیضی آگرہ کے قریب پیدا ہوا کہ اُسکا
باپ ۱۵۴۸ع میں اسی جوار میں آبسا تھا - اس حساب سے وہ اکبر سے
عمر میں پانچ برس چھوٹا تھا - بادشاہ کے ممالک غرب و شمال فتح کرنے کے
تھوڑے ہی دن بعد شیخ فیضی نے کہ اس زمانہ میں تقریباً بیس برس کا تھا
عالم اور طبیب ہو کر وہ زندگی شروع کی جسمیں نام و نمود بالکل نہ تھا - تھوڑے
ہی عرصہ میں اسکی شاعری کی دھوم ہو گئی - وہ خلقی طور پر فیاض دل تھا - اور
چونکہ طبابت کے پیشے سے آمدنی کا سہارا تھا اسلیے بہت سے کار خیر اُس سے
بن آتے تھے اور اسنے اپنا یہ معمول کر لیا تھا کہ غربا کا علاج مفت کرتا تھا -

مذہبی معاملات مین وہ اپنے باپ کے قدم بقدم تھا اور اُسکا رجحان
شیعہ فرقہ کے اصولون کے طرف پایا جاتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دفعہ اُسنے قدر×
سے تھوڑی سی زمین کے عطا ہونے کی درخواست کی۔ افسر مذکور نے کہ
مستحق تھا درخواست ہی نامنظور نہین کی بلکہ محض اُسکے شیعہ ہونے کی وجہ سے
بہت ذلت اور حقارت کے ساتھ اُسکو اپنے کمرہ سے نکلوا دیا۔ اسی عرصہ مین اسکی قابلیت
کا شہرہ سنکر اکبر نے فیضی کو اپنی حضوری مین چیتور کے سامنے طلب فرمایا کہ
اُس وقت قلعہ مذکور کا محاصرہ کیے پڑا تھا۔ فیضی کے دشمن تو بہتیرے تھے
خصوصًا وہ لوگ جو کٹے مسلمان تھے یا سنی فرقہ سے تھے۔ اُن لوگون نے
اس حکم کی یون تاویل کی کہ طلبی سزا دینے کے لیے ہوئی ہے اور حاکم آگرہ کو
خبردار کردیا کہ دیکھو فیضی بھاگنے نہ پائے۔ مگر فیضی کو بھاگنے کا خیال بھی نہ تھا
پھر بھی فیضی قیدی کی طرح دربار اکبری مین حاضر کیا گیا۔ بادشاہ ذیجاہ اُسکے
ساتھ کمال مہربانی سے پیش آیا اور اُسکی طرح طرح کی قابلیتون پر فریفتہ ہوکر تھوڑے
ہی عرصہ بعد نوکر رکھ لیا اور شہزادون یعنے اپنے بیٹون کو علوم لسانی کی

× صدر ایک افسر ہوتا تھا جو اراضی کی جانچ کے لیے مقرر رہتا تھا اور یہ مجھکر مقرر کیا جاتا تھا
کہ وہ کسی کی بے رعایت نہ کریگا۔ (دیکھو بلاکمین صاحب کی آئین اکبری صفحہ ۲۶۸)

تعلیم دینے کی خدمت پر مامور فرمایا۔ کبھی کبھی سفیر کا بھی کام فیضی سے لیا گیا۔
فیضی کو جو فرصت بہت ملتی تھی اُسے اُسنے شاعری مین صرف کیا۔
اپنی عمر کے تینتیسوین سال فیضی نے ملک الشعرا کے مرتبہ پر عروج پایا۔
سات برس بعد انتقال کیا۔ اکبر کی مہربانی اُسکے حال پر ہمیشہ قائم رہی کہ اُسے
اسکی صحبت مین خوشی ہوتی تھی اور اس سے گفتگو کرنے مین لطف آتا تھا۔ کہا
جاتا ہے کہ فیضی نے ایک سو ایک کتابین تصنیف کین۔ اسکا بیش بہا
کتب خانہ جسمین چار ہزار تین سو چیدہ چیدہ قلمی نسخے تھے کتب خانۂ شاہی مین شامل ہو گیا۔
لیکن اگر شیخ فیضی پر اکبر کی نظر عنایت زیادہ تھی تو
اُسکے بھائی ابو الفضل مصنف آئین اکبری پر زیادہ تر تھی ابو الفضل
آگرہ کے قریب ۱۴ جنوری ۱۵۵۱ع کو پیدا ہوا تھا۔ اُسنے بھی اپنے باپ
کی فراخ اور حاوی تعلیم سے اپنے بھائی کے برابر ہی فایدہ اٹھایا تھا۔ یہ بات
بھی اُسکی نظر سے نہ بچی تھی اور وہ اپنے دل مین اس بات سے بہت ناخوش
بھی تھا کہ تقلید کا زور شور اسقدر بڑھا ہوا تھا کہ اُسکا باپ جن باتوں کی طرف
مایل تھا جنکی طرف اسکی وسیع طبیعت کے آزاد خیال اُسکو لیجاتے تھے
تو وہ برا سمجھا جاتا تھا۔ اسکا اثر اس لڑکے کے دل پر ہوا کہ سب عقیدون سے

بے تعصب رہنے کی خوبی اسکے ذہن نشین ہوگئی اور واقعات کچھ ایسے پیش آئے کہ اُسکو اپنی تعلیم کی غیر معمولی کوششون مین اور تقویت ہوتی گئی۔ پندرہ ہی برس کی عمر مین تمام علوم معقول و منقول کی تحصیل سے فارغ ہوگیا اور پورے بیس برس کا بھی نہ ہوا تھا کہ تعلیم دینی شروع کردی۔

پروفیسر بلاکمین مرحوم لکھتے ہین کہ "ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اسی زمانہ مین اُسکا علمی تجربہ کس قدر بڑھا ہوا تھا۔ اصفہانی کی تصنیف کا ایک نایاب قلمی نسخہ کہین سے اسکے ہاتھ لگ گیا۔ مگر بدقسمتی سے ہر ورق کا آدھا حصہ ایسا تھا کہ جل جانے کی وجہ سے اوپر سے نیچے تک یا تو بالکل ضایع ہوگیا تھا یا پڑھا نہ جاتا تھا۔ ابوالفضل نے ٹھان لی کہ اس نایاب نسخہ کو لکھکر رہونگا۔ چنانچہ جلے ہوئے حصے کاٹ کر پھینک دیے اور ہر ورق مین نئے کاغذ کے پیوند لگائے اور پھر ہر سطر مین جو حصہ نادارد تھا اُسکو لکھنا شروع کیا اور کئی دفعہ بغور پڑھنے کے بعد کامیاب ہوگیا۔ کچھ عرصہ بعد اُسی کتاب کی پوری نقل مل گئی۔ مقابلہ کرنے پر معلوم ہوا کہ بہت سی جگہ الفاظ بھی ضرور مختلف تھے اور بعض بعض جگہ دلیلین بھی نئی تھین تاہم بحیثیت مجموعی اُسکا لکھا ہوا حصہ اصل سے ایسا مطابق تھا جس سے غیر معمولی طور پر پتا چلتا تھا کہ ابوالفضل کے

دوستون کو اسکے اس کمال پر حیرت ہوتی تھی کہ کس طرح وہ ایک مشکل لکھنے والے مصنف کے دقیق طرز تحریر پر اس قدر حاوی ہو گیا کہ اسکا ہمہ خیال بن گیا۔

ابو الفضل کو طلب علم کا شوق فطرتی تھا۔ اس وجہ سے جو اکبر نے اسکو دربار شاہی مین یاد فرمایا تو کچھ عرصہ تک اُسنے موافق جواب نہین دیا۔ مگر اس طریقہ سے جسکا ذکر اوپر آچکا ہے اکبر اور ابو الفضل کے بڑے بھائی فیضی سے دوستی بڑھتی گئی اور اس سے اُس دوستی کی بھی راہ کھل گئی جسکا اکبر کو بہت ارمان تھا اور جب شروع ۱۵۷۴ع مین ابو الفضل فیضی کا بھائی ہونے کی حیثیت سے پیش کیا گیا تو اکبر اُسکے ساتھ ایسی خاطر سے پیش آیا کہ ابو الفضل نے مناسب سمجھا کہ جو ارادہ گوشہ قناعت مین وقار کے ساتھ بیٹھے رہنے کا کرچکا تھا اس پر پھر غور کرے۔ اس زمانہ مین اسکی عمر کل تیئیس برس کی تھی مگر اپنے ملک مین جو علوم کے چشمے میسر تھے اُن سب سے سیراب ہوچکا تھا۔ وہ خود لکھتا ہے :- "دو شورستان خاطر را اصلاح مفید نمی آمد گاہ دل نصیحت دانایان خطہ خطا کشیدی و گاہ برا ہمنان کوہ لبنان خاطر را میل پدید آمدے گاہ شوق ہمزبانی لاما بان تبت آرام گسل گشتے و گاہ

انسی پاکو ہریان بر شکال وامن وزیتم کرنے کا وہ ہمنشینی موبدان فارس و رموز دانی
ہند وانستا شکیب زبلسے خاطر شدے چہ دل ارباب صحو و اصحاب سکر دیا بجوش
گرفتہ بود" اسی زمانہ سے وہ درباریون مین شامل ہوگیا اور اس مین اور اکبر مین
وہ خالص دوستی قائم ہوگئی جو جانبین کی ہمدردی اور قدردانی کے باعث
سرمایہ لطف حیات ہوا کرتی ہے۔ ابوالفضل نے بادشاہ کو اپنے سب شاگردون
سے زیادہ مستعد پایا۔ شکار کی خوشیون مین سلطنت کے افکار مین لڑائی
کے ہنگامے مین اکبر کو اس سے زیادہ تفریح کسی اور کام سے نہین ہوتی تھی کہ خوشی
خوشی اُن مناظرون کو سنے جو اسکے معزز دوست اور مسلمان فقیہون مین ہوا کرتے
تھے کہ وہ اسکی تردید پر کمربستہ تھے۔ یہ مناظرے بھی اکبر کی سلطنت کا بڑا
یادگار واقعہ ہین۔ بغیر اسکے کہ انکا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ کیا جاے
اکبر کے اعتقاد ومزاج کا پتہ چلنا محال ہوگا۔ اکبر کے دل مین وہ بے تعصبی اور
سب کو یکسان سمجھنے کے اصول جنکے عمل مین لانے کی وجہ سے تاریخ
ہندوستان مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہوگیا یکایک پیدا نہین ہوگئے تھے۔
اپنی سلطنت کے پہلے بیس برس تک تو اُسے ملک گیری سے اور اپنی سلطنت
قائم کرنے سے فرصت نہین ہوئی۔ بنگال بہار اڑیسہ اور مغربی ہندوستان

(جسمین گجرات اور خاندیس بھی شامل تھے) مین یہ حالت تھی کہ معزول شدہ
خاندانون کے باقی ماندہ لوگ موقع کے منتظر تھے اور چپکے بیٹھنے کے معنی
یہ تھے کہ انکو حملہ کرنے کے لیے مدعو کیا جاے ۔ اکبر مجبور تھا کہ آگے بڑھتا
رہے ۔ پچھلے تجربے اور نیز اُن واقعات سے جو روزمرہ اکبر کو پیش آتے
تھے یہ ثابت ہوگیا تھا کہ اگر ہندوستان مین اندرونی بہبودی رہنی ہے
تو اُسکے لیے یہ بھی لازمی ہے کہ سارے ہندوستان کا مالک اصلی ایک ہی ہو ۔
اس بیس برس کے عرصہ مین اُسے بہت سے اوقات فرصت کے
بھی ملے اور اُنکو اُستے اپنے مصاحبون سے اس مسئلہ پر بحث کرنے مین صرف
کیا کہ کسطرح ایسے نظام سلطنت کی بنیاد ڈالی جاے کہ رعایاے مفتوح
کی ہمدردی سے سلطنت قائم رہے ۔ اسکا تو اسکو حق الیقین تھا کہ پرانے
طریقہ اب ٹکسال باہر ہوگئے ہین اور یہ ناممکن محض ہے کہ ہندوستان پر اس
طرح تسلط رہے کہ مختلف صوبون مین فوجین رکھی جائین اور یہان کے
باشندون کے خیالات اور خواہشات اور پرانے رواج کا کچھ خیال نہ کیا جاے
کیونکہ دنیا کی سب قومون سے زیادہ اس ملک کے لوگ شاہانہ اور عادلانہ
باتون پر سر دھننے والے ہین اور اپنے باپ دادا کے رسم و رواج کی پیروی بہ

زبان دیتے ہین۔

پہلے طریقہ کی چار صدی سے اوپر ہی اوپر آزمایش ہوئی اور بار بار ناکامی نصیب ہوئی اگر خود قایم کرنے والا ناکام نہ ہوا تو اُسکا قریبی جانشین تو ضرور ناکام ہی رہا۔ تاہم اکبر سے پہلے جو سلاطین گزرے ان مین سے کسی نے اُس طریقہ کو چھوڑکر دوسرا طریقہ اختیار کرنے کی طرف توجہ نہین کی۔ اُسکے نامور دادا کو اس ضرورت کی جھلک ضرور نظر آئی تھی مگر اُسکو اتنی مہلت ہی نہ مل سکی کیونکہ اُسکے واسطے قیام سلطنت سے پہلے ملک گیری کی ضرورت تھی۔ اُسکا باپ سب افغان بادشاہون سے زیادہ اس معمے کے حل کرنے سے قاصر رہا۔ اُسنے ایک اپنے سے بہتر سپہ سالار سے شکست کھائی اور اُسکی سلطنت جسنے جڑ تک پکڑی تھی بالکل نیست و نابود ہوگئی اور اُسکا نشان بھی باقی نہ رہ گیا۔ غرض اکبر کے دل مین جم گئی تھی کہ ایسے نظام کے قایم کرنے کی ضرورت ہے کہ جسکو بقا ہو اور اُسکے لیے یہ ضروری ہے کہ اُسکی بنیاد اس اصول پر ہو کہ دونون جانب سے ایک دوسرے کا لحاظ کیا جاے اور قوم و مذہب و رسم و رواج کے تفرقے جو قایم ہین وہ جا نہین کی سبب جسمی سے اٹھا دیے جائین اور یہ بھی طرح ظاہر کردیا جاے کہ اگرچہ

کا بیچ والا پتھر نکلجاے تو سارے پتھر جن سے وہ محراب بنی ہوئی ہے خود بخود گر جاینگے چنانچہ ان ہی خیالات سے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہین اکبر اپنے دربار والون اور قابل لوگون سے اسی مسئلہ پر بحث کیا کرتا تھا کہ کس طرح ایسا نظام سلطنت قایم کیا جاے کہ قوم مفتوح کے دلون مین بھروسہ اور اعتبار پیدا ہو۔

۲ ابو الفضل سے ملاقات ہونے سے پہلے اکبر مایوسی کے ساتھ اپنی کوشش سے دست بردار ہو چلا تھا۔ بجاے اسکے کہ کوئی دانشمندی کی صلاح دیجاے اُسکو تعصب اور ہٹ دھرمی ہی کی تعلیم ہوتی جاتی تھی اُسکے بچپن کے زمانہ کے جو صلاح کار تھے اُن سے بالکل مدد کی امید نہ تھی اکبر ان لوگون کے جھگڑون سے عاجز آگیا تھا اور اس بات سے بیزار تھا کہ مسلمانون مین بھی جو مذہبی اختلافات ہوتے تھے اُنکے باعث یہ لوگ اختلاف کرنے والون کی ایذا کے درپے رہتے تھے۔ ابو الفضل کی کشادہ دلی کی تعلیم کا اثر ہونے سے پہلے ہی اکبر یہ نتیجہ سمجھ چکا تھا کہ نظام سلطنت قایم کرنے سے پہلے اُن متعصب علما سے لڑنا پڑیگا جو اُسکی سلطنت مین بہت قابو یافتہ تھے پروفیسر بلاکمین صاحب لکھتے ہین کہ "اپنی ہندو رعایا کی بہ

انکے دل مین ہو گئی تھی تو اس زمانہ مین کہ شام کے وقت فتحپور سیکری مین
ایک پتھر پر بیٹھکر غور کیا کرتا تھا اُسنے یہ راے قایم کرلی تھی کہ اپنی سلطنت
مین سب کے ساتھ یکسان برتاو رکھونگا" مگر چونکہ علما و فضلا کے حسد سے
بگڑے ہوے خیالات بجاے مرہم رکھنے کے چرکے لگانے پر مجبور
کرتے تھے اسلیے اُسنے مباحثے شروع کیے کیونکہ اُسے یقین تھا کہ مین
غلطی پر ہون اور بحیثیت بادشاہ ہونے کے تحقیق کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا
یہ مباحثے ہر پنجشنبہ کو رات کے وقت فتحپور سیکری کے ایوان عبادتخانہ مین ہوا
کرتے تھے کہ ایوان مذکور اسی غرض سے تعمیر ہوا تھا۔

کچھ عرصہ تک تو ابو الفضل ان مباحثون مین دبا ہوا رہا اور اسی پر قناعت
کی کہ مختلف مسلمان فرقون کے علما کو ایک دوسرے کے جواب مین قاطع دلیلین
بتا دیا کرتا ان فرقون کے پیشواؤن سے جو تعصب اور تنگدلی کا اظہار
اس سطح پر ہوتا تھا کہ باوجود اس امر پر متفق ہونے کے کہ ہندوون اور کفار
کو ایذا پہونچانا روا ہے یہ لوگ آپس مین ایک دوسرے پر کفر کے فتوے
لگاتے تھے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اکبر کی طبیعت بیزار ہو گئی۔ اُسنے دیکھا کہ بجاے
اتفاق کے اسلام مین بہت سی فرقہ بندیان پیدا ہو گئی ہین زمانہ کی بیزاری کا

تھا اس سے اور بھی زیادہ ترقی ہوئی کہ اُن مختلف فرقون کے پیشوا ایکدوسرے
کے ساتھ بہت بدتمیزی سے لڑتے تھے حالانکہ اُن مین سے بعض بعض
سلطنت کے بڑے بڑے عہدون پر ممتاز تھے - اور ایک دفعہ تو مجبور ہوکر
اسکو یہ حکم دیدینا پڑا کہ آیندہ سے جو شخص ایسی بدتمیزی کا مرتکب ہوگا وہ ایوان
سے نکال دیا جاے گا - آخرکار ایک دن پنجشنبہ کی شام کو کہ وہ شام
بھی یادگار رہیگی ابوالفضل نے معاملات کی صورت ایسی کردی کہ فیصلہ ہوگیا
ہے - اس مآل اندیشی سے کہ اسکی ضرور مخالفت ہوگی اُسنے یہ مضمون
مناظرہ کے واسطے پیش کیا کہ بادشاہ اپنی رعایا کا محض دنیوی حاکم نہین ہے
بلکہ دینی پیشوا بھی ہے -

یہ مسئلہ اسلام کے اصل اصول سے متناقض تھا کہ اُسکے مطابق
قرآن مجید کو جملہ انسانی احکامات پر فوق ہے - ابوالفضل نے یہ مسئلہ اس بنیاد
پر پیش کیا تھا کہ اس سے پیشتر جو مسلمان علما کے مناظرے ہوے تھے
تو قرآن کی مختلف آیتون کی تفسیر ہی مین اختلاف نہین ہوے تھے بلکہ رسول
عربی کے اخلاقی اوصاف کے بارہ مین بھی خیالات مختلف تھے چنانچہ
ابوالفضل کے اس مسئلہ نے طوفان عظیم برپا کردیا - جتنے علما و فضلا جمع

تھے سب سمجھ گئے کہ اسلام کے بڑے اصول پر حملہ کیا جاتا ہے اور جو زیادہ انجام بین اور بےتعصب تھے انھون نے یہ بھی سمجھ لیا کہ ہمارے پچھلے مباحثون ہی نے انتہا درجہ کے صاف قانون اور اعلی درجہ کے عقیدہ کی مضبوط دیوارون کو توڑا ہے۔

مگر وہ ایسے مسئلہ سے کس طرح اختلاف کرتے جسکا اثر ایک کے اختیارات پر پڑتا تھا اس مشکل کے حل کرنے کو ان لوگون نے جو فیصلہ کیا تھا وہ تو مصالحت ہی کہتے رہے مگر دراصل اس سے اس مسئلہ کو بالکل ہی مان لینا پڑا۔ ایک محضر* طیار ہوا اور اسکی روسے بادشاہ حاکم عادل قرار پایا اور اس طور پر مجتہد کے درجہ کی فضیلت اُسکو ملی یعنی یہ کہ اسلام کے متعلق جتنے امور ہون اسمین اُسکا حکم مختتم قرار پایا۔ اس مجتہد مان لینے سے ابوالفضل کا جو مطلب تھا وہ حاصل ہوگیا۔ کیونکہ محضر کی روسے "بادشاہ عادل کی عقل پر قانون کا دارمدار ہوگیا اور سب علما و فقہا نے معاملات

---

* بلاکمین صاحب نے اپنی آئین اکبری کے صفحہ ۱۸۴ مین اس محضر کی بابت لکھا ہے کہ اسلام کی مذہبی تاریخ مین یہ محضر بالکل جدید تھا۔ اور اسکی نقل بھی صاحب ممدوح نے اپنی مشہور کتاب کے صفحہ ۱۸۶ مین درج کی ہے۔

مذہبی دین اکبر کے احکام کو تحتم مان کر انکے بموجب عمل کرنے کا اقرار کرلیا"

ابو الفضل اکبر نامہ مین لکھتا ہے کہ اس محضر سے بڑے عمدہ عمدہ نتیجے پیدا ہوے "نخستین از فزونی شناسائی بارگاہ مقدس مجمع دانشوران ملل ونحل آمد واز انجاکہ ہرائین شایستگی چند باخود دارد ہر کدام نصیبہ آفرین برگرفت واز فرط انصاف گری نکوہیدگی ہیچ طائفہ پردہ بات نیکوان نتوانست شد۔ دوم ہنگامہ صلح کل در پیشگاہ خلافت رونق پذیرفت وگروہا گروہ مردم باگوناگون احوال کامروای صورت ومعنی گشتند۔ سوم تباہ سرشتی وکج گرای فرومایگان روزگار از حیز پیچیدہ حق سگالی گیہان خدیو در کمتر زمانی شرمسار نادانی گشتہ بچارہ گری ایام بے دانشی تگاپوے نمودند وبسیاری بکیفر کردار خویش در شکنجہ ناکامی فروشدند۔ یہان یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ مسلمان فرقون کے پیشوا جو اس گروہ کے سرغنہ تھے جو غیر عقیدہ والون کو ایذا دینے کا حامی تھا انکو اس محضر پر دستخط کرنا بہت شاق ہوا اگر جبراً قہراً دستخط کرنے ہی پڑے بخلاف اسکے ابو الفضل کے باپ نے کہ وہ مذہب اسلام کے سارے دقائق کو ازبر کیے بیٹھا تھا اور اسکے مختلف فرقون کے علوم سے ماہر تھا خوشی خوشی دستخط کرکے اتنا زیادہ لکھا کہ این امریست کہ من بجان ودل خواہان واز

سالہاے بند منتظر آن بودم ۔

اس محضر پر دستخط ہو جانے سے اکبر کی زندگی اور سلطنت مین انقلاب عظیم پیدا ہو گیا ۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ بالکل آزاد ہو گیا ۔ بے تعصبی کے خیالات اور اپنے اپنے عقاید کے استحفاظ کی راے جو اُسکے دل مین تھی اب وہ اُسکی اشاعت بخوبی کر سکتا تھا ۔ اب وہ ہندوُن پارسیون اور عیسائیون کو اپنے مشورون مین شریک کر سکتا تھا ۔ وہ اپنے اُس ارادہ کی بھی تکمیل کر سکتا تھا جو مدت سے اُسنے دل مین سوچ رکھا تھا کہ اس ملک کے راجاؤن سے تعلقات کو آگرہ کی حکومت مرکزی سے وابستہ کر دے ۔ سچ پوچھیے تو یہ محضر اُسکی سلطنت کا میگنا چارٹا تھا ۔

مجھے امید ہے کہ ناظرین معاف فرمائینگے کہ مین نے اس محضر کے حاصل ہونے کا حال کسی قدر طوالت کے ساتھ لکھا ہے کیونکہ اسی محضر کی بدولت بادشاہ کو یہ بات حاصل ہوئی تھی کہ آیندہ اپنے قوانین نافذ کرے اور انکو اسلام کے تنگ قیود سے باہر نکال سکے ۔ اسی کی بدولت ابوالفضل کی بھی بات بن گئی ۔ یعنے یہ اکبر اور ابوالفضل مین ہمیشہ کو رہنے والی دوستی قایم ہو گئی ۔ بخلاف اسکے اسی محضر کا یہ بھی اثر ہوا کہ سب متعصب لوگون کو ابوالفضل

سے نفرت ہوگئی اور انجام کار اسی کی بدولت جیسا کہ ہم پچھلے باب مین ذکر چکے ہین وہ قتل بھی ہوا۔

اکبر کو جو اختیار اس طور پر حاصل ہوا اس سے پہلا کام لینے یہ لیا کہ عدالت ہاے دیوانی و فوجداری کو درست کیا سلینے میر عدل کو جو بہت غالی سنی تھا اور جسنے اپنے اختیارات سے یہ کام لیا تھا کہ شیعون کو اور اور سب غیر عقیدہ والون کو جنمین ابو الفضل کا بھائی فیضی بھی شامل تھا تنگ کرتا رہا تھا ظاہری طور پر بعزت تمام مکہ کو جلاوطن کیا - ایک اور ذی رتبہ عہدہ دار کو کہ وہ بھی ایسا ہی متعصب تھا اسی طرح کا حکم ملا اور یہ قاعدہ سب کے ذہن نشین کر دیا گیا کہ قانون جملہ اختلافات مذہبی کو نظر انداز کریگا اور سب آدمی عام اس سے کہ وہ سنی ہون یا شیعہ ہندو ہون یا مسلمان یکسان سمجھے جاینگے مختصر یہ کہ جو مسئلہ ناظم فوجداری یا عامل دیوانی کے سامنے پیش ہوگا اُس مین مذہب کو کوئی دخل نہوگا۔

اُسی زمانہ سے یہ دونون بھائی فیضی اور ابو الفضل تدابیر استحکام و قیام سلطنت مین اکبر کے خاص مشیر ہوگئے - اُسنے ان دونون کو جنگی خدمات پر مامور کر دیا کہ اسی خدمت کی بدولت دربار مین اعلیٰ درجہ کی وقعت نصیب

ہو سکتی تھی۔ یہ دونون اکثر یلغارون مین بھی اکبر کے ہمرکاب رہتے تھے اور زمین
مالگزاری کی اصلاح کی تدبیرین بھی بتلاتے تھے اور بادشاہ کو صلاح دینے اور
اسکی رائے کی تائید کرنے کو بھی آمادہ رہتے تھے۔

اس عرصہ مین تقاضاے زمانہ کے مطابق اور اپنی محکوم رعایا کے
خیالات کے لحاظ سے اکبر ایک ایسا مذہبی طریقہ مرتب کرکے شایع کرنے کی
طیاری کر رہا تھا جسکو وہ سمجھتا تھا کہ میری رعایا کے بیشتر حصہ کو مرغوب ہوگا
اس طریقہ کا جو دین الٰہی کے نام سے موسوم تھا لب لباب یہ تھا کہ خدا کو
ایک مانو اور اکبر کو اُسکا خلیفہ یعنی دنیا کا نائب الٰہی جانو۔ اسلامی نمازین
اُٹھا دی گئین کہ تنگ بہت ہین اور سمجھ مین نہین آتی ہین اور بجاے اُنکے وہ
نمازین قایم ہوئین جو بہ نسبت اسلامی نمازون کے زیادہ عام طرح کی تھین اور
پارسیون کے طریقہ پر مبنی تھین اور رسوم عبادت ہنود کے طریقہ سے
اقتباس کی گئی تھین۔ جملہ کاغذات سرکاری مین اور نیز شاہی جلسون مین نئے
سنہ تاریخ قایم ہوے کہ یہ بالکل پارسیون کے طریقہ کے مطابق تھے
ان باتون پر مسلمانون کی طرف سے کھلے خزانے تو کچھ زیادہ مخالفت نہین
ہوئی مگر جو متعصب اونچے مسلمان تھے وہ اپنے دلون مین اس شخص سے

بہت سخت نفرت کرتے تھے جسکو بادشاہ کا خاص صلاح کار سمجھتے تھے۔ علاوہ اسکے ہندو راجاؤن اور سردارون کا فوج کے اعلے عہدون پر ممتاز ہونا اور دربار مین اونچی جگہ پانا بھی ان لوگون کو بہت شاق تھا۔ انکو اس سے کچھ بحث نہ تھی کہ بھگوان داس مانسنگہ ٹوڈرمل اور بیربل سے لوگ غیر معمولی قابلیت والے ہین۔ آخر یہ لوگ ہندو تو تھے۔ اور محض اس وجہ سے کہ ہندو تھے مسلمان مورخون کو کسی طرح گوارا نہ تھا کہ جہان کہین انکا نام آئے وہان انکے مذہب پر طعنہ نہ دین یا حقیقی مین جو کچھ انکا حال ہوتا ہے اسکا مذکور نہ کرین۔

یہ امر کہ اکبر کے دل مین تحقیقات کا شوق تھا اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسنے چاہا تھا کہ پرتگال والے جو گوا مین آن کر آباد ہوئے تھے اُنکے مذہب کی معقول معلومات حاصل کرے۔ چنانچہ فیضی کو حکم ہوا کہ انجیل کا صحیح ترجمہ فارسی زبان مین کر کے پیش کرین اور ایک مسیحی جاسلیق پادری ردولفو اکوادیوا نامی مشنری کو گوا سے آگرہ بلایا۔

پادری مذکور کے آگرہ آنے کے زمانہ ہی کا ذکر ہے کہ ایوان عبادتخانہ مین وہ مشہور مذہبی مناظرہ ہوا جس مین قابل قابل مسلمان حکما و فقہا و برہمن و جین و تناسخ کے ماننے والے ہنود و عیسائی و یہودی و زردشتی یعنے پارسی

نے باری باری سے تقریرین کین - ابوالفضل نے اسکا قصہ یون لکھا ہے
"ہر شخص بے خوف اپنے اصول اور دلیلین بیان کرتا تھا اور بہت بہت
دیر تک بہت سرگرمی کے ساتھ بحث مباحثے ہوتے تھے - ہر فرقہ والے اپنے
غرور و پندار کے باعث اپنے مخالفون کے بیانات پر معترض ہوتے تھے اور انکی
تردید کرتے تھے - ایک رات عبادتخانہ پادری ردولفو کے قدوم میمنت لزوم
سے منور ہوا کہ یہ شخص عقل و فراست مین تمامی حکماے مسیحی مین لاثانی تھا -
بہت سے نکتہ چین متعصب لوگ پادری مذکور سے بھڑ گئے اور اسکا موقع آگیا
کہ سب لوگ جو جمع تھے وہ غور و انصاف کے ساتھ بلا رو رعایت اپنی راے
ظاہر کرین - ان لوگون نے وہی پرانے اصول پیش کیے جنکو زمانہ ماسبق سے
مانتے چلے آتے ہین اور عقلی دلائل سے حق کے دریافت کرنے کی کوشش نہ
کی - انکی تقریرون کی خوب دھجیان اڑین اور قریب قریب ندامت کے
درجہ کو پہونچ گئے - تب انھون نے انجیل کے اختلافات پر اعتراض کرنے
شروع کیے مگر اپنے اعتراضات کے ثابت کرنے سے قاصر رہے - پادری
صاحب بہت خاموشی کے ساتھ اپنے برسرحق ہونے پر بھروسہ کرکے ان کی
دلیلون کے جواب دیتے رہے اور پھر یون گویا ہوے کہ "اگر ان لوگون کی

ہماری کتاب کی نسبت یہ رائے ہے اور اگر انکو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا
یقین ہے تو آگ روشن کیجائے اور مین انجیل ہاتھ مین لیکر اور علما اپنی مقدس
کتابین ہاتھ مین لیکر اس آزمایش کے مقام مین در آئین جھوٹ سچ آپ ہی
کھل جائیگا۔ یہ قلب کم ظرف معترض اس تجویز پر بغلین جھانکنے لگے اور ملامت
الفاظ سے جواب دینے لگے ۔ اس تعصب اور زیادتی سے بادشاہ کا
قلب صافی مکدر ہوگیا اور انتہائے شعور و دانش سے یون ارشاد فرمایا
کہ اگر آدمی محض ظاہری طور پر اسلام کا قایل ہو اور دلی اعتقاد نہ ہو تو اس سے
کچھ فائدہ نہین ہو سکتا مین نے بہت سے برہمنون کو اپنی طاقت کے خوف سے اپنے
آبا و اجداد کا مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے ۔ مگر اب کہ میرا دل حق کی
شعاعون سے منور ہو گیا ہے مجھے اسکا پورا یقین ہے کہ ہٹ دھرمی
اور خودی کا تاریک ابر تمھارے دلون پر چھایا ہوا ہے اور بغیر ثبوت کی مشعل
کے ایک قدم بھی آگے بڑھنا محال ہے ۔ طریقہ وہی اچھا ہوگا جسے ہم عقل
سلیم کے اتباع پر اختیار کرین ۔ مذہبی آیات کا پڑھنا ختنہ کرانا یا خوف
شاہی سے سربسجدہ ہونا خدا کے سامنے کچھ کام نہ آئیگا ۔ عبادت کے معنے
یہ نہین ہین کہ آدمی سجدہ زمین بوس کیا کرے ۔ خلوص کو اپنا شیوہ کرنا چاہیے

کیونکہ صدق کسی کی پیشانی پر نہین لکھا ہوتا؟

اس مباحثہ اور عیسائی پادری کی آگ سے جانچ کرنیکی تجویز کی بابت جو کچھ بیان ہو چکا ہے کہا جاے گو کم سے کم اس لحاظ سے تو ضرور اسکو اچھا سمجھینگے کہ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ایوان عبادتخانہ مین پوری آزادی کے ساتھ مباحثے ہوتے تھے اور نیز اسکا پتہ چلتا ہے کہ اکبر کی طبیعت کا رجحان کس طرف تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ اُسنے عقل کی رہبری سے سب مسلم مذہبون اور طریقتون کی جانب سے اعتقاد اُٹھا دیا تھا۔ بجاے اُن طریقتون اور مذہبون کے وہ صرف قادر مطلق و آفریدگار عالم کا قایل تھا اور اپنے تئین یہ سمجھتا تھا کہ اس دنیا مین خدا کا نائب اور سب سے زیادہ ذی اختیار مین ہون اور میرا کام یہ ہے کہ خدا کے احکام کرم یعنے بے تعصبی عدل گستری اور ایسی آزادی عقاید کو جو دوسرون کی جان کو معرض خطر مین نہ ڈالے اس دنیا مین پھیلادون مسلمانون کے ساتھ وہ بہت سخت تھا کیونکہ وہ خوب جانتا تھا کہ جو فرقہ سربر آوردہ ہوتا ہے اسکے علماے مذہب ہمیشہ ایذارسانی کی طرف مائل رہتے ہین۔ مگر مناسب کی تھا اور چونکہ سب مین اس خطرناک نقص کا رنگ پاتا تھا کہ ہر فرقہ کے متعصب علماے دین قادر ذوالجلال کی مدعی و کرمی

یکسان فیض گستری کی صفات مین بٹہ لگاتے تھے اسلیے وہ سب کے خدا کے
سامنے سر جھکاتا تھا مگر سب کے پیشوایان دین سے نفرت کرتا تھا۔
لوگون نے اُسکو مجوسی بھی مشہور کیا ہے کیونکہ وہ آفتاب کو ذات آلہی کا
مظہر مانتا تھا۔ اور اسمین تو شبہ بھی نہین کہ پارسیون کے طریقہ کی سادگی کے جانب
اسکو بہت میلان تھا۔ خود جو آئین اُسنے جاری کیا تھا اس مین علماے دین کو کوئی
دخل نہ تھا۔ وہ اپنے تئین اس دنیا مین نائب خدا سمجھتا تھا اور ہر مذہب کا
بہترین حصہ اقتباس کرلیا تھا تاکہ مذہب کے ذریعہ سے سب کو مدد ملے نہ
یہ کہ وہ دوسرون کی ایذا رسانی کا ذریعہ ہو۔ اُسکے آئین کا رتبہ عالی اسی طرح
اُس زمانہ کے لوگون کی عام فہم و فراست سے کہین بالاتر تھا جیسے کہ اُسکے
بلند ملکی خیالات تھے۔ ساری دنیا کو اپنا ہمخیال کرلینے کے لیے یہ ضروری
تھا کہ اکبر کا جانشین بھی کوئی اکبر ہی ہوتا۔ یہ نہ کبھی ہوا ہے نہ ہوگا۔ نتیجہ یہ ہوا
کہ اُسکے مرنے کے بعد اُسکا نظام ملکی رفتہ رفتہ پھر اُسی پرانے اور تنگ جوف
مین جا گھسا جسمین سے کہ اُسنے اسے باہر نکالا تھا اور اُسکا آئین مذہبی تو اُسکے
ساتھ ہی فنا ہوگیا۔ اُسکے بعد جو اُسکے دو جانشینون نے سلطنت کی وہ مسلمان
ضرور تھے مگر بہت کٹے نہ تھے۔ تاہم اسی زمانہ سے غیر مذہب والون کی

ایذا رسانی نے پھر زور پکڑا اور اکبر اعظم و عاقل نے جو اچھے کام کیے تھے ا
ان سب پر پانی پھیر دیا اور جو اصول اس خاندان کی جان تھا اس مین زوال
آنے لگا اور اُس قوم کی حکومت کے لیے مصالح جمع ہونے لگا جسنے پھر اکبر
کے ہمیشہ قایم رہنے والے اصول یعنی سب کے ساتھ یکسان عدل گستری
اور بے تعصبی سے برتاؤ رکھنے کو پھر از سر نو تازہ کیا -

ہم اوپر لکھ چکے ہین کہ اکبر آزادی عقاید کو اس حد تک جایز رکھتا تھا کہ
دوسرون کی جان معرض خطر مین نہ پڑنے پائے - ہندوون کی رسم ستی
کے متعلق جو کچھ اُسنے کیا وہ اس بات کا پورا ثبوت دیتی ہے - اسکے بتلانے
کی تو ضرورت معلوم نہین ہوتی کہ لفظ "ستی" کا مرادف اردو زبان مین "پاک اور
سچا ہے" اور ستی اُس عورت کو کہتے ہین جو اپنے شوہر کی نعش پر اپنے تئین
جلا کر فنا کر دیتی ہے - اہل ہنود کے اونچے درجہ کی عورتون مین یہ رسم اسقدر
عرصہ دراز سے چلی آتی تھی کہ اسکی پابندی نہ کرنے سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ گویا
بیوہ کی پاکدامن زندگی مین اپنے آپ دھبہ لگا لیا جاے - پھر بھی جان بہت
پیاری ہوتی ہے - بیوہ کو اپنی نیکی پر بھروسہ ہوتا تھا - اور وہ ایک خیالی بات
پر اپنی جان قربان کرنی پسند نکرتی تھی - اور کبھی کبھی کھلم کھلا چتا پر چڑھنے مین

تامل کا اظہار ہوتا تھا - ایسی حالتوں مین اکثر یہ ہوتا تھا کہ پوجاری لوگ اسے
ترغیب دیکر آمادہ کرتے تھے - کبھی عذاب آخرت کی دھمکیوں سے کام
نکالتے کبھی اخلاقی باتوں سے اُسکا دل بڑھاتے اور اسکو رضامندی کے
سیدھے ڈھرے پر لے آتے -

اکبر کی رحم دل طبیعت ایسی باتوں سے نفور تھی اور جس جس طرح
اس سے بن پڑا اُسنے اس دستور کو اُٹھا دینے کی فکر کی - راجپوتانہ کے
راجے اس رسم کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اکبر کے تعلقات
اُن راجاوٗن کے ساتھ ایسے تھے کہ اس سے یہ نہین بن پڑی تھی کہ اُن کی
قدیم الایام رسوم کی جو اب مذہبی احکام کی طرح سمجھی جاتی تھین اس درجہ مخالفت
کرے کہ اگر بیوہ دراصل اپنی جان دینے پر آمادہ ہو تو بھی اُسکی ممانعت ہو
وہ جانتا تھا کہ اس طرح کی ممانعت کرنے کے لیے ایک زمانہ درکار ہے تاکہ
جو آزادی کے اصول مین قایم کر رہا ہون اُنکی روشنی چھن چھن کر محلون کے
اندرونی حصون مین بھی پہونچ جاے - تاہم یہ فرمان اُسنے جاری کر دیا تھا
کہ جو بیوہ اپنی جان فدا کرنے مین ذرا سا بھی ہچکچائے وہ ستی نہ ہو -
اکبر نے محض لفظی فرمان پر قناعت نہین کر لی تھی - ایک دفعکا ذکر ہے

کہ وہ اجمیر مین تھا اور اُسکا رازدار جے مل راجہ بہاری مل والی آمیر کا بھتیجا امرائے
بنگال کے پاس سفارت پر گیا ہوا تھا۔ خبر آئی کہ جے مل نے چوسہ مین وفات
پائی۔ جے مل اکبر کا بڑا رفیق تھا کیونکہ راجپوتانہ کے سردارون مین اسی نے
سب سے پہلے شرف ملازمت حاصل کیا تھا اور ہمیشہ سچی خیرخواہی کے
ساتھ خدمت کرتا رہا تھا۔ اسکی شادی راجہ اُدے سنگہ والی جودھپور کی بیٹی سے
ہوئی تھی اور یہ رانی بڑی مضبوط طبیعت کی عورت تھی۔ جب شوہر کے مرنے
کی خبر آمیر مین پہونچی تو رانی نے ستی ہونے سے بہت زور کے ساتھ انکار کیا
شاہنشاہی فرمان کے بموجب اُسے پورا حق اپنے اختیار تمیزی کو کام مین لانیکا
حاصل تھا۔ مگر جب اُسنے اس اختیار سے انکار کا کام لیا تو اُسکے خلاف
سب نے اور سب سے بڑھکر اُسکے بیٹے نے بے حد شور و شر مچایا تو یہ
ٹھہری کہ رانی کو جبرًا لکڑیون کے انبار پر لیجائیں۔ اکبر کو اسکی خبر لگی اور اُسنے
بھی ٹھان لی کہ یہ ظلم نہ ہونے دونگا۔ وہ بہت دقت سے پہونچا۔ انبار مین
آگ لگ چکی تھی کہ اُسکے آدمیون نے جن مین متوفی کا چچا بھی تھا موقع
پر پہونچکر اُدے سنگہ کو گرفتار کر لیا اور جو مجمع ہوگیا تھا اُسے منتشر کر دیا اور
رانی کی جان بچالی

اکبر کو اپنے لائق اور آزاد خیال دوستون یعنے فیضی اور ابوالفضل سے
تو بہت زیادہ انس تھا ہی - ویسے بھی جو لوگ سچے دل سے حصول علم کے
شائق ہوتے تھے اور تعلیم کی طرف بالطبع راغب تھے اُنکی ہمت بڑھاتا رہتا
تھا - اُسے تصنع اور ریاکاری سے نفرت تھی - تھوڑے ہی عرصہ مین یہ حال
اس پر کھل گیا تھا کہ میرے دربار مین جو علما ہین وہ اسی رنگ مین رنگے ہوے
ہین - جب انکی حالت معلوم ہو گئی تو اسکا دل انکی طرف سے پھر گیا اور اُسنے
ٹھان لی کہ انکی ریاکاری کی قلعی کھولنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھونگا -
پروفیسر بلاکین صاحب لکھتے ہین کہ "وہ کسی شخص کے غرور اور خود پسندی
سے درگزر نہ کر سکتا تھا - اور غرور کے سب اقسام مین اسے علم کے غرور سے
سخت نفرت تھی" یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اُسکے اس طرح کے افعال سے
متاثر ہوے اُنھون نے یہ مشہور کیا کہ اکبر کو اشاعت علم ناپسند تھی اور علما سے
نفرت کرتا تھا - ہرگز اُسنے ایسی کوئی بات نہین کی - ہندوستان مین اُس سے
زیادہ حق بات کا پھیلانے والا آج تک تو کوئی ہوا نہین - اس خصوص مین
آج کل کے فرمانرواؤن کو اُسکی مثال سے تمتع اُٹھانا چاہیے - ایک شخص جو
اُسکے زمانہ مین تاریخ دانی مین یکتاے روزگار تھا اور جو بڑی قابلیت کا آدمی تھا

اور تحقیق کرنے والی طبیعت پائی تھی وہ اسکی جاہیتی اتا کا بیٹا خان اعظم مرزا تھا۔ایک عرصہ دراز تک یہ شخص بہت غلو کے ساتھ مذہبی عقاید پر جما رہا۔اور اکبر کے "مذہب جدید" کا مضحکہ اُڑایا کرتا تھا اور بالخصوص فیضی اور ابوالفضل کی بہت تضحیک کرتا تھا اور اُنکے نام ایسے بگاڑ کر رکھے تھے کہ جن سے اُن کی مکاری کا اظہار ہوتا تھا۔مگر آگے چلکر اُسے حج بیت اللہ کا اتفاق ہوا اور وہان علماے دین سے ایسا لوٹا کہ اسلام کے ساتھ جو شغف اُسکو تھا وہ خود بخود ٹھنڈا ہوگیا۔آگرہ واپس آکر وہ بھی دین آلہی کے زمرہ مین داخل ہوگیا۔نظم خوب لکھتا تھا اُسکی دانشمندی اور تقریر کی روانی مشہور ہے۔اسکے بیشمار لطائف مین سے ایک لطیفہ آج تک مشہور ہے اور وہ یہ ہے: "آدمی کو چار بیبیان کرنی چاہییں۔بات چیت کے لیے ایرانی۔خانہ سامانی کے لیے خراسانی۔بچون کے پالنے کو ہندوستانی۔اور چوتھی ماوراالنہر کی ترکانی کہ اُسکو مارتے دھاڑتے رہین تو اور بیبیان ڈرتی رہین۔

اکبر کی ملازمت مین سب سے زیادہ قابل جنگی بہادر اور سب سے زیادہ فیاض شخص اُسکے پرانے اتالیق بیرم خان کا بیٹا مرزا عبدالرحیم تھا۔یہ شخص کئی برس تک خانخانان کے منصب پر ممتاز رہا خانخانان کے لفظی معنی تو

امیر الامرا ہین مگر عہدہ مذکور کی قدر ایجینٹ کے عہدہ کے برابر تھا۔ مگر جس لیاقت کا مرد میدان تھا اسی فضیلت کا عالم بھی تھا۔ توزک بابری جسکا ابوالفضل نے "عقل عملی کا قانون" خوب نام رکھا ہے بابر نے ترکی زبان مین لکھی تھی۔ مرزا ے موصوف نے فارسی مین ترجمہ کیا کہ زبان مروجہ بار فارسی ہی تھی۔ اور اکبر کے حضور مین نذر گزرانی۔ اور مصنفون مین مورخین مندرجہ ذیل بہت زیادہ نامی ہین۔ نظام الدین احمد مصنف طبقات اکبری جسمین اکبر کی سلطنت کے حالات ہین مصنفین تاریخ الفی جو اسلام کی ہزار سالہ تاریخ ہے۔ اور سب سے بڑھا ہوا وہ متعصب مورخ عبدالقادر بدایونی ہے جسنے تاریخ بدایونی تصنیف کی اور تاریخ کشمیر کو ترتیب دیا اور نظر ثانی کی۔

بدایونی بڑا نامی آدمی تھا۔ عمر مین اکبر سے دو برس بڑا تھا بچپن سے بہت سے علوم اپنے زمانہ کے بڑے مشہور عالمون اور زاہدون سے حاصل کیے تھے۔ موسیقی و تاریخ و نجوم مین صاحب کمال تھا۔ اس کی خوش الحانی کی بدولت جمعہ کے دربار کی امامت کی خدمت اسکے متعلق ہو گئی تھی۔ چالیس برس تک بدایونی شیخ مبارک کہ اور اسکے بیٹون فیضی اور ابوالفضل

کے ساتھ دربار مین رہا۔ مگر ان لوگون مین آپس مین سچی دوستی نہتی کیونکہ بدایونی بڑا کٹا مسلمان تھا اور وہ ہمیشہ ان لوگون کو رافضی سمجھتا رہا۔ اکبر کی فرمایش سے بدایونی نے رلمایِن اور نیز مہابھارت کے کچھ حصہ کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان مین کیا۔ اُسکی تاریخی تصنیف جسکا ذکر تاریخ بدایونی کے نام سے اوپر آچکا ہے اور جو شاید اپنے دوسرے نام منتخب التواریخ سے زیادہ مشہور ہے خاص کر اس اعتبار سے زیادہ قابل قدر ہے کہ اسمین اکبر کے مذہبی خیالات اچھی طرح دکھلائے ہین اور دربار اکبری کے نامی آدمیون کے تذکرے لکھے ہین۔

بدایونی بادشاہ سے تقریباً گیارہ برس پہلے مرا۔ اُسکی مشہور تصنیف جسکے اخفا مین وہ احتیاط بلیغ کرتا تھا جہانگیر کی سلطنت کے زمانہ سے پہلے ظاہر نہین ہونے پائی۔ متعصب مسلمان جو اکبر کی نئی نئی باتون سے نفرت کرتے تھے اس کتاب کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ اور جون جون وہ نئی نئی باتین اُٹھتی گئین اور وہی پرانی غیر مذہب والون کی ایذارسانی پھر نئے سرے سے جاری ہوتی گئی اس کتاب کی قدر اور بڑھتی گئی کہ اسکے ذریعہ سے اُن پہلی باتون کے خیالات تازہ ہوتے تھے۔

اور لوگ بھی تھے جنھون نے اپنی قابلیت اور محنت اور علم سے سلطنت اکبری کی ترقی علم کی شان بڑھائی۔ مگر شاید یہان ان لوگون کا ذکر کرنا غیر ضروری ہوگا۔ آئین اکبری مین جو ایسی کتاب ہے کہ کبھی اُسکا نام فنا نہ ہوگا اس طرح کے چھوٹے بڑے سب لوگون کی پوری فہرست موجود ہے لیکن بادشاہ نے جو اپنی ذات خاص سے علوم و فنون کی اشاعت کو ترقی دی اُسکے متعلق چند الفاظ لکھنے ضروری ہین۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کو اس طرف بہت توجہ تھی کہ اپنی سلطنت کے باہر سے کتابین منگا منگا کر اپنے کتب خانہ مین جمع کرے۔ اور ہندوون کی اصلی کتابون اور ترجمون سے بھی بہت شوق تھا کہ یہ کتابین جمع کرتا رہتا تھا اور فارسی زبان مین ترجمے بھی ہوتے جاتے تھے۔ مصنف آئین نے لکھا ہے کہ اس کتب خانہ کے کئی حصے تھے۔ کچھ کتابین سرا کے اندر رکھی ہین۔ کچھ باہر ہین۔ پھر کتابون کی قدر و قیمت اور اُنکے علوم و فنون کے مضامین کے لحاظ سے کتب خانہ کے ہر ایک حصہ کی علٰحدہ علٰحدہ تقسیم ہے۔ نثر۔ نظم۔ فارسی۔ یونانی۔ کشمیری۔ عربی۔ الگ الگ رکھی ہین۔ اور اسی انتظام سے ان کی موجودات لی جاتی ہے۔ اہل دانش روز کتابین لاتے ہین اور جہان پناہ

کے سامنے پڑھتے ہین اور وہ شروع سے آخر تک ہر کتاب کو سنتے ہین
جس صفحہ پر پڑھنے والے ٹھہر جاتے ہین جہان پناہ دست خاص سے
صفحون کی تعداد کا نشان بنا دیتے ہین - اور جتنے ورق جسنے سنائے ہین
اسی کے حساب سے اُسکو نقد یا زر و سیم انعام ملتا ہے * مشہور کتابون مین
بہت کم ایسی ہونگی جو جہان پناہ کے حضور مین پڑھی نہ گئی ہون - اور گزشتہ
زمانہ کی تاریخی سرگزشتین علوم کے عجائب وغرائب یا حکمت و فلسفہ کے
دلاویز نکتے ایسے نہ تھے جن سے جہان پناہ کے بے تعصب داناؤن کے
سرغنہ مین ماہر نہون " اسکے بعد ایک لمبی چوڑی فہرست ان کتابون کی دی
ہوئی ہے جو جہان پناہ کو بالطبع مرغوب تھین - ان مین سے بعض وہی کتابین ہین
جنکا ذکر ہم اوپر کے صفحات مین لکھ چکے ہین -

ہم سمجھتے ہین کہ جو کچھ ہم اوپر لکھ چکے ہین وہ اس بات کے دکھلا دینے
کے واسطے کافی ہے کہ اس سلطنت کی تاریخ پر نامیان علوم و ماہران فنون
کا کس قدر اثر پڑا - یہ اثر برابر قایم رہا اور خصوصاً دونون بھائیون فیضی اور
ابو الفضل کا اثر اُن کی زندگی بھر رنگ دکھاتا رہا - ابو الفضل کا اثر اُسکے مرنے کے
بعد بھی قایم رہا کیونکہ جو تعلیم اُسنے دی تھی اسکی وجہ سے اُسکے آقا کے قدرتی

جوہر طبیعت اور بھی راسخ ہوگئے تھے۔ جو اصول ان دونون بھائیون کو دل
سے پسند تھے وہ اکبر کی طبیعت کے بالکل موافق واقع ہوے تھے
وہ اصول یہ تھے کہ آزادی رائے پوری پوری قایم رکھی جاے۔ سب کے
ساتھ بلا لحاظ مذہب و ملت پورا پورا عدل کیا جاے۔ اس ملک کے
باشندون پر جو بار ہین وہ ہلکے کیے جائین۔ رعایاے ملک کے سب فرقون
مین یکجہتی پیدا کردی جاے اور راجپوت راجا جو اپنی قدامت نسل پر فخر کرتے
اور مسلمان فاتح کو بے دھرم اور غیر سمجھتے ہین اور ازبک اور مغل سردار جو
فتح کرنے کے حق سے ملک کو اپنی ملک سمجھتے اور یہان کی رعایا کو صرف
اپنی غلامی کے لائق جانتے تھے اور نوآباد افغان لوگ جو چار صدیون سے
یہان رہتے رہتے اسی ملک کے باشندون مین شمار ہونے لگے تھے
اور یہان کے اصلی باشندے جن پر ہمیشہ مہربانی اور سلوک کا بہت عمدہ اثر پڑتا تھا
سب ملاکر ایک کر دیے جائین۔

ایک فرقہ ایسا تھا کہ اُسکا ملا لینا ناممکن تھا۔ یعنے وہ مسلمان شاہزادے
جنکے خاندانون مین ہندوستان کی سلطنت رہ چکی تھی اور جو اپنے تئین خود سلطنت
کرنی چاہتے تھے یہ لوگ بنگال اڑیسہ بہار و مغربی ہندوستان کے بہت سے

حصون مین نہایت ذی اختیار تھے اور بڑی بڑی فوجین رکھتے تھے - یہ لوگ اپنے حق کو اکبر کے حق پر فائق سمجھتے تھے اور چونکہ اس سے بیخبر تھے کہ بخلاف انکے مورثون کے کہ انھون نے سطح کے اوپر ہی اوپر سلطنت کی تھی اکبر سلطنت کی جڑون کو زمین کے اندر پیوست کرتا جاتا ہے یہ لوگ اکبر کے وعدے باطل کرنے چاہتے تھے اور اُسکی قوت کا مقابلہ کرتے تھے - یہ مضمون کہ اکبر نے کس طرح ان لوگون کے مال لینے کی کوشش کی اور کس طرح ان لوگون نے اپنے طرز عمل سے اسکو اس بات پر مجبور کردیا کہ انکو بالکل نکال باہر کرے ہم پچھلے باب مین نذر ناظرین کر چکے ہین -

اب ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ کس طرح اکبر کے مزاج کے قدرتی اصول جو فیضی اور ابو الفضل کی صحبت مین اور بھی زیادہ مستحکم ہو گئے تھے اس نظام و انتظام مین ممد ہوے جسکی بنیاد اسلی اصلاح کرنے والے بادشاہ نے قایم کی تھی - اسی باب مین ہم نے خود بدولت کا ایک مقولہ نقل کیا ہے کہ ارشاد فرمایا تھا کہ ہم نے اپنے زمانہ سلطنت مین ایک دفعہ برہمنون کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا تھا -

چونکہ خود اکبر کا یہ بیان ہے اسلیے ضرور ایسا ہوا ہوگا - مگر ہمنے جبر

کے ساتھ تبدیل مذہب کرانے کا حال کہین لکھا نہین دیکھا - یہ اُسی زمانہ کا واقعہ ہوگا کہ اکبر ہنوز نابالغ تھا اور اختیارات سلطنت بیرم کے ہاتھ مین تھے جس وقت سے کہ اُسنے اختیارات اپنے ہاتھ مین لیے یعنے جس دن سے کہ اُسنے اُسوقت کے مختار کل بیرم خان کو مکہ چلے جانے کی اجازت دی اُسی دن سے اُسنے یہ ارادہ ظاہر کردیا تھا کہ ہندو مسلمان دونون کو ایک سمجھونگا - اور اُسنے اس ارادہ مین کبھی تزلزل نہین آنے دیا - اپنی سلطنت کے ساتوین ہی برس کہ وہ اُسکی عمر کا اکیسوان سال تھا اکبر نے اس رائج الوقت دستور کو موقوف کیا کہ فاتح کی فوج والے مفتوح کی بی بیون بچون اور متوسلین کو زبردستی بیچ ڈالتے تھے یا لونڈی غلام بنا لیتے تھے - عام اس سے کہ غنیم کا قصور کسی درجہ کا ہو اُسکے بچون اور متعلقین کو فرمان شاہی کی رو سے یہ اجازت دیدیجاتی تھی کہ جہان جی چاہے اپنے گھرون کو یا اپنے رشتہ دارون کے گھرون کو چلے جائین - کوئی شخص بڑا ہو یا چھوٹا غلام نہین بنایا جاتا تھا اس آزادمنش بادشاہ کی دلیل یہ تھی کہ "اگر شوہران راہ شقاوت گرفتند زنان راچہ تقصیر و اگر پدران طریق مخالفت گزیدند فرزندان راچہ گناہ؟"

اسی فیاضی اور مآل اندیشی کی حکمت عملی سے اکبر نے بڑی مستعدی

سے کے شاہ اور بڑے دستوروں کی اصلاح مین کام لیا۔ اگلے ہی سال
یعنی اپنی سلطنت کے آٹھوین برس اکبر نے وہ محصول موقوف کردیا جو
باوجود بہت زرخیز ہونے کے اُسکی رائے کے مطابق اُسکی ہندو رعایا کے
ایمانون مین خلل انداز تھا۔ دنیا مین ہندؤن سے زیادہ کوئی قوم تیرتھ جاترا
کی شایق نہین ہے۔ اس قوم کے پاک مندر جنمین سے ہر ایک کے خاص
اوصاف الگ الگ ہین ہندوستان کے ہر صوبہ مین بکثرت پائے جاتے ہین
جاتریون کو جو سفر کرنے پڑتے ہین وہ اکثر بڑے بڑے اور دشوار ہوتے
ہین اور اکثر ان سفرون کے فائدہ کی کمی بیشی مسافت کی مقدار پر منحصر ہوتی
ہے۔ مغلون سے پہلے جو افغان فرمانروا تھے اُنھون نے ان جاترا ؤن
کو کثیر اور مستقل آمدنی کا ذریعہ سمجھکر سب جاتریون پر محصول لگا دیا تھا کہ جو حالت
اسکی دولتمندی کی مشہور ہو یا تحقیقات سے ثابت ہو اُسی کے مطابق
وہ محصول ادا کرے۔

ابوالفضل نے لکھا ہے کہ اس محصول سے بڑی کثیر آمدنی تھی
اور کرورون روپیہ سالانہ خزانہ مین آتا تھا۔ مگر اسکو سب لوگ بڑا ظلم سمجھتے
تھے ہنود لوگ جاترا کرنے کو اپنا فرض سمجھتے ہین کہ یہ ان کے مذہب

نے یا یون کہو کہ اُن کے مذہب کے علما یعنے برہمنون نے اُن پر لگا رکھا ہے ۔ ہندوون کی حجت یہ تھی کہ اگر ہم اپنے جسم پر سخت تکلیف برداشت کرتے ہین اور سیکڑون کوس زمین اپنے قدمون سے ناپتے چلے جاتے ہین تو سرکار کو کون ساحق ہے کہ ہمارا پیٹ کاٹے ۔ ہندو رعایا کے یہ خیالات بہت جلد اکبر کے کانون تک پہونچ گئے ۔ جو لوگ اس محصول کو آسان ذریعہ آمدنی کا سمجھتے تھے اُنھون نے حضور مین عرض کی کہ تیرتھ جاترا کرنا ہندوون کا ایک فضول عقیدہ ہے اور اس سے وہ باز بھی نہین آنے کے لہذا ایسے محصول کو موقوف کر دینا ۔ کہ جسکی آمدنی کثیر اور یقینی ہو تحصیل مالگزاری کی حکمت عملی کے خلاف ہوگا ۔ اکبر نے یہ تو تسلیم کر لیا کہ یہ محصول عوام کے عقاید باطل ہی پر ہے اور ہندو گھر بیٹھے رہین تو اسکی ادائی سے بھی محفوظ رہ سکتے ہین تاہم اُسکی یہ حجت باقی رہی کہ چونکہ تیرتھ جاترا کرنا ہندون کے مذہب کا جزو ہو گیا ہے اور ایک طرح پر ہندوؤن کا طریقہ پرستش ایزدی بھی قرار پا گیا ہے اسلیے وہ لوگ جس بات کو حکم آلہی سمجھتے ہون اُس کی تعمیل مین نام کو بھی سد راہ ہونا ناجائز ہے ۔ چنانچہ اُسنے یہ محصول موقوف کر دیا ۔

ایسا ہی سمجھکر اکبر نے جزیہ بھی موقوف کردیا جو مسلمان بادشاہون نے
غیر مذہب والون پر لگا رکھا تھا۔ یہ محصول اسلامی فتوحات کے ابتدا ے
زمانہ مین ہندوستان کے افغان فرمانروایون نے لگایا تھا۔ کوئی ناور
محصول ایسا نہ ہوگا جو ادا کرنے والون کو اسقدر اکھرتا ہو اور نہ کوئی اور محصول
ایسا ہوگا جس سے اسقدر زیادہ موقع ظلم و تعدی کا ملتا ہو۔ اسی محصول کے
متعلق کارروائیون کا حال پڑھ لینے سے اس بات کی وجہ سمجھ مین آجاتی ہے
کہ اکبر سے پہلے جو مسلمان فرمانروا ہوے وہ اس ملک والون کے دلون
کو کیون نہ تسخیر کرسکے۔ مصنف تاریخ فیروزشاہی لکھتا ہے کہ وہ جب عامل
ہندوؤن سے محصول طلب کرین تو بہت عجز و انکسار کے ساتھ ادا کرین نہ
اور اگر عامل اُن کے مُنھ مین تھوکنا چاہے تو چھوت کا بالکل خیال نہ کرین اور
مُنھ کھول دین تاکہ عامل تھوک دے۔۔۔۔ غرض اس تذلیل سے اور مُنھ مین
تھوکنے سے یہ ہے کہ کافر رعایا کی اطاعت ثابت ہوتی رہے اور شوکت
اسلام کہ وہی سچا مذہب ہے بڑھتی جاے اور جھوٹے مذہبون کی تحقیر ہوتی
جاے شہیان (بمجال اسکے کہ عیان را چہ بیان) یہ لکھنے کی ضرورت
نہین معلوم ہوتی کہ جو اہل کار اس طرح کی حرکتین کرتے تھے وہ مذہب اسلام

سے کے واقعی احکام سے انحراف کرتے تھے - دنیا مین کوئی مذہب ایسا نہین ہے جسے اُسکے پرجوش اور متعصب حامیون نے بدنام نکیا ہو اور مذہب اسلام بھی کم سے کم اور مذہبون کے برابر ضرور بدنام ہوا ہے - مگر جو عبارت ہمنے اوپر لکھی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کس حد تک ایک غیر معمولی روشن خیال بادشاہ کے نوکر چاکر مذہب کے حیلہ سے مذہب کے واقعی احکام کو اپنے افعال سے اس طرح بدل بدل کر قوم مفتوح پر ظلم کر سکتے اور درد پہونچا سکتے تھے -

اکبر نے یہی نہین سمجھ لیا کہ ایسے محصول کے وصول کرنے مین ایسی ایسی خرابیان ہونی لازمی ہین بلکہ اُسنے یہ بھی سمجھ لیا تھا کہ یہ محصول بطور خود بہت خراب ہے - کافر کے لفظ ہی سے اُسکو چڑھ تھی سو وہ ہمیشہ پکار پکار کر کہتا تھا کہ کون یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہم حق پر ہین - وہ سمجھتا تھا کہ اچھی باتین سب مذہبون مین ہین اسلیے وہ کسی شخص کے مذہبی عقاید پر کسی طرح کا محصول لگانا نہ چاہتا تھا چنانچہ اپنی سلطنت کے نوین برس اپنی عمر کے تیئیسوین سال مین (اور یہ بھی یاد رہے کہ تین برس قبل اسکے کہ دو نامور بھائیون یعنی فیضی اور ابوالفضل کی صحبت کا اثر اُسپر ہوا تھا)

اکبر نے خود اپنی رائے صائب سے موقوفی جزیہ کا فرمان جاری کر دیا اسکے سبب سے عقاید کے معاملہ مین خدا کے بر ترکے سب بندون کے حقوق برابر ہو گئے۔

اکبر نے ہندون کے ساتھ یہی نہین کیا کہ جو محصول اُنکے عقاید مذہبی مین خلل انداز تھے اُنکو اُٹھا دیا ہو بلکہ اُسنے یہ بھی کوشش کی کہ بغیر کسی اظہار حکومت کے وہ قیود بھی دور کر دی جائین جو رعایا کی بہبودی و خوشنودی کی سد راہ تھین۔ ستی کے معاملہ مین جو کارنمایان اُسنے کیے اُنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اسی کے ساتھ کے دوسرے مسئلہ شادی بیوگان کو بھی اُسکی حمایت سے بہت تقویت پہونچی۔ بلکہ اُسنے یہان تک کیا کہ یہ فرمان جاری کر دیا کہ بیوہ کی شادی جائز ہے۔ اسی طرح کے خیالات سے اُسنے سن بلوغ سے پہلے شادی کرنے کی ممانعت کی کہ یہ رسم ہندوؤن مین پوری طرح رواج پکڑ چکی تھی اور آج تک چلی جاتی ہے۔ حالانکہ ان ہی کے مذہب کے عقلا اصولاً اسکی مذمت کرتے آئے ہین۔ قربانی کی خاطر جانورون کی جان لینی اور جسمانی تکلیف پہونچا کر جھوٹ سچ کی جانچ کرنے کی بھی ممانعت ہو گئی۔ اسی طرح جس مذہب مین وہ پیدا ہوا تھا اسکے مقلدون کے لیے بھی

قاعدے منضبط کر دیے تھے - ان لوگون کے ساتھ اُسکا طریقہ یہ تھا کہ بجاے احکام صریحی کے زیادہ تر اپنی مثال کے دکھلانے اور ترغیب دینے اور سمجھانے سے کام نکالتا تھا۔

اکبر اعتدال سے بڑھی ہوئی نماز روزہ زکوۃ حج وزیارات مین تخفیف کرنی چاہتا تھا مگر ممانعت نہین کرتا تھا - یہ باتین لیے اپنے شوق کی تھین مگر اکبر خوب جانتا تھا کہ بیشتر صورتون مین اظہار عبادت محض ریاکاری کے پردہ کا کام دیتا ہے - اور بڑی لمبی چوڑی نمازین پڑھنے اور متقی صورت بنائے رہنے کے علاوہ اور بھی بہت سے کام ہین جنہین انسان کی زندگی عمدہ طور پر مصروف رہ سکتی ہے - ختنہ کی رسم کی ممانعت تو مسلمانون مین ہو نہین سکتی تھی - اکبر نے یہ حکم دیدیا تھا کہ جب تک لڑکا بارہ برس کا نہ ہو جائے تب تک یہ رسم ادا نہ کی جاے - ہندؤن کا دل خوش کرنے کے لیے گاوکشی کی بھی ممانعت ہو گئی تھی - بخلاف اسکے سور مارنا اور اُسکا گوشت کھانا جائز قرار دیا تھا - مسلمان لوگ کتون کو ناپاک سمجھتے تھے اور غالی مسلمان تو اب تک ایسا ہی سمجھتے ہین اکبر نے کتون کو بھی پاک قرار دیا تھا - مسلمانون مین شراب ممنوع ہے - اکبر نے اعتدال کے ساتھ پینا جائز رکھا تھا۔

اپنی سلطنت کے آخر حصہ (۱۵۹۲ع) مین داڑھی منڈانے کی
رسم کو رواج دیا اور اس سے اُسکے دربار کے متعصب لوگ بہت ناراض
ہوے۔ ہندوستان سے گرم ملک مین اُسترے کے استعمال کے
فواید ظاہر ہین اور اسکی نسبت بحث کرنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی۔ اگرچہ
اس حکم کی پابندی لازمی نہتھی تاہم اُسکی تعمیل کرنے یا نہ کرنے پر دربارشاہی مین
خاص امتیاز ہوتا تھا۔ بہت کم باتین ایسی ہونگی جن سے کٹے مسلمان اس قدر
نفرت کرتے ہون جتنی داڑھی منڈانے سے کرتے ہین۔ یہی حال اُس زمانہ
مین بھی تھا اور یہی حال اس زمانہ مین بھی ہے۔ بادشاہ نے جو خود اپنے تئین
تقلید کے واسطے نمونہ بنایا تو دل ہی دل مین لوگ بہت ناخوش ہوے اور
برا بھلا کہنے لگے۔

اکبر کی قدرتی صفات مین یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اُسکو اپنے رشتہ دارون
سے بہت اُنس تھا۔ اُسکا کوکا اُسکو اکثر دق کیا کرتا تھا۔ ایک دن بہت ہی
معمولی سی سزا دی تو یہ فرمایا کہ ”میرے اور عزیز کے بیچ مین دودھ کا ایک
دریا بہتا ہے کہ مین اُسے کسی طرح عبور نہین کرسکتا“ جو لوگ اُسکے ساتھ کسی
رشتہ سے وابستہ تھے اُن سب کے ساتھ اُسکا یہی رنگ تھا۔ سوا کے

ایسی صورت سے کہ ان لوگون مین اصلاح کی صلاحیت ہی نہ ہے یا یہ کہ دوسرون کے
خون مین اپنے ہاتھ آلودہ کر چکے ہون اکبر کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ اپنی
دریا دلی اور فیاضی سے انکو راہ راست پر لے آئے۔ اُسکو عفو کرنے بحال
کرنے اور معتمد بنا لینے مین مزہ آتا تھا۔ اور اگرچہ ان اوصاف حمیدہ کے کام مین
لانے سے اُسنے کبھی کبھی دھوکے بھی کھائے تاہم آخر کار انکا نتیجہ اچھا
ہی ہوا۔ اکبر سعادت مند بیٹا تھا محبت والا شوہر تھا اور شاید ضرورت سے
زیادہ شفیق باپ تھا۔

اُسکے بیٹے اونچے گھر مین پیدا ہونے کی خرابی مین مبتلا تھے۔ اُن
مین سے ایک شہزادہ دانیال بہت ہی ہونہار تھا مگر جو موجبات ترغیب
اُسکے چارون طرف پھیلے ہوے تھے اُس سے اُستادون نے بھی نہ روکا
نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑی ہی سی عمر مین قبر مین جا سویا۔ شہزادہ مراد کا بھی یہی حال ہوا۔
اکبر کا جانشین جہانگیر بہت سی باتون مین بالکل اپنے باپ کے برعکس تھا۔
سلطنت اکبری کے آخر زمانہ مین اُسنے ایک ایسی نظیر قایم کی جسکی تقلید برابر
مغلیہ خاندان مین ہوتی چلی آئی۔ یعنے یہ کہ اپنے باپ کے جیتے جی بادشاہ
بن بیٹھنے کی کوشش کی اور باپ کے سبب سے عزیز دوست ابوالفضل

کو عمل کرا ڈالا۔ اکبر نے جس صبر و تحمل کے ساتھ اپنے تاخلف بیٹے سے کام
لیا اس سے بڑھکر کوئی شال نہین ملیگی۔ مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی تھا کہ اکبر
کو ظلم سے نفرت تھی اور اپنا فرض ادا کرنے کو خدا کی عبادت کرنے کے برابر
سمجھتا تھا۔

اس اعتبار سے وہ چھوٹے بڑے معاملات مین کچھ فرق نہ کرتا تھا۔
وہ اسی پر قناعت نہ کرتا تھا۔ کہ یہ حکم صادر کردے کہ اس مضمون کا فرمان جاری
ہوجاے۔ وہ یہ دیکھا کرتا تھا کہ اس فرمان پر عمل کس طرح ہو رہا ہے اور اگر کام
چلتا نظر آتا تو اسمین ترقی بھی کرتا جاتا تھا اور یہ غور کیا کرتا تھا کہ مختلف قومین جو میری
رعایا ہین اُنمین سے ہر ایک پر اسکا کیا اثر ہو رہا ہے۔ اپنی مردم شناسی پر
اسکو بہت بھروسہ تھا۔ اور یہ تو سب مانتے ہین کہ اُسے قیافہ شناسی مین اچھا
دخل تھا۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ وہ ایک نظر دیکھکر آدمی کو پرکھ لیتا تھا۔
اور بدایونی نے بھی اس دعوے کی تصدیق کی ہے اگرچہ حسب عادت
کہ بے ہندوون پر طعن کیے زمانہ جاتا تھا یہ بھی لکھا ہے کہ اکبر نے باطن کا
حال معلوم کرلینا جوگیون سے سیکھا تھا۔

باوجود اسکے کہ طبیعت ایسی فیاض پائی تھی اور خیالات اسقدر روشن

تھے اکبر کا بھی دل وسوسات باطل سے خالی نہ تھا۔ وہ مبارک دونکا قائل تھا۔ بلاکمین صاحب لکھتے ہین کہ یہ عقیدہ اکبر کو پارسی مذہب کی تعلیم سے ہوا تھا کہ مذہب مذکور مین یہ بات خاص ہے۔ اکبر کے دربار والے خصوصًا وہ لوگ جو اُسکی مذہبی اختراعات سے خفیہ طور پر مخالف تھے اُسکی مسلم کامیابی کو خوبی تقدیر کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ملا بدایونی نے جابجا لکھا ہے کہ "اقبال شاہی نے حسب معمول دشمنون پر ظفر پائی" دراصل اُسکی کامیابی کی وجہ یہ تھی کہ اُسکی بڑی توجہ اس بات پر تھی کہ جو قواعد وضوابط اُسنے اور اُسکے مشیرون نے پورے طور پر غور وفکر کے بعد مرتب کیے تھے اُنکی چھوٹی چھوٹی باتون مین بھی پورے طور پر پابندی کیجاے۔

اکبر کو جنگی کھیلون خصوصًا شکار سے بہت شوق تھا۔ لیکن اپنے جانشین بیٹے کی پیدایش کے بعد سے جمعہ کے دن شکار کھیلنا ترک کر دیا تھا۔ اگر جہانگیر بادشاہ کا بیان سند مین قابل تسلیم ہے تو اکبر نے یہ منت مانی تھی کہ اگر والد جہانگیر کے یہان ولادت بخیر وخوبی ہو جاے تو یوم مبارک کو شکار کھیلنا بالکل چھوڑ دونگا اور آخر عمر تک برابر اپنے عہد پر قایم رہا۔

اس بات کی بھی بہت شہادت ملتی ہے کہ اکبر موسیقی کا شایق ہی نہین تھا

بجانا بھی تھا - پہلے خوارزمی راگون مین اسکو بہت لطف آتا تھا اور ابو الفضل نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے خود بھی دو سو گیت تصنیف کیے تھے جنمین بوڑھے جوان سب کو مزہ آتا ہے - اُسی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جہان پناہ کو علم موسیقی کی اس قدر واقفیت تھی کہ اچھے اچھے استادون کو بھی نہ ہوگی - ہر روز دربار مین خوب خوب گانا ہوتا تھا کہ بادشاہان مشرق کو ہمیشہ سے نغمہ وسرود سے خاص ذوق رہا ہے - اکبر مین ایجاد کا مادہ بھی خداداد تھا - آئین کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے ایک گاڑی ایجاد کی تھی - ایک چرخی توپون کے صاف کرنے کی بنائی تھی اور ہاتھیون کی جھولین بھی نئی وضع کی نکالی تھین - اور اپنی فوج اور توپخانہ والون کی وردی مین بہت ترقی کی تھی -

اکبر کی خوراک بالکل سادہ ہوتی تھی - اور دن مین صرف ایک دفعہ کھانا کھاتا تھا - گوشت مرغوب نہ تھا - اکثر مہینون نہ چھوتا تھا - میوہ جات بہت پسند تھے اور اُنکی زراعت کی طرف بھی توجہ رہتی تھی - ابو الفضل نے لکھا ہے کہ گیتی خداوند میوہ کو "گرامی نعمت و ایزدی نوال" تصور فرماتے تھے - اور ایران و توران سے بہت باغبان بلوا کر آگرہ اور فتحپور سیکری مین بسائے

تھے۔ "خربزہ و انگور فراوانی پذیرفت و گزیدگی یافت و ہمچنان تربز و شفتالو و بادام و پستہ و انار و جز آن پیدائی گرفت" یہ بھی لکھا ہے کہ کابل و قندھار و کشمیر و بدخشان اور سمرقند تک سے میوے آتے تھے۔ آئین میں میوہ جات کی فہرست مفصل دی ہوئی ہے اور جو ناظرین ملک ہندوستان سے واقف ہیں انکو نہ ورا کے پڑھنے میں لطف آئیگا۔ یہ لکھنا خالی از دلچسپی نہوگا کہ اُس زمانہ میں بھی ہندوستان کے شیرین میووں میں آم ہی کا نمبر اول ہے۔ اس میوہ کی تعریف میں لکھا ہے کہ "در رنگ و بو و طعم کم ہمتا۔ بر خی مشکل پسندان توران و ایران از خربزہ و انگور پایۂ او برتر نہند"

اب ہم اکبر کی عادات کا بہت مختصر ذکر کرنا چاہتے ہیں اور یہ دکھلانا منظور ہے کہ معمولی طور سے آگرہ یا فتحپور سیکری میں وہ اپنا دن کس شغل میں صرف کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ رات کو دیر کرکے سوتا تھا اور سر شام سے آخر حصہ شب تک بات چیت اور بحث مباحثوں میں بسر ہوتی تھی۔ ابو الفضل نے لکھا ہے کہ ایسے معاملات میں جہان پناہ پہر رات رہے تک مشغول رہتے تھے۔ بیچ گانے والے طلب ہوتے تھے جب تو جہان پناہ خلوت میں چلے جاتے تھے۔ وہان حمام کرکے پیشاک

بستے تھے اور تھوڑا ایک گھنٹہ بعد درباریوں کا مجرا لینے کو تشریف لاتے تھے۔ پھر دن کا کاروبار شروع ہوتا تھا۔ یہ کام اکثر دوپہر سے پہلے ہی پہلے ختم ہوجاتا تھا اور پھر خاصہ تناول فرماتے تھے۔ معمولاً ایک ہی دفعہ کھاتے تھے مگر کوئی وقت مقرر نہ تھا۔ تیسرے پہر کو آرام فرماتے تھے کبھی کبھی علی الصباح سیر وشکار کی طرف بھی توجہ ہوجاتی تھی۔ اور کبھی رات تک چوگان بازی ہوتی رہتی تھی اور یا اس کے گیندوں سے کھیلتے رہتے تھے۔ جو سب سے زیادہ گرمی کا وقت ہوتا تھا وہ محلوں میں رہنے اور آرام کرنے میں صرف ہوتا تھا۔

اکبر کو سلطنت کرتے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اُسنے اس ضرورت کو سمجھ لیا کہ راجپوتانہ کے ہندو راجاؤں کو محض ایسے تعلق سے تخت شاہی سے وابستہ کرنا چاہیے جو خالی دوستی سے زیادہ قوی ہو۔ اس بات پر غور کرنا خالی از لطف نہوگا کہ اکبر نے کس طرح راجستان کے اونچے گھرانے والوں کے دل سے تعصب نکال کر اُن کو اُن رشتوں پر راضی کرلیا جنکو اُن میں کے بہت سے لوگ دل سے بُرا سمجھتے تھے اور اپنے لیے باعث توہین جانتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اکبر کے باپ ہمایوں نے اس

کام کی راہ تھوڑی سی کھول دی تھی - کرنیل ٹاڈ صاحب نے اپنی نامور والاقدر
تصنیف* مین ہمایون کے اپنے آغاز سلطنت مین چتوڑ کی رانی کرناوتی
کا خادم بننے اور اوسکے خدمت کا وعدہ کرنیکا حال لکھا ہے - یہ خدمت
ہمایون نے بہت وفاداری کے ساتھ ادا کی - وہ رانی مذکور کو ہمیشہ پیاری
اور نیک بہن کے خطاب سے یاد کیا کرتا تھا - اُسنے راجہ بہاری مل والی
آنبیر کے دل مین بھی جگہ کر لی تھی - یہ راجہ اُسی بھگوانداس کا باپ تھا جسکا ذکر
اس کتاب مین کئی جگہ آیا ہے -

بعد مین اکبر نے اسکی بیٹی سے شادی کی - اور اس طرح آنبیر
(جے پور) کے گھرانے سے تعلق کر کے بھگوانداس اور اُسکے بھتیجے اور متبنے
بیٹے مانسنگہ کو جو اُسکے اعلے درجہ کے سپہ سالارون مین سے تھا اپنا پکا
دوست بنا لیا - ایک اور مقام پر کرنیل ٹاڈ صاحب بھگوانداس کی نسبت
لکھتے ہین کہ وہ "اکبر کا دوست تھا اور اکبر ایسے لوگون کو اپنے تخت سے
وابستہ کرنے کی قدر خوب جانتا تھا" کرنیل صاحب موصوف کو اُن سے

* تاریخ راجستان مصنفہ لفٹنٹ کرنیل جیمس ٹاڈ - طبع ثانی (مطبوعہ مدراس) کا صفحات
۲۶۲ و ۲۱۷ و ۲۴۴ و ۲۰۳ و ۲۰۲ ملاحظہ طلب

زیادہ عمدہ موقع راجگان راجپوتانہ کے دلی خیالات کے معلوم کرنے کے بہت کم لوگون کو ملے ہونگے آگے چلکر لکھتے ہین کہ " بھگوانداس کے نام پر لعنت کی جاتی ہے کہ یہی پہلا شخص تھا جس نے راجپوتون کے پاک دامن پر اسلامیون سے تعلق ازدواجی کرنے کا دھبہ لگایا" تعصب بڑی سخت چیز ہے اور جس طرح کلنک قے کرکے پھر اُسے کھا لیتا ہے اسی طرح یہ بھی عود کرآتا ہے۔

راجپوتانہ مین بھگوانداس اور اُسکے بھتیجے سے بڑھکر بلند خیال اور بڑے پایہ کا آدمی کوئی نہین ہوا۔ اکبر کا اُنکے ساتھ گہری دوستی ہوجانا اور سب باتون سے زیادہ اس مین مدد ہوا کہ راجپوت لوگ مغلون کی برتری تسلیم کرنے لگے۔ اس دوستی کو شہزادہ سلیم کی راجہ بھگوانداس کی بیٹی کے ساتھ شادی ہوجانے سے اور بھی قوت ہوگئی۔ یہ بات کہ اکبر کے انتظام کا اس جری قوم پر کیا اثر پڑا اُس مختصر بیان کے پڑھنے سے معلوم ہوگی جو کرنیل ٹاڈ صاحب نے جو راجپوتون سے بھی بڑھکر راجپوتون کے ہمدرد ہین اکبر کے حالات مین لکھا ہے۔

صاحب موصوف لکھتے ہین کہ " اکبر سلطنت مغلیہ کا اصلی بانی تھا

اور وہی پہلا شخص تھا جو کامیابی کے ساتھ راجپوتون کی خود مختاری پر غالب
آیا۔ اس مقصد کے حصول مین اُسکو اپنی خوبیون سے بہت قوی مدد ملی۔ اُس
نے اپنی ہوشیاری اور تسخیر قلوب کے کمال سے جن زنجیرون سے انکو
جکڑا انکو سنہری کر دیا۔ یہ لوگ رفتہ رفتہ اسکے عادی اور مانوس ہوتے گئے
خصوصاً ایسے وقت مین کہ جب تخت شاہی نے اپنی قومی شان دکھلانی
چاہی یا جب اس سے بھی زیادہ بڑی خواہشون کے پورا کرنیکی رغبت کی۔
بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کرنیل ٹاڈ صاحب اُس اصول کی تہ کو
نہین پہونچے جس پر اکبر کی حکمت عملی مبنی تھی یعنی یہ کہ وہ اس غرض سے نتیجہ کرتا تھا
کہ اتفاق پیدا ہو۔ اور صاحب ممدوح اُسکو بھی مثل اسکے افغان متقدمین کے
(جن کو انھون نے واقعی ٹھیک طور پر سمجھا تھا) سمجھکر اُسکی ملکگیری پر
اعتراض کرتے ہین۔ مگر کرنیل صاحب کو بھی آگے چلکر یہ لکھتے ہی بن آئی ہے
کہ وہ آخرالامر اکبر کو اسمین کامیابی ہوئی کہ جو زخم اسکے ملک گیری کی ہوس سے
لگائے تھے اُن کا اندمال کر دیا اور کروڑون آدمیون کی زبان سے وہ
تعریفین سنین جو اُسکی قوم کے اور کسی شخص کو سننی نصیب نہوئی تھین۔ یہان
ہمارا یہ لکھنا فضول ہوگا کہ اگر کروڑون آدمیون کی خوشنودی بادشاہت

مقصود اصلی ہے اور اگر اس مقصد کے حصول کے واسطے ملک بھر کی
سے اتفاق کا پیدا کرنا ضروری ہے تو جو ذرایع اس مقصد کے حصول مین
کام مین لائے جائین وہ سب بجا ہین۔ اکبر نے راجپوتانہ مین فتوحات اس
غرض سے نہین کی تھین کہ اُسے راجپوتانہ مین فرمانروائی کرنی مقصود تھی۔
اسکی غرض ان فتوحات سے یہ تھی کہ سب راجپوت راجا اپنے اپنے راج مین
اُس امن وامان کا لطف اُٹھائین جو اُسکی برتری سے جو کسی طرح ظالمانہ نہین
معلوم ہوتی تھی سارے ملک کو حاصل ہو گیا تھا۔

اُدے سنگھ راجہ جودھپور اُس زمانے کے راجپوت راجاؤن مین بہت
سربرآوردہ تھا۔ اکبر نے شہزادہ سلیم کی شادی اُسکی بیٹی سے ٹھہرائی۔ یہ رانی
اُس شہزادہ کی مان تھی جو جہانگیر کے بعد شاہجہان کے لقب سے بادشاہ ہوا
اسکی وجہ سے راجپوتون کی نسل کو وہ عزت حاصل ہوئی جو اب تک ہندوستان
مین کسی کو نصیب نہ ہوئی تھی۔ اسی شادی کی بابت کہ جسکے نتیجے ایسے مبارک
ہوے کرنیل ٹاڈ صاحب نے لکھا ہے کہ اکبر نے رشوت دیکر یہ شادی ٹھہرائی
تھی اور چار صوبے جاگیر مین عطا کیے تھے جس سے مارواڑ یعنے جودھپور
کا علاقہ دوچند ہو گیا تھا۔ صاحب موصوف آگے چلکر لکھتے ہین کہ "امرا دربار دلی

کی نظیروں سے اور لالچ میں نہ آنے کی طاقت کے کم ہوجانے سے راجستان
کے چھوٹے چھوٹے سردار جنکے ساتھ بہت سے بہادر وابستہ تھے
تخت دہلی کے نائب بن گئے اور اس تبدیلی سے اکثر سرداروں کی توقیر
بڑھ بھی گئی" واقعی مغل مورخ نے سچ لکھا ہے کہ "یہی لوگ تخت دہلی کے
ستون بھی تھے اور ان ہی سے اسکی زیبائش بھی تھی۔

راجپوتانہ کے راجاؤں کے ساتھ جو اکبر کی حکمت عملی رہی اُسکے
مناسب حال ہونے کی کیفیت اس مصنف کی تحریرات سے بہترین طور
پر ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس مصنف کی تمامتر ہمدردی راجپوتوں کے
ساتھ تھی۔

شاہی شادیوں کے تذکرہ کے ذیل میں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا
کہ اکبر کی بہت سی بیبیاں تھیں مگر صرف آٹھ کا حال مستند طور پر معلوم ہوتا ہے
پہلی بی بی اُسکی چچازاد بہن یعنے ہندال مرزا کی بیٹی تھی۔ اس سے کوئی
اولاد نہیں ہوئی۔ یہ اُسکے بعد تک زندہ رہی اور چوراسی برس کی ہوکر مری
دوسری بی بی بھی رشتہ کی بہن تھی یعنی بابر کی نواسی اور مرزا نورالدین محمد
کی بیٹی تھی۔ یہ بیگم شاعرہ تھی اور مخفی سرکچھ فرضی تخلص سے شعر کہتی تھی

تیسری بی بی راجہ بہاری مل کی تھی راجہ بھگوانداس کی بہن تھی - ۹۶۹؁ء
مین شادی ہوئی تھی - چوتھی بی بی حسن مین شہرۂ آفاق تھی - پہلے اسکی شادی
عبدالواسع سے ہوئی تھی - پانچوین بی بی جہانگیر کی مان جودھپور کی رانی جودھ
بائی تھی - ولیعہد کی مان ہونے کے باعث حرم مین اسکی عزت سب سے زیادہ
تھی چھٹی ساتوین اور آٹھوین بی بیان مسلمان تھین -

مالی قانون کے متعلق اکبر کو طریقہ وصول مالگزاری کی جانب بہت
توجہ تھی - جب وہ بادشاہ ہوا ہے تو وہی دستور رائج تھا جو اُسکے باپ کو
شکست دیکر نکالنے والے شیرشاہ نے جاری کیا تھا - اس دستور کی بنا ع
ان اصولون پر تھی - اولاً - اراضی کی پیمایش ٹھیک کیجاے - ثانیاً -
ہر قطعہ زمین کی اوسط پیداوار فی بیگہ* دریافت کیجاے - ثالثاً - جو حصہ رسدی
سرکار کو ادا ہو اُسکا بندوبست کیا جاے - رابعاً - جنس مین جو حصہ رسدی
سرکار کا قرار پاے اُسکی قیمت بحساب نقد تجویز کردی جاے - اکبر نے
اس دستور مین مزاحمت کرنی مناسب نہ سمجھی بلکہ اسی کو ترقی دینا پسند کیا

* ممالک مغربی و شمالی مین بیگہ قریب قریب ⅝ ایکڑ کے برابر ہوتا ہے اور بنگال مین ایک
ایکڑ کے ⅓ حصہ سے کچھ کم ہی رہتا ہے

چنانچہ اُسنے مختلف طریقون کو جواب تک مستعمل تھے موقوف کر کے سب جاہ ایک ہی طریقہ کر دیا۔

آئین اکبری مین لکھا ہے کہ اس قابل ستایش آئین سے عاملان مالگزاری کے دل سے بھی شبہہ کا غبار جاتا رہا اور رعایا بھی طرح طرح کے مظلمون سے محفوظ ہوگئی اور آمدنی بھی فراوان ہوگئی اور سلطنت بھی سرسبز ہوتی گئی اکبر نے آلات پیمایش بھی پہلے کی بہ نسبت عمدہ بنوالئے اور اُنکے ذریعہ سے پیمایش کراکر اپنی سلطنت کی قابل زراعت زمین کا بندوبست نئے سرے سے کیا۔ آئین مین یہ بھی لکھا ہے کہ گیتی خداوند بیگہ پیچھے دس سیر غلہ حق شاہی لیا کرتے تھے۔ آگے چلکر یہ حق بھی نقد ادا ہونے لگا تھا۔ ہر ضلع مین ذخیرے بنے ہوے تھے کہ سرکاری جانورون کے واسطے خوراک وہان جمع ہو کاشتکارون کو بیار دیا جاسے اور اگر قحط پڑے تو رسد موجود رہے اور غربا کو کھانے کو دیا جاسے۔ ان ذخیرون پر خاص طور پر اعتماد کے قابل لوگ متعین ہوتے تھے۔

آغاز سلطنت مین زمین باعتبار زرخیزی تین درجون مین منقسم تھی اور ہر قسم کا ایک ایک بیگہ لیکر تین بیگہ کی اوسط پیداوار پر جمع تشخیص ہوتی تھی

لیکن اگر کاشتکار اس اوسط پر راضی نہ ہو تو اُسکو اختیار تھا کہ اپنی ہی فصل کی قیمت کا تخمینہ کرا لے۔ اسی طرح اس غرض سے کہ باعتبار قسم زمین تعداد مالگزاری کا تناسب یکسان رہے اور سیلاب وغیرہ سے جو نقصان ہو اسکی تلافی ہو جاوے زمین کی پانچ قسمین قرار دی گئی تھین۔ مختلف قسم کی اراضی کی شناخت کے لیے اَور قواعد منضبط ہوے تھے اور ان سب قاعدون مین یہ بات ملحوظ رکھی گئی تھی کہ ایسے طریقہ سے کام لیا جاوے جو رعایا اور سرکار دونون کے حق مین قرین انصاف ہو۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے جب سلطنت اچھی طرح جم گئی تو اس سے بھی بہتر طریقہ مالگزاری سرکاری کے مقرر کرنے کا جاری کیا گیا۔ اور اس کام کے واسطے پیمایش سے پہلے انیس برس کے نرخنامے قانون گو کے مقدمون سے طلب ہوے۔ انکا اوسط نکال کر پیداوار کی قیمت بحساب شرح مروجہ نکالی گئی۔ پہلے پہلے تو بندوبست سالانہ رہا مگر جب ہر سال ہی شرح لگانے مین دقت معلوم ہوئی تو پچھلے دس سال کے اوسط کے حساب سے دہ سالہ بندوبست کر دیا گیا۔

اس قانون زراعت کی تکمیل کی غرض سے اکبر نے بغرض مالگزاری

کے واسطے ملک کی ایک نئی تقسیم کی - یعنی یہ کہ جسقدر زمین کا محصول ایک کرور دام یعنے پچیس ہزار روپیہ قرار پایا اُسکو علیحدہ ایک حصہ قرار دیا ایسے ہر حصہ کا عامل کروری کے لقب سے ملقب ہوا جب کروری کے پاس دو لاکھ دام* جمع ہو جاتیں تو خزانہ دار اعظم کے پاس صدر میں بھیجدے مگر کچھ عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس تقسیم سے جو محض حسابی اصول کی بنیاد پر کی گئی تھی گڑبڑ زیادہ ہوگئی اور پرانے طریقون مین ہرج پڑنے لگا کہ یہ پرانے طریقے ہندوون کو بہت زیادہ عزیز تھے - چنانچہ کچھ عرصہ کی آزمایش کے بعد یہ مصنوعی تقسیم چھوڑ کر یہان والون کے پرانے طریقہ کے مطابق زمین کی تقسیم باعتبار ملک کی قدرتی حالت کے موضع وار کردی گئی -

اکبر مالگزاری کا اجارہ دیدینے کا سخت مخالف تھا کہ اس طریقہ سے ظلم بہت ہوتا تھا - عاملون کو تاکید تھی کہ جہان تک ممکن ہو بجاے اسکے کہ گانون کے مکھیا کے واسطہ رکھین براہ راست کاشتکارون سے معاملہ کرین - یہ تجدید اگرچہ بڑی اچھی نیت سے کی گئی تھی مگر افسوس ہمیشہ کو

---

* دو لاکھ دام کے پانچہزار روپیہ ہوے - دام تانبے کا ایک سکہ ہوتا تھا روپیہ کے چالیسویں حصہ کے برابر تھا - دمڑی جو آج تک حساب لگانے مین مروج ہے دام کے آٹھوین حصہ کو کہتے تھے -

چلنے والی نہ تھی۔ ہندوستان مین رسم و رواج کا بڑا زور ہے۔ اور رسم و رواج کے مطابق کانون کے کچھ کا زور ماننا ہی پڑتا تھا۔ اور آخر کار یہ بات لازمی ہو گئی تھی کہ اور کچھ نہ ہو تو کم سے کم ان لوگون کی شرکت مین کام کیا جاے۔

بادشاہ نے جب اپنی توجہ معافی دارون کی حالت کی طرف مبذول فرمائی تو معلوم ہوا کہ علاوہ اسکے کہ فرمانروایان سابق نے نااہل لوگونکو معافیان دے رکھی ہین یہ بات بھی ہے کہ خود اسکے ناظم رشوتین لیکر طرح طرح کی بدعتون کے مرتکب ہوے ہین۔ فیضی کے دربار مین داخل ہونے اور دور پکڑنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد بادشاہ کی آنکھین کھل گئین اور سب بدعتون کا حال معلوم ہو گیا۔ اسکو یہ دیکھکر بہت عبرت ہوئی کہ ان زیادتیون کے کرنے والے وہی لوگ تھے جو بہت تقدس کی لیتے تھے۔ چنانچہ اسکے بعد ہی یہ لوگ خوبصورتی کے ساتھ مکہ کو جلا وطن کر دیے گئے اور اس محکمہ مین تحقیقات ہونے لگی۔ چار فرقے ایسے سمجھے جاتے تھے کہ بادشاہ پر واجب ہے کہ انکی سرکاری طور پر اعانت کرے۔ پہلے فرقہ مین تو وہ لوگ تھے جو تحصیل علم کی طرف راغب تھے اور خود اتنی دستگاہ نہ رکھتے تھے۔ یہ مناسب

اس سے نیچے بن پڑتی تھی سب کی سب لے لیا تھا - اس لحاظ سے کیا
انصاف اور کیا حقوق سرکار اور حقوق رعایا کی نگہداشت سب باتین
اسکی مقتضی تھین کہ تحقیقات مناسب کے بموجب اراضی فاضل نکلے وہ
ضبطی مین آجاے - علاوہ برین بادشاہ کو یہ حال بھی کھلا کہ علمانے (جو
انجیل کے پھیلانے والے جاسلیفون کے اندانکے لوگ تھے) جن
سے اسکو قلبی نفرت تھی اسکے زمانہ نابالغی مین اور قبل اسکے کہ وہ فیضی کی
ترغیب سے تحقیقات کی طرف متوجہ ہو طرح طرح سے اپنا فائدہ نکالا تھا
چنانچہ اسنے انکے حقوق کی تحقیقات کماحقہ کی - اور جب یہ حقوق ناقص
پاے گئے یا بادشاہ کو یہ باور کرنے کی وجہ ملگئی کہ یہ حقوق بے ایمانی سے
حاصل کیے گئے ہین تو اسنے معافیان ضبط کر کے معافیداران ساقط
الملکیت کو صوبہ سندھ کے مقام بھکر اور صوبہ بنگال کو جلا وطن کر دیا کہ ان
مقامات کی آب وہوا اُس زمانہ مین بہت خراب سمجھی جاتی تھی - اسی اصلاح
کے زمانہ مین بادشاہ نے صدر کے اختیارات مین بھی بہت کمی کر دی
اور جو اختیارات ان لوگون کو حاصل تھے انکا بیشتر حصہ خود بدولت کے
نفس نفیس سے وابستہ ہو گیا -

جو اصلاحین اکبر نے اپنی سلطنت کے ملکی انتظام کی ایجاد کی تھین انکے
عام رجحان اور نتائج کی نسبت ایک نامی مصنف* نے اپنی رائے یہ لکھی ہے
کہ اگرچہ ان سے رعایاے وقت کی بہبود مین بہت افزایش ہوئی تاہم اُن
اصلاحون مین رفتہ رفتہ ترقی کرتے جانے کے اصول بالکل نہ تھے۔ اور انکے
ذریعہ سے کسانون کے واسطے وہ راستے نہ کھلے تھے جن سے انکو کچھ
امید ہوتی کہ انکے پھیلانے سے ہمارا فائدہ ہوگا یا یہ کہ ہم ذاتی محنت کے
ذریعہ سے ترقی کر سکینگے۔ مین بکمال عجز و انکسار اس رائے سے اختلاف
کرتا ہون۔ یہ بات مسلم ہے کہ اکبر نے رعایاے وقت کی خوشحالی کو بہت ترقی
دی۔ اگر وہ ان طریقون پر چلتا جو الفنسٹن صاحب بتاتے ہین تو ضرور اُس
اصول کے خلاف پڑتا جو اس زمانہ کی ہندو سوسایٹی کی جان تھا۔ اکبر نے
ایک دفعہ بڑی خطرناک غلطی کی تھی کہ بجاے لگانون کے کھیا لوگون کے
براہ راست کاشتکارون سے واسطہ کرنا چاہا تھا۔ بارے خیر ہوئی
کہ تھوڑے ہی عرصہ مین وہ یہ سیکھ گیا کہ چونکہ رسم و رواج کو قانون کی قوت
حاصل ہوگئی ہے اسلیے اسمین بہت سوچ بچار کر مداخلت کرنی چاہیے۔ اور

* آنریبل ماونٹ اسٹوارٹ الفنسٹن صاحب مصنف ہسٹری آف انڈیا۔

اپنے حکم کو منسوخ کر دیا۔

معاملات مالگزاری و خراج و امور مالی مین راجہ ٹوڈرمل جسکا ذکر پچھلے باب مین آچکا ہے اکبر کا مشیر خاص تھا - یہ راجہ بڑی قابلیت اور آزمودہ دیانت کا آدمی تھا - باوجود ایک مسلمان بادشاہ کی سرکار مین ملازم ہونے کے ٹوڈرمل بڑا سچا ہندو تھا اور اپنے مذہبی رسوم پورے اعتقاد کے ساتھ ادا کرتا تھا - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اکبر کے ہمرکاب پنجاب جاتا تھا - کوچ کی عجلت مین ٹھاکرون کا آسن پیچھے بھول آیا - چونکہ بغیر پوجا کے کوئی کام نہ کرتا تھا کئی دن برابر بے دانہ پانی فاقون پر فاقے کرتا رہا اور آخر کو بڑی مشکل سے بادشاہ نے سمجھا بجھا کر فاقہ توڑا۔

فوج مین بڑی طاقت رسالہ کی تھی - میدان جنگ مین ہاتھیون کی قطارین بھی بڑی شان و شوکت دکھاتی تھین - عموماً ہاتھیون کے ہونے سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ بادشاہ بھی موجود ہے یا یون سمجھیے کہ عوام کا خیال یہ تھا کہ بغیر ہاتھیون کے بادشاہ کی موجودگی ناممکن ہے - پچھلے باب مین ہم ذکر کر چکے ہین کہ کس طرح پر بادشاہ کے غنیم سے حسن اتفاق سے اسی غلط العام کے دھوکے مین ایک خطرناک غلطی سرزد ہوئی تھی

سلسلہ کوہ وندھیاچل کے شمال کے ملک کو اکبر نے بارہ صوبون
مین تقسیم کیا تھا۔ اُن مین سے ہر صوبہ مین ایک نائب السلطنت رہتا تھا جو
صرف بادشاہ کا ماتحت ہوتا تھا۔ جب تک وہ بداعمالی نہ کرتا تھا اپنے عہدہ پر
برقرار رہتا تھا اور ہر کام مین اپنے مالک کی ہدایتون کے بموجب عمل کرنا اُسپر
فرض ہوتا تھا۔ اسکی ماتحتی مین مقامی جنگی افسر ہوتے تھے جو فوجدار
کہلاتے تھے۔ یہ لوگ پولیس کے بھی افسرِ اعلےٰ ہوتے تھے اور جنگی فوج
کے بھی۔ ان کے کام یہ تھے کہ اپنے اپنے ضلعون مین امن قائم رکھین۔ اپنے
اضلاع کے فوجی کارخانون کی نگرانی کرین۔ جو فوج وہان تعینات ہو اُسپر کمان کرین
اور عام طور سے ہنگامون کو فرو کرین۔

اکبر کے مقرر کیے ہوئے افسر بھی مقدمات اُن ہی اُصولون کے
مطابق فیصل کرتے تھے جو اسکے افغان متقدمین کے وقت سے چلے
آتے تھے۔ قانون کا دارومدار قرآن پر تھا۔ مگر تفسیرون سے اکثر سخت تعزیرون
مین ترمیم ہوجاتی تھی۔ علاوہ اسکے جہان جہان قانون مین زیادہ سختی معلوم
ہوتی تھی انکمین بادشاہ یا مشیرانِ شاہی کی تحریری ہدایات کے مطابق ترمیم
کردی گئی تھی۔ ان ہدایات کا لبِ لباب یہ تھا کہ عدل کے ساتھ رحم بھی محفوظ

رکھا جاے تھے۔ اعلے عہدہ دارون کو تاکید تھی کہ سزاے موت بہت کم دیا کرین۔ گجرات کے حاکم کو کہ وہ صوبہ بہت دور دراز تھا فرمان جاری ہوا تھا کہ جب تک خود بدولت تمھاری کارروائی کو ملاحظہ فرما کر منظوری دین تم کسی کو سزاے موت نہ دو۔

سلسلہ وندھیاچل کے جنوب نے یعنے ملک دکن مین اولاً شاہی عملداری تین صوبون مین تقسیم ہوئی۔ بعدہ جب اور ممالک و اضلاع عملداری شاہی مین شامل ہو گئے تو چھ صوبے کر دیے گئے۔ اکبر کے مرنے کے بعد ان صوبون کا حاکم ایک صوبہ دار کر دیا گیا کہ وہی صوبہ دار بعد مین نظام کہلانے لگا۔ اُسکے ساتھ اسکا ایک ماتحت دیوان بھی رہتا تھا جو امور مالی و انتظامی کا نگران رہتا تھا۔

اکبر بڑی شان و شوکت کا بادشاہ تھا۔ اُسکی عادتون مین سادگی ضرور تھی۔ تاہم وہ خوب سمجھتا تھا (جیسا کہ اسکے بعد برٹش گورنمنٹ کے سب سے بڑے وایسرائے نے سمجھا) کہ مشرقی لوگون پر حکومت کرنے کے لیے نمایش کی بہت ضرورت ہے۔ اس غرض سے کہ آئین اس طرف خواہ مخواہ اُٹھ جائین یہ ضروری ہے کہ طاقت کی شوکت بھی دکھائی جائے

اور جو مختار سلطنت ہو اور جسکے اشارہ پر سلطنت کا کاروبار چلتا ہو اُسکے ساتھ
حشم خدم بھی ہو اور وہ اُنکی آنکھون مین نمونہ قدرت آلہی نظر آئے - یہ محض خیالی
بات نہین ہے - آج تک جو القاب آداب ہندوستانی لوگ استعمال
کرتے ہین اُن سے اُنکے اس طرح کے خیالات کی تصدیق ہوتی ہے -
اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص برسر سلطنت ہو اور سب سے بڑی قوت والا
ہو اُسے خدا کی جگہ سمجھنا چاہیے - اسی کی خوشی پر وہ اپنے آرام و تکلیف
اور بہبودی و بربادی کا دارمدار سمجھتے ہین - خاص خاص تقریبات کے دنون
مین ان لوگون کا یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ طاقت والا آثار شاہی
دکھلائے گا اور جو جاہ و جلال اُسکی ریاست کو شایان ہے وہ ظاہر ہوگا
اکبر ان باتون کو خوب سمجھتا تھا اور ان ہی کے موجب کام کرتا تھا -

کچھ مصنف آئین ہی نے ہمکو ان جشنون اور جلوسون کی شان و شوکت
کی تصویرین نہین دکھلائی ہین - ہندوستانی مورخون نے بھی لکھا ہے کہ
اکبر کے پاس پانچہزار ہاتھی تھے - بارہ ہزار سواری کے گھوڑے تھے
سامان سفر مین بڑے بڑے نفیس نفیس خیمے تھے کہ ان مین دربار عام
کے واسطے شامیانے دیوانخانے کے واسطے کمرے کھیل کود کے واسطے

بنے بنے راستے آرام کے واسطے خلوت نانے بنے ہوئے تھے اور
سب نفیس نفیس بیش قیمت رنگ برنگ کے کپڑون سے طیار کیے گیے
تھے - ان لوگون نے لکھا ہے کہ خاص جشن کے دن بادشاہ بیش قیمت
خیمہ مین اپنے تخت پر جلوس فرماتا تھا - سراپردے اُٹھا دیے جاتے
تھے - بیچ مین کم سے کم دو ایکڑ زمین پر قالین کا فرش ہوتا تھا اور سردار
حاضر ہو کر نذرین پیش کرتے تھے - سردارون کے بھی خیمے بڑے
نفیس اور صرف بادشاہ کے خیمون سے کم درجہ کے ہوتے تھے - پھر
بادشاہ رعایا کے سامنے مختلف چیزون مین تلتا تھا اور وہ محتاجون کو تقسیم
کر دی جاتی تھین - ہر سالگرہ پر عمر کے برسون کے شمار کے مطابق بھیڑ بکریان
اور مرغیان پالنے والون کو دیجاتی تھین - چھوٹے چھوٹے جانور بہت سے
آزاد کیے جاتے تھے - بادشاہ اپنے درباریون کو اپنے ہاتھ سے بادام اور
اور اسی طرح کے میوہ جات تقسیم کرتا تھا -

جس دن کسی تیوہار کے جشن کا دن ہوتا تھا اکبر ہیرون مین جگمگاتا
ہوا تخت پر آکر بیٹھتا تھا - خاص خاص سردار لباس فاخرہ زیب تن کیے
ہوئے چارون طرف استادہ ہوتے تھے - جلوس سامنے سے گزرتا تھا -

ہاتھیون کے سینہ اور مستک پر یاقوت وجواہرات چمکتے تھے۔ گھوڑے نفیس ساز وسامان سے مرصع ہوتے تھے۔ گینڈے۔ شیر ببر۔ ہندوستانی شیر۔ تیندوے۔ شکاری چیتے۔ تازی کتے۔ باز۔ سب نکلتے تھے۔ اور سب کے پیچھے رسالہ کی فوج ہوتی تھی اور سوار بڑی عمدہ عمدہ وردیان پہنے ہوتے تھے۔ نانیس صاحب ور وصاحب دیگر صاحب اسی طرح کے جلوس اکبر کے جانشین بیٹے کے وقت مین اپنی آنکھون سے دیکھ گئے تھے۔ چنانچہ سیاحان موصوف نے ان جلوسون کی عظمت و شوکت کی گواہی اپنی تحریرون مین دی ہے۔

یہ جلوس خاص خاص جشن کے دنون مین نکلتے تھے۔ معمولاً اکبر بہت سادہ مزاج تھا۔ بناوٹ چھو نہ گئی تھی۔ بڑا سیدھا سادھا آدمی تھا۔ ہمیشہ تحقیق حق مین کوشان رہتا تھا کہ اسکا ثبوت اُسکے کیے ہوے کام سے برابر ملتا ہے۔ وہ کام یہ تھا کہ اس سلطنت کے منتشر اجزا کو جمع کرے جو چار صدیون مین مسلمان فاتحون نے جا بجا فتح کر لی تھی مگر ابتک یکجا نہوئی تھی اور پوری طرح تسلط مین نہ آنے پائی تھی۔ ان چار صدیون مین افغان فاتحون نے قرآن کے احکامون کو تعصب کا

انکھون سے پڑھو لیسے غلط تھی اس مین بہنائے تھے کہ ہندو رعایا کو لوٹنا اور تباہ کرنا بھی جائز ہوگیا تھا - اکبر کے قریب کے متقدمین مین سلطان فیروز شاہ سب سے زیادہ روشن خیال بادشاہ تھا - اسکی نسبت ایک انگریز مصنف نے لکھا ہے کہ اسکا مزاج رحیم تھا اور طبیعت مین فیاضی تھی یہ بادشاہ خود لکھتا ہے کہ اُسنے کس طرح ان لوگون کو ایذائین پہونچائین جنھون نے مذہب اسلام قبول نہین کیا - جب اکبر تخت نشین ہوا تو یہ اختلاف اعتقاد کے باعث ایذا رسانی کرنے کا بازار بہت گرم تھا - اور اکبر نے خود ہی اسکو ٹھنڈا کر دیا -

اکبر کو بڑا خیال اس بات کا تھا کہ سارا ہندوستان ایک ہی سلطنت کے تابع ہوجائے - یہ بات شروع ہی مین اُسکی سمجھ مین آگئی تھی کہ سب کے عقاید کا ایک کردینا بالکل ناممکنات سے ہے - اسلیے لازمی ہوا کہ اغراض ایک کردیے جائین - اور اس یکجہتی کے لیے ضروری تھا کہ اول تو ملک فتح کیا جائے دوسرے سب کے عقاید اور طریق عبادت الٰہی کا پورا پورا ادب کیا جائے - اس منصوبے کے پورا کرنے مین اکبر نے مسلمانی طریقون کی اصلاح کرکے کام لیا - بجائے اُس کلمہ

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے کہ جبکے منوانے کے لیے جنگ ہوتی ہوئین
کے طریقے ایجاد ہوے تھے اکبر نے لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ فی الارض کا
حکم جاری کیا۔ اکبر کی دلیل یہ تھی کہ رسول مقبول بت پرستان کی وحدانیت
کی تلقین کرنے آئے تھے۔ اور ان لوگوں کے واسطے خوشخبری لائے
تھے۔ مگر جو آیتین رسول موعود نے جاری فرمائی تھیں اور قرآن مین محفوظ
ہوئین ان میں یہ معنی پہنا لیے گئے ہین کہ خدا کی وحدانیت کی اشاعت بزور
شمشیر کرنی چاہیے۔

اکبر کا خیال تھا کہ اسی غلط معنی سمجھ لینے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلام کو
ہندوستان مین ناکامی ہی ہوتی گئی۔ اس ناکامی کی شہادتین چار صدیوں
سے اوپر ہی اوپر کی موجود تھیں۔ اکبر نے اکیسوین ہی سال مین قدم رکھا
تھا کہ یہ بات اسکی سمجھ مین آگئی کہ ان اصولون پر سلطنت کی گئی تو لامحالہ اسکو
زوال ہوگا۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہین اور پھر لکھتے ہین کہ اکبر کا منشا یہ تھا
کہ اتفاق پیدا کرکے یکجہتی قایم کرے سب کو ایک کردے اور ایسا طریقہ
ایجاد کرے کہ اسکی ساری رعایا ایک دوسرے سے وابستہ ہوجاے
اس طریقہ کا اصول اسنے مذہب اسلام کی اس ترمیم کو قرار دیا جسکا ذکر

اور پڑھا لکھا ہے۔ رسول عربی کی کتابون مین غلط معنی لگانے اور اُن کو بیجا طور پر کام مین لانے سے نا اتفاقی پھیلتی تھی۔ چنانچہ اُسنے کہا کہ اپنے زمانہ سلطنت مین مین خود رسول کا کام کرونگا۔ اور قادر مطلق کے فیاض اور رحیم احکام کے معانی کا شارح بنونگا۔

وہ کہتا تھا کہ جب تک مین اس مذہب عالی کا مفسر ہون اس مذہب کو بزور شمشیر نہ پھیلنے دونگا۔ بخلاف اسکے مین یہ کرونگا کہ اس مذہب کا شفا بخش اثر سارے ہندوستان مین پھیلاؤن گا۔ اور پچھلے زمانہ کی ایذا رسانی کی یاد لوگون کے دلون سے مٹاؤن گا۔ آزادی عقاید کی منادی کرون گا اور بے تعصبی سے کام لون گا۔ اور جب یہ تغیر عام طور پر سمجھ مین آجاے گا تو ہندوستان کے راجاؤن اور رعایا سے درخواست کرون گا کہ تم سب اپنا ایک ایسا سردار مان لو جو تمھاری حفاظت کرے اور تمکو ایذا نہ ہونچاے۔ اور ان ہی سے یہ بھی درخواست کرونگا کہ جو اصلاح مین کر رہا ہون اس مین مجھے مدد دو کہ مین یہ کام اپنے ذاتی نفع کے واسطے نہین کرتا ہون بلکہ اُن کروڑون بندگان خدا کی فلاح منظور نظر ہے جو چار صدیون سے مختلف حملون اور خانہ جنگیون سے پریشان ہو رہے ہین

اور ایذا میں پاتے رہے ہیں۔

اکبر نے یہ درخواست کچھ بے سمجھ اور ضدی آدمیوں سے نہیں کی تھی۔ سوائے ایک والی چتوڑ (رانا) اودے پور حال کے اور سب راجپوت راجا اور ہندوستان کے بہت بڑے حصہ کی رعایا نے اُسکے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ جو لوگ ان میں سب سے زیادہ طاقت والے تھے یعنے والی جے پور جودھپور وہ اُسے معتمد ہند وفوجی افسروں اور سپاہیوں سے مدد دیتے تھے۔ اکبر کی مخالفت زیادہ تر اُسی کے دربار کے متعصب لوگوں اور نیز ان افغان حملہ آوروں کی نسل والوں نے کی جو بنگال اڑیسہ و مغربی ہندوستان میں آباد ہو گئے تھے۔ اپنے فیض رسان طریقے کی تکمیل کے لیے اکبر کو ضروری ہوا کہ اُن کو بھی مطیع کرلے۔ چنانچہ پہلے تو اُسنے ان لوگوں کو بھی ترغیب دی کہ اُسکی برتری تسلیم کرلیں اور انھوں نے ایسا کیا بھی مگر موقع کے منتظر رہے اور جب موقع ملا باغی ہو گئے۔ اس حالت میں سوائے ملک گیری کے اور کیا چارہ تھا۔ چنانچہ اکبر نے ملک لے لیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ سبھی برابری حقوق اور یکسان عدل گستری سے ملک آباد اور رعایا خوشحال ہو گئی۔

غرضیکہ اکبر پہلا مسلمان فاتح تھا جسنے ممالک مفتوحہ کو اپنی فتوحات
کی حدتک (کیونکہ ایک حصہ جنوبی ہندوستان کا ہنوز تسخیر نہوا تھا)
نکہ اُنکے ایک سلطنت کردی - اس اعتبار سے وہ ضرور اسکا مستحق
ہے کہ اسکے بعد جو لوگ ہون وہ اسکی قدر کرین - ہم نے چونکہ اُسکے
کلام کو بغور دیکھا ہے اور اُسکے دلی خیالات پر عبور حاصل کیا ہے اسلیے ہم اُسکی
نیت کی پاکی اور خلوص کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہین - جیسا کہ اسکے دربار کے
متعصب لوگون نے مشہور کیا ہے اکبر اسکا آرزومند نہ تھا کہ لوگ اسکی
عبادت کرین اور اُسکو اپنا خدا سمجھین نہین - وہ صرف رسول عربی کے
مذہب کا شارح ہونے کا دعویدار تھا اور اسکا مقصود یہ تھا کہ اسکے حقایق
اعلے و فیاضی و بے تعصبی و عدل کے بلا لحاظ عقاید اشاعت کرے -
اُسکا قانون سب فرمانرواؤن کے قانون سے بڑا تھا اور فی الواقع ایک
بانی سلطنت کا قانون تھا -

اُسکا مقولہ تھا کہ "اچھی باتین سب مذہبون مین ہین جو اچھی ہون
اُنھین لے لو اور باقی کو چھوڑ دو" ہندوون کے رحیم اور فیاض طریقہ
مین جو رشتہ دارون کی حفاظت کی تاکید تھی بلحاظ اپنے مذہب میں خواہ عیسائی

داخل کرلینے کا دستور نہ تھا۔ اُن کو اکبر اسی اصول پر مبنی سمجھتا تھا یہی اصول اُسکو زرتشت کے سیدھے سادے مذہب مین ملتا تھا یہی اصول عیسوی مذہب مین تھا۔ غرض اچھی باتین سب مذہبون مین تھین اسی طرح اکبر یہ بھی سمجھتا تھا کہ سب آدمیون مین کچھ نہ کچھ اچھائی ضروری ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ درگزر بہت کرتا تھا اور جب تک اصلاح کی امید پاتا تھا سزا نہ دیتا تھا اور عفو کا بہت شائق تھا۔ اُسکے طریقہ کی جان یہ نصیحت تھی کہ وہ کہا کرتا تھا "جا تو اب پھر قصور نہ کرنا"

یہ حالات تھے اس شہنشاہ اکبر کے جو مغلیہ سلطنت کا بانی مبانی ہوا۔ یہ اصول تھے جن کی بدولت اُسنے اس سلطنت کی بنیاد قائم کی یہی اصول تھے کہ اگر انکی پابندی ہوتی رہتی تو اس سلطنت کو بقا رہتی یہی اصول تھے کہ جنکے اختیار کرلینے سے اکبر کے مغربی جانشین آج تک اس سلطنت کو سنبھالے ہوئے ہین۔

اس کتاب کے مضمون مین ہمنے اکبر کے حالات اور اسکے کارنامون کا تذکرہ اس طرح لکھے ہین کہ گویا ہم آج کے بادشاہون سے اُسکا مقابلہ کر رہے ہین۔ اگرچہ اب پورا تین صدیون کا فرق پڑ گیا ہے تاہم

اکبر مقابلہ مین ہیٹا نہ رہے گا - اسمین شک نہین کہ اسکے یورپ والے
معاصرین اپنے اپنے ملک مین بہت بڑے بڑے بادشاہ تھے اور
جب وہ ہندوستان مین سلطنت جما رہا تھا اُس وقت ملکہ ایلزبتھ
انگلستان مین اور ہنری چہارم فرانس مین فرمانروائی کر رہے تھے
تاہم اکبر کو ان سے بھی مقابلہ کرنے مین ڈرنے کی کوئی وجہ نہین ہے
اکبر نے جو کار ہائے نمایان کیے ہین اُنکے باعث اُسکا نام
اسکے بعد بھی آسمان شہرت کا آفتاب بنکر چمکے گا - کوئی شخص یہ نہین
کہہ سکتا کہ اسکا جانشین جہانگیر ہمایون کی تقلید کرکے ان متفرق ممالک کو
ایک کر سکتا جو اُسکو وراثت مین ملتے یا جنکو وہ فتح کرتا - اُس کے
خواہش پرست اور متعصب مزاج سے یہ کام اور بھی ناممکن ہو جاتا - مگر
اکبر نے جو بنیادین رکھو دی تھین وہ ایسی گہری تھین کہ اُسکا بیٹا باوجودیکہ
اپنے باپ سے اسقدر مختلف مزاج کا تھا اُس سلطنت کو سنبھال سکا
جو باپ نے اپنے اتفاق کے اصولون سے ملاکر ایک کر دی تھی - جب
ہم یہ خیال کرتے ہین کہ اکبر نے کیا کیا کام کیے کس زمانہ مین کیے اور
کن کن طریقون سے کیے تو ہم کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اکبر ان لوگون مین

کا ایک بڑا شخص تھا جنکو خدا کسی قوم کی طبیعت کی دقتون مین اس غرض سے بھیجتا ہے کہ وہ انکی اصلاح کرے اور ایمانداری اور بے تعصبی کے ان راستون پر اُنکو لیجاے جن پہ چلنے پر کرورون بندگان خدا کی خوشحالی کا دارمدار ہے ۔